محاضراتِ علمیہ

برموضوع

عیسائیت

(تعارف وتعاقب)

پیش کردہ

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی مدظلہ
استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر محاضراتِ علمیہ دارالعلوم دیوبند

محاضراتِ علمیہ

برموضوع

عیسائیت

(تعارف وتعاقب)

پیش کردہ

حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

شائع کردہ

دفتر محاضرات علمیہ دارالعلوم دیوبند

تفصیلات

جملہ حقوق بحق دارالعلوم دیوبند محفوظ ہیں

نام کتاب: عیسائیت (تعارف وتعاقب)

پیش کردہ: حضرت مولانا نعمت اللہ صاحب اعظمی

استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند

تعداد صفحات: ۲۳۲

سن اشاعت: 2015

شائع کردہ

دفتر محاضرات علمیہ دارالعلوم دیوبند

ملنے کا پتہ

مکتبہ دارالعلوم دیوبند

طابع : ایچ.ایس.آفسیٹ، پرنٹرس، نئی دہلی۔2 9811122549

فہرست مضامین

❁	پہلا محاضرہ: انجیل کی روشنی میں (تعارف وتعاقب)	
❁	عیسائی مذہب کے مآخذ ومصادر	۱۱
❁	حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل کی سیاسی حالت	۱۷
❁	بنی اسرائیل کی مذہبی حالت	۱۹
❁	مسیح کا انتظار	۲۰
❁	حضرت عیسیٰ کی تاریخ کا مآخذ	۲۱
❁	حضرت عیسیٰ کی پیدائش	۲۲
❁	دنیا میں ولادت کا معروف طریقہ	۲۲
❁	حضرت مریمؑ کی پیدائش قرآن کا بیان	۲۴
❁	انجیل پیدائش مریم	۲۶
❁	حضرت یحیی علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن میں	۲۷
❁	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن میں	۲۸
❁	حضرت مریم کا حاملہ ہونا	۳۰
❁	یسوع کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی	۳۱
❁	وضع حمل وولادت، قرآن میں	۳۲
❁	وضع حمل وولادت مبارک انجیل میں	۳۴
❁	فرشتوں کا بشارت دینا	۴۵
❁	مجوسیوں کا مشرق سے مسیح کے پاس آنا	۳۶

❁	حضرت عیسیٰؑ کا ختنہ	۳۸
❁	حضرت عیسیٰؑ کا لڑکپن	۳۸
❁	حضرت یحییٰ کی نبوت کا ظہور اور لوگوں کو اصطباغ دینا	۴۰
❁	حضرت عیسیٰؑ کا یوحنا سے اصطباغ لینا	۴۲
❁	حضرت عیسیٰؑ کا جنگل میں چالیس روز تک ریاضت کرنا	۴۳
❁	حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا ظہور اور ان کا لوگوں کو دعوت دینا	۴۴
❁	حضرت مسیح کی نبوت کا زمانہ	۴۵
❁	حضرت مسیح پر سب سے پہلے ایمان لانے والے	۴۵
❁	حضرت عیسیٰؑ کا بارہ شاگردوں کو منتخب کرنا	۴۷
❁	بارہ حواریوں کے نام	۴۹
❁	ستر (۷۰) شاگردوں کا انتخاب	۴۹
❁	حضرت عیسیٰؑ کے معجزات	۵۰
❁	اندھے کو بینا بنا دینا	۵۰
❁	کوڑھیوں کو شفا دینا	۵۱
❁	مردہ کو زندہ کرنا	۴۱
	دوسرا محاضرہ: عیسائیت انجیل کی روشنی میں (تعارف وتعاقب)	۵۳
❁	عیسائیت انجیل کی روشنی میں	۵۳
❁	توریت پر عمل کی تلقین	۵۵
❁	توحید ورسالت کی تعلیم	۵۵
❁	حضرت عیسیٰؑ کا خدا سے دعا کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا	۵۷
❁	دوسروں کو دعا کی ترغیب دینا اور اس کا طریقہ بتلانا	۵۸

❁	حضرت عیسیٰؑ کا خود اپنے متعلق تصور	۵۹
❁	حضرت عیسیٰؑ کے متعلق ان کے حواری اور ہم عصروں کا تصور	۶۰
❁	حضرت عیسیٰؑ کا خدا کو باپ اور اپنے کو بیٹا کہنا	۶۳
❁	خدا پر باپ کا اطلاق اور کسی خصوصیت کے سبب اپنے کو بیٹا بولنے	۶۴
❁	عبارت سے مطلب فہمی کا ضابطہ	۶۵
❁	حضرت عیسیٰؑ کے قول ''میں اور باپ ایک ہوں'' سے اتحاد مجازی مراد ہے	۶۷
❁	گناہوں کا کفارہ اور راہِ نجات	۷۰
❁	انجیلی عیسائیت کلیسا کی عیسائیت سے یکسر مختلف ہے	۷۳
❁	حضرت عیسیٰؑ علیہ السلام کی تعلیمات قرآن میں	۷۴
❁	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور.....	۷۶
❁	خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے	۷۸
❁	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش	۸۷
❁	خدائی تدبیر	۹۱
❁	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی سازش بہ ظاہر کامیاب	۹۲
❁	یہودا کی مخبری	۹۲
❁	یسوع کا اپنے پکڑنے والوں کی طرف اشارہ کرنا	۹۳
❁	قرآن کا بیان	۹۵
❁	گرفتاری کا منظر	۹۶
❁	یسوع کی یہودیوں کی عدالت میں پیشی	۹۷
❁	پلاطیس کے دربار میں یسوع کی پیشی	۱۰۲
❁	یسوع کے صلیب دیے جانے کا حال	۱۰۵
❁	یسوع کے مرنے کا منظر	۱۰۸

❁	یسوع کے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ	۱۱۱
❁	قرآن کا بیان	۱۱۴
❁	وماقتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم	۱۱۶
	تیسرا محاضرہ: کلیسا کی روشنی میں (تعارف وتعاقب)	۱۲۲
❁	موجودہ عیسائیت کے عقائد	۱۲۲
❁	عیسائیت میں خدا کا تصور عقیدہ تثلیث وحلول وتجسم	۱۲۲
❁	توحید فی التثلیث	۱۲۲
❁	تثلیثی وحدت کی تفصیل	۱۲۴
❁	اَب	۱۲۴
❁	اِبن	۱۲۴
❁	روح القدس	۱۲۵
❁	عقیدۂ تثلیث کی تردید	۱۲۶
❁	عیسائیوں کا فریب	۱۲۷
❁	اس کے غلط ہونے کی پہلی وجہ	۱۲۷
❁	اس کے غلط ہونے کی دوسری وجہ متشابہ کی دو قسمیں ہیں	۱۲۸
❁	حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائی عقیدۂ حلول وتجسم	۱۲۹
❁	حضرت عیسیٰؑ نے کبھی ان عقائد کی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ تردید کی ہے	۱۳۰
❁	عیسائی علماء کا اعتراف	۱۳۲
❁	انجیل کے اَب ابن اور روح القدس سے اقانیم ثلاثہ پر استدلال نہیں.....	۱۳۴
❁	انجیل سے استدلال	۱۳۵
❁	روح القدس، اب اور ابن میں تفاوت	۱۳۶
❁	عقیدہ تثلیث کو نسلوں کی راہ سے آیا	۱۳۷

❁	پولس کی شخصیت، صلاحیت واہلیت	۱۳۷
❁	پولس کے عہد کا فلسفہ	۱۳۸
❁	حضرت عیسیٰؑ کے متعلق پولس کے تصورات	۱۴۰
❁	عیسائی معاشرہ میں حضرت مسیح کی شخصیت کے بارے میں اختلاف	۱۴۲
❁	موحدین کی جماعت	۱۴۲
❁	توحید سے منحرف جماعتیں	۱۴۴
❁	مدرسہ اسکندریہ	۱۴۵
❁	عیسائیوں میں اتحاد واتفاق کے لیے قسطنطین اعظم کی کوشش	۱۴۵
❁	قسطنطین کو حیرت	۱۴۷
❁	الوہیت مسیحؑ کے فیصلہ پر تبصرہ	۱۵۰
❁	نظریہ تثلیث کا ارتقاء	۱۵۱
❁	مسیح کی شخصیت میں الوہیت اور انسانیت کے درمیان تعلق کی نوع.....	۱۵۳
❁	تثلیث کا ماخذ یونانی فلسفہ اور رومی، مصری، ہندی بت پرستی کا.....	۱۵۶
❁	صلیبی موت، حیات ثانیہ، کفارہ	۱۵۸
❁	صلیبی موت	۱۵۸
❁	حیات ثانیہ	۱۵۹
❁	کفارہ	۱۵۹
❁	عقیدہ کفارہ کی تفصیل	۱۵۹
❁	پہلا مفروضہ	۱۶۰
❁	دوسرا مفروضہ	۱۶۱
❁	تیسرا مفروضہ	۱۶۱
❁	چوتھا مفروضہ	۱۶۱

❁	کفارہ کا فلسفہ	۱۶۲
❁	اصطباغ کا فلسفہ	۱۶۳
❁	کفارہ اور اس کے فلسفہ کو حضرت عیسیٰ نے کبھی بیان نہیں کیا	۱۶۴
❁	پولس کے عہد کا رومی مذہب	۱۶۸
❁	پولس کی شخصیت	۱۶۹
❁	عقیدہ کفارہ کی تردید	۱۷۵
❁	عقیدہ کفارہ کے فرضی نقاط کا جائزہ	۱۷۶
❁	پہلا نقطۂ مفروضہ	۱۷۶
❁	دوسرا نقطۂ مفروضہ	۱۷۸
❁	عیسائیوں کی حماقت وضلالت	۱۸۰
❁	تیسرا نقطہ مفروضہ	۱۸۱
❁	لمحہ فکریہ	۱۸۲
❁	چوتھا نقطۂ مفروضہ	۱۸۳
❁	اسلام خوشخبری دیتا ہے	۱۸۵
❁	عقیدہ کفارہ اور قرآن	۱۸۶
	چوتھا محاضرہ: کلیسا کی روشنی میں (تعارف وتعاقب)	
❁	نسطوریوں	۱۸۷
❁	یعاقبہ	۱۸۸
❁	ملکی یا ملکانی	۱۸۹
❁	ماروني فرقہ	۱۸۹
❁	اور اس کے متبعین	۱۹۰
❁	کلیائے آرتھوڈوکس	۱۹۰

❁	بربرانیہ یا مریمین	۱۹۱
❁	پروٹسنٹی یا انجیلی کلیسا	۱۹۱
❁	امراء وحکام	۱۹۲
❁	پروٹسٹنٹی اصلاحات	۱۹۴
❁	مسیحیت کے مختلف فرقوں میں باہمی تعلقات	۱۹۵
❁	کونسل اور اجتماع	۱۹۹
❁	کونسل کی نوعیت	۲۰۰
❁	موجودہ عیسائی مذہب کے مصادر و مآخذ	۲۰۲
❁	حضرت عیسیٰؑ کی انجیل	۲۰۳
❁	حضرت عیسیٰؑ پر انجیل نازل ہونے کا اناجیلِ اربعہ سے ثبوت	۲۰۳
❁	پولس رسول کے قول سے دلیل	۲۰۵
❁	(امرِ دوم)	۲۰۵
❁	حضرت عیسیٰؑ کی انجیل مفقود ہے	۲۰۵
❁	موجوہ اناجیل پر انجیل کا اطلاق تیسری صدی میں ہوا	۲۰۶
❁	مسیحی علماء کے اقوال	۲۰۶
❁	اناجیلِ اربعہ کی تفصیل	۲۰۷
❁	انجیل متّی	۲۰۷
❁	متّی کے احوال	۲۰۷
❁	انجیل کی زبان	۲۰۸
❁	تاریخِ تدوین	۲۰۸
❁	موجودہ انجیل متّی۔ متّی حواری کی انجیل نہیں ہے۔	۲۰۹
❁	انجیل مرقس	۲۱۵

❁	تاریخ تدوین	۲۱۵
❁	زبان	۲۱۶
❁	یہ انجیل مرقس کی نہیں ہے	۲۱۶
❁	انجیل لوقا	۲۱۶
❁	کتاب کی زبان یونانی تھی	۲۱۷
❁	کیا یہ انجیل لوقا کی لکھی ہوئی ہے؟	۲۱۷
❁	انجیل یوحنا	۲۱۸
❁	یہ انجیل یوحنا حواری کی نہیں ہے	۲۱۸
❁	بقیہ کتبِ عہد جدید	۲۲۱
❁	پولس کے چودہ خطوط	۲۲۱
❁	یعقوب کا خط	۲۲۲
❁	پطرس کے دو خط	۲۲۲
❁	یوحنا کے تین خط	۲۲۳
❁	یہودا کا خط	۲۲۳
❁	مشاہدات یوحنا	۲۲۳
❁	عہد جدید کی ہیئت ترکیبی	۲۲۳
❁	موجودہ بائبل کو مستند قرار دینے کی وجہ الہامی ہونا نہیں ہے	۲۲۵
❁	الہامی ہونے کی مزید تردید	۲۲۶
❁	عیسائیت کے مختلف فرقوں کی دینی اوخلاقی حالت اور مسیحیت پر دینی.....	۲۲۷
❁	دینی مظالم	۲۲۸
❁	کلیسا کے انتخاب کے بعد بھی انجیل میں تحریف	۲۳۰
❁	تحریف بائبل کے اقسام	۲۳۱
❁	مآخذ و مراجع	۲۳۲

پہلا محاضرہ

انجیل کی روشنی میں

(تعارف وتعاقب)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیسائی مذہب کے مآخذ ومصادر

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی انجیل ہی عیسائیت کا اصل ماخذ ہوسکتی تھی؛ مگر وہ انجیل جسے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر ان کی اور ان کی قوم کی زبان میں نازل کیا تھا، اس کے بارے میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ضائع ہوچکی ہے اور اب اس کا کوئی اثر ونشان بھی نہیں رہ گیا ہے، اور یہ ایسی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس کو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) دوسرا ماخذ قرآن شریف، قرآن شریف کو عیسائیت کا ماخذ بنانا اور اس کے لیے اس کو مستند قرار دینا واقع اور نفس الامر میں ایک علمی اور پُر اعتماد طریقہ ہے، جو مضبوط علمی بنیادوں پر قائم ہے؛ اس لیے کہ قرآن کی تاریخی حیثیت اور اس کے تسلسل وتواتر کے دوست ودشمن سب قائل ہیں، اور ہر منصف مزاج یہ کہنے پر مجبور ہے کہ موجودہ، قرآن وہی قرآن ہے، جسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے درمیان تلاوت کرتے تھے۔

(۳) تیسرا ماخذ وہ کتابیں جن پر کلیسا کی عیسائیت کو اعتماد ہے اور وہ کتابیں حسب ذیل ہیں:

(۱) بائبل قدیم (۲) حضرت عیسی کی سیرت وتعلیمات پر مشتمل تاریخی کتابیں جس کو وہ لوگ انجیل اور تاریخی اسفار سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسی کتابیں عیسائیوں کے درمیان کثیر تعداد میں تھیں؛ مگر کلیسا نے ان میں سے صرف چار انجیل: انجیل متّی، انجیل مَرقُس، انجیل لوقا، انجیل یُوحَنّا کو مقدس ومعتبر قرار دیا ہے۔ (۳) رسولوں کے اعمال اور خطوط جنہیں وہ لوگ تعلیمی اَسفار سے تعبیر کرتے ہیں اور وہ تعداد میں بائیس ہیں، ان پر تفصیلی بحث اپنے مقام پر آئے گی۔

حضرت عیسیٰ کی لائی ہوئی انجیل کے مطابق عیسائیت کا بیان ممکن نہیں ہے؛ اس لیے کہ اس کتاب کا اثر ونشان ہی باقی نہیں رہا، کلیسا کی نظر میں جو کتابیں مستند ہیں، ان کی روشنی میں عیسائیت کا مطالعہ کرنے والا جب عیسائیت کا مطالعہ کرتا ہے تو دیکھتا ہے کہ انجیل میں حضرت عیسیٰ نے جس عیسائیت اور جس مذہب کی تعلیم دی ہے موجودہ عیسائیت (کلیسا کی عیسائیت) سے یکسر مختلف ہے، دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، ان میں باہم کیسے فرق ہوگیا؟ کس طرح تبدیلی ہوگئی؟ لوگوں نے کس طرح اس میں تحریف کی؟ اور کتنے ادوار ومراحل سے گزر کر عیسائیت کی تاریخ کے مختلف ادوار کو پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے؟ ان سب کو یہاں پر اختصار سے ذکر کیا جارہا ہے:

(۱) دورِ اول:

وہ عہد جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے رہے۔ اور لوگوں کو تعلیم دیتے رہے جس کو اناجیلِ اربعہ میں بیان کیا گیا ہے۔

(۲) دورِ ثانی:

تبدیلی واختلاف کا دور حضرت عیسیٰ کے رفعِ سماوی کے بعد کا دور، اس دور میں انا جیل اربعہ میں بیان کردہ عیسائیت سے ہٹ کر پولس نے ایک نئے طرز کی عیسائیت کی طرح ڈالی، اور اس کی تبلیغ شروع کی ابتداء میں حواریوں نے حسنِ ظن سے کام لیتے

ہوئے پولس کا ساتھ دیا؛ مگر جب انھیں اس کی اصلیت معلوم ہوئی تو انہوں نے شدت سے اس کی مخالفت شروع کی، اس طرح عیسائی دو گروپ میں بٹ گئے۔ ایک گروہ ''یہودی عیسائیت'' کا علمبردار تھا۔ دوسرا گروپ ''پالوی عیسائیت'' کا اور ان میں برابر رسہ کشی رہی یہاں تک کہ قیصر ہیڈریان کے عہد ۱۲۵ء میں یہودی عیسائیت کا گروپ بالکل مغلوب ہوگیا۔ اور پالوی عیسائیت کا گروپ غالب آگیا۔ اس دور ثانی میں تمام عیسائی مغلوب تھے، رسمی طور پر رومی مسلط تھے۔ ان کی حکومت تھی جس کی وجہ سے ان کو رومی و یہودی دونوں طرح طرح سے ستاتے تھے؛ اس لیے اس کو دورِ مظالم بھی کہا جاتا ہے۔

(۳) عہدِ مباحثات:

یہ قسطنطینِ اعظم کے عہد ۳۱۳ء سے گری گوری اول ۵۳۹ء تک ہے۔ اس زمانہ میں مذہبی اور دینی مسائل میں مباحثہ کا آغاز ہوا۔ اور تصفیہ کے لیے کونسلوں کا انعقاد ہوتا رہا، کونسلوں میں انجیل کی نصوص کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی؛ بلکہ قراردادوں میں ذاتی تعصبات اور عقلی پیچیدگیوں کو اہمیت رہی، طریقۂ کار سے الہامی کتابوں کی الہامی حیثیت ختم ہوگئی۔ اور مذہب پر پادریوں کی اجارہ داری قائم ہوگئی۔ سب سے پہلی کونسل ۳۲۵ء میں قسطنطینِ اعظم کی صدارت میں بہ مقام ,,نیقیا،، منعقد ہوئی، جس میں حضرت عیسیٰ کی ابنیت کا مسئلہ طے ہوا اور آریوس اور اس کے موافقین نے مخالفت کی تو ان کو مذہب سے خارج کردیا گیا۔ اس دور میں عیسائیوں میں رہبانیت کا رواج ہوا۔

(۴) دورِ رابع:

اس عہد کی شروعات ۵۹۰ء سے ۸۰۰ء تک ہے یعنی گری گوری اول کے پوپ بننے سے عہد شارلیمان تک اس عہد کو عہدِ مظلمہ (تاریک دور) کہا جاتا ہے؛ اس لیے کہ یہ دور عیسائیت کی تاریخ میں علمی سیاسی اور مذہبی اعتبار سے تنزل وانحطاط اور عیسائیوں کے

باہمی اختلاف کا دور ہے۔اس لیے عیسائی مورخین اس کو تاریک دور سے تعبیر کرتے ہیں اصل میں اس دور میں عیسائیت کو اپنے ایک طاقتور حریف ''اسلام'' کا سامنا کرنا پڑا اسلام حیرت انگیز سرعت کے ساتھ عرب سے نکل کر مصر، وشام، فلسطین اور ایران میں پھیل گیا، اوران ممالک سے عیسائیت کی بساط الٹ گئی، جب مشرقی ممالک میں عیسائیت کو زوال ہوا۔تو انہوں نے مغربی ممالک میں عیسائیت کی اشاعت شروع کی اور اس تحریک کے زیر اثر پہلی مرتبہ جرمن و برطانیہ میں عیسائیوں کو کامیابی نصیب ہوئی۔اور ان کی مسلسل چار صدیوں کی کوشش سے پورا یورپ عیسائی بن گیا۔

(۵) دورِ خامس:

قرون وسطی ۸۰۰ء سے لے کر ۱۵۷۱ء تک کے زمانہ کو عیسائی تاریخ میں قرون وسطی کہا جاتا ہے۔قرون وسطی میں پوپ اور حکومتِ وقت کے درمیان اقتدار کی کشمکش شروع ہوئی، جو عرصۂ دراز تک جاری رہی جس میں عہد شارلیمان سے گرگوری ہفتم ۱۰۷۳ء تک پوپ کو غلبہ حاصل رہا۔اور حکومت وقت کا اقتدار مغلوب تھا۔اور عہد گرگوری ہفتم ۱۰۷۳ء سے بوئی فینس ۱۲۹۴ء تک میں نفاق عظیم ہوا۔''نفاق عظیم'' عیسائیوں کے یہاں ایک اصطلاح ہے۔مشرق ومغرب کے کلیسا کے آپس میں زبردست اختلاف پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے مشرقی کلیسا نے مغربی کلیسا سے الگ ہوکر اپنا الگ نام رکھا، آرتھوڈوکس چرچ اور صدر مقام قسطنطنیہ بنایا۔اور مغربی کلیسا سے الگ ہوکر کے سربراہ کا نام ''بطریق'' رکھا ؛جب کہ مغربی کلیسا کا نام ''کیتھولک چرچ'' تھا۔اور اس کا صدر مقام روم (اٹلی) اور اس کے سربراہ کا نام ''پوپ'' ہوتا ہے۔اسی دور میں صلیبی جنگیں لڑی گئیں۔

عیسائیوں نے مذہبی نقطۂ نظر سے مشرقِ وسطی میں مسلمانوں کے خلاف سات بڑی جنگیں لڑیں۔جس میں بالآخر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔اسی دور میں صلیبی جنگوں کی وجہ سے پوپ کو اعلیٰ اختیار حاصل ہوگیا تو انہوں نے اس سے غلط فائدہ اٹھا کر ''مغفرت

ناموں'' کی تجارت کو عام کردیا۔ اور اپنے مخالفین کو جلا جلا کر اذیت رسانی کی انتہاء کردی، تو کچھ مصلحین اٹھے جنہوں نے اصلاح کی کوشش کی؛ مگر اصلاحات کے لیے حالات سازگار نہیں تھے۔

(۶) دورِ سادس:

''عہد اصلاح'' ۱۵۸۱ء سے اصلاح کی تحریکوں میں زور ہوا اور ان کی قسمت میں کامیابی لکھی ہوئی تھی۔ مارٹن لوتھر نے جرمن میں اصلاحی تحریک شروع کر کے مغفرت ناموں اور پاپاؤں کی اخلاقی بے اعتدالیوں اور ان کے مذہبی مظالم کے خلاف آواز بلند کی آہستہ آہستہ تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوئی، اس تحریک کے ماننے والوں کو پروٹسٹنٹ کہا جاتا ہے۔

(۷) دورِ سابع:

''دورِ عقلیت'' اس دور میں یورپ پوری طرح سیاسی علمی بیداری کی منزل پر پہنچ چکا تھا۔ مارٹن لوتھر وغیرہ جنھوں نے اصلاح کا بیڑا اٹھایا تھا تو ان لوگوں نے بائبل کی تفسیر وتشریح میں پہلے لوگوں سے اختلاف کیا تھا؛ مگر خود بائبل پر کوئی نکتہ چینی نہیں کرتے تھے؛ مگر جوں جوں یہ تحریک آگے بڑھتی گئی، اس کے زاویے بدلتے گئے لوگوں کو عیسائیت کے بنیادی عقائد اور اس کی مذہبی کتب اور ان کی عبادات تک میں شک وشبہ پیدا ہونے لگا اور اس حد تک آگے بڑھے کہ کہنے لگے کہ جو باتیں ہماری عقل میں نہیں آئیں گی اور سائنس کے اصولوں پر نہیں اتریں گی، ہم اس کو نہیں مانیں گے، تحریکِ عقلیت کے علمبرداروں کو ''عقلیت پرست'' کہا جانے لگا۔

(۸) تحریکِ تجدد وتحریکِ احیاء کا دور:

تحریک عقلیت کا ردِ عمل دو طرح سامنے آیا۔ پہلا کچھ لوگوں نے تحریک عقلیت کے زیر اثر مذہب میں تبدیلیوں کو اصولی طور پر تسلیم کرلیا۔ اور بائبل کے نظریات کو جدید

بنانے کی کوشش کی اس تحریک کو تحریکِ تجدد کہا جاتا ہے۔ دوسرا ردِ عمل مذہبی طبقے کی جانب سے سامنے آیا، جنہوں نے اس تحریک کے جواب میں خالص رومن کیتھولک مذہب کی بحالی اور اس کے احیاء کی تحریک شروع کی اس تحریک نے کچھ لوگوں کو دوبارہ مذہب کی طرف لوٹایا؛ مگر مجموعی طور پر یہ تحریک کوئی خاص تأثر قائم نہ کرسکی۔ اٹھارہویں، انیسویں ،بیسویں صدی میں کیتھولک اور پروٹسٹنٹ دونوں فرقوں نے یورپ کی استعماری طاقتوں کے ساتھ مل کر دنیا میں عیسائیت کی ترویج واشاعت میں بڑا سرگرم حصہ لیا، فی الوقت عیسائیوں نے اپنے وسائل سے فائدہ اٹھا کر ترقی پذیر تیسری دنیا کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز بنایا ہے، ان میں مشنری اسکولوں اور مشنری اداروں کا جال پھیلا رکھا ہے جن کو ان کے مرکزوں سے مالی امداد سمیت ہر قسم کے فوائد حاصل ہو رہے ہیں، اسی طرح علمی تکنیکی تربیت کے بہانے ان ممالک میں عیسائیت کی ترویج واشاعت جاری ہے، جس کی وجہ سے اب پھر ضرورت ہے کہ عیسائیت کا علمی محاسبہ کیا جائے اور بتلایا جائے کہ حضرت عیسیٰ کی لائی ہوئی عیسائیت کی حقیقت انجیل کی روشنی میں کیا ہے۔ اور کلیسا کی عیسائیت انجیلی عیسائیت سے کس طرح یکسر مختلف ہوگئی ہے۔ اس میں کیسی کیسی تبدیلیاں ہوئی ہیں لوگوں نے کس طرح اس میں تحریف کر رکھی ہے، اس طرح ان کتابوں کا علمی جائزہ لیا جائے اور ان کا محاسبہ کیا جائے جن کتابوں پر بہ طور ماخذ کلیسا کو اعتماد واطمینان ہے، اس طرح یہ محاضرہ اصالتاً دو حصوں میں منقسم ہوگا۔

پہلا حصہ اس میں ''انجیلی عیسائیت'' کا بیان ہوگا اور اس کے ساتھ ساتھ عیسائیت کا سب سے مستند ترین ماخذ یعنی قرآن شریف کے ذریعہ اس کا تقابل بھی کیا جائے گا اور دوسرا حصہ اس میں ''کلیسا کی عیسائیت'' اس کے معتقدات، عبادات ورسوم، اسی طرح کلیسا کی نظر میں جو کتابیں مقدس اور مستند ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ اس کا جائزہ لے کر ان کی علمی حیثیت کو بھی واضح کیا جائے گا، اس کے ساتھ ساتھ قرآن شریف سے تقابل کر کے ان کی تحریفات وتلبیسات کو ذکر کیا جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے وقت بنی اسرائیل کی سیاسی حالت

''بابل'' کی اسیری کے بعد بنی اسرائیل کو کوئی خود مختار حکومت نہیں قائم ہوسکی، بلکہ بابل کی اسیری سے رہائی کے بعد حکومت فارس کی نگرانی میں حکمراں مقرر ہوتے تھے اور انہی کے حکم سے معزول بھی ہوتے، بس اتنی سہولت تھی کہ ان کا والی یہود ہی سے منتخب ہوتا تھا؛ بلکہ خاص بیت المقدس کے رہنے والے کا انتخاب ہوتا تھا۔ اور جو حاکم مقرر ہوتا وہی انکا پیشوا ہوا کرتا تھا۔

سکندرِ اعظم نے جب دارئے اصغر کو شکست دیا، تو یہودی صوبہ سکندرِ اعظم کی ماتحتی میں آ گیا اور سکندر کے مرنے کے بعد اس کی ساری مملکت ان کے سپہ سالاروں میں تقسیم ہوئی۔ شام کا علاقہ ایک سپہ سالار کے اور مصر کا علاقہ دوسرے سپہ سالار کے قبضہ میں آیا۔ اور ابھی ان کی سرحدیں متعین نہیں تھیں: اس لیے ان میں باہم خوں ریزی ہوا کرتی تھی، جس کی وجہ سے بیت المقدس کبھی مصر کے ماتحت ہوگیا تو کبھی شام کے، اخیر میں شام کے علاقہ کے سپہ سالار کے قبضہ میں آ گیا تو ان میں ایک سپہ سالار ''اَنتی اَوخس'' چہارم جو اَبی فانس'' کے نام سے مشہور تھا۔ اس کے زمانے میں یہودیوں پر بہت زیادہ ظلم وجور ہوا جس سے مجبور ہوکر مکابی خاندان میدان میں آیا۔ اور آزادی کی بہادرانہ جنگ لڑی اور بالآخر یہود کی ایک مستقل حکومت قائم کرنے میں وہ خاندان کامیاب ہوگیا مگر ان کی حکومت کو زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ اس خاندان کے سرداروں میں خانہ جنگی شروع ہوگئی، جس سے یہ خاندان تباہ ہوگیا، ادھر رومیوں کا عروج ہو رہا تھا اور ان کا عمل دخل برابر فلسطین پر بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ انہی کی تجویز وحمایت سے کوئی حاکم بن سکتا تھا، کچھ دنوں بعد رومیوں نے ہرڈو کو یہود کا بادشاہ مقرر کیا، اس نے مکابی خاندان کا

خاتمہ کر دیا، اور نئے شاہی خاندان کی بنیاد ڈالی، جس کا پہلا بادشاہ خود ہوا۔ وہ بڑا ظالم مزاج اور عیاش طبع تھا۔ ظاہری شان وشوکت کی وجہ سے اعظم کا خطاب حاصل کیا۔ اس نے بیت المقدس کو از سر نو تعمیر کیا۔ اور یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے اور بھی بہت سارے کام کیے۔ اور اپنے آپ کو یونانی مائل یہودی ثابت کرنے کی غرض سے یونانی طرز کی کئی ایک بستیاں تعمیر کیں، بیت المقدس کے آس پاس تماشا گاہ اور تھیٹر بنوائے اور کئی شہروں میں مندر بنوائے جس کی وجہ سے یہودی اس سے ناخوش تھے، اس کے بارے میں ان کا گمان تھا کہ یہ فقط دکھانے کے لیے اپنے آپ کو شریعتِ موسوی کا پابند ثابت کرتا ہے، ورنہ حقیقت میں وہ بت پرست ہو گیا ہے۔

ہرڈوا عظم کے اخیر زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، ہرڈو کا ۴ء میں انتقال ہوا؛ حضرت عیسیٰؑ کی عمر آٹھ سال کی رہی ہوگی؛ اس لیے کہ موجودہ سنہ عیسوی میں غلطی سے اس سن کا حساب اس وقت سے شروع کیا گیا۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمر چار سال کی ہو چکی تھی۔ ہرڈوا عظم نے ایک وصیت نامہ کے ذریعہ ملک کو اپنے تین لڑکوں کے درمیان تقسیم کر دیا۔ قیصر روم اوگوستس نے اس کی وصیت کے مطابق فیصلہ کر دیا۔ اَرکالیوس یہودیہ اور سامریہ کا حاکم ہوا انطی پاس جلیل وغیرہ کا حاکم ہوا۔ فلپ یردن پار کے علاقہ کا حاکم ہوا۔ ارکالیوس جو یہودیہ اور سامریہ کا بادشاہ تھا۔ نو برس حکومت کرنے پایا تھا کہ اس کے خلاف الزامات پر روم میں مقدمہ چلا۔ اور اس کو جلاوطن کر کے فرانس کے کسی علاقہ میں بھیج دیا گیا اور اب بیت المقدس اور یہودیہ کا پورا علاقہ براہ راست رومی حکومت کے ماتحت ہو گیا۔ اور اس کے انتظام کے لیے رومی کلکٹر مقرر کیا گیا، قیصر روم اوگوستس کے زمانے میں جلد جلد کلکٹر بدلتے رہے، اس کے بعد قیصر طبریوس ہوا، اس کی مدت حکومت میں کل دو کلکٹر یونطیوس جس کو پلاطیس بھی کہتے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دینے کا واقعہ جیسا کہ انجیل میں مذکور ہے۔ اسی کلکٹر کے زمانے میں پیش آیا۔ قیصر اوگوستس نے جس وقت بیت المقدس ارض یہود

اور سامریہ کے علاقہ کو براہ راست رومی حکومت کے ماتحت کر دیا۔ تو یہودیوں کے جوش وخروش کو کم کرنے کے لیے مجلس صنہا درین جو بنی اسرائیل میں عرصۂ دراز سے قائم تھی۔ اس کو باقاعدہ کچھ اختیارات دوبارہ جاری کر دیا۔ مذہبی معاملات میں اسی کونسل کا فیصلہ نافذ ہوتا تھا اور انتظامی امور کی نگہداشت رومی والی کرتا تھا۔ اس کونسل کے ارکان کی تعداد اکہتر ہوتی تھی، جس میں ہر طرح کے ارکان ہوتے، کچھ علماء واحبار ہوتے، کچھ بنی لاوی کے ہوتے، اور کچھ قوم کے سربراہ لوگ ہوتے۔

بنی اسرائیل کی مذہبی حالت

بنی اسرائیل میں اجتماعی انفرادی ہر قسم کے عیوب پیدا ہو گئے تھے وہ لوگ اعتقاد، اعمال دونوں طرح کی گمراہی کے شکار تھے، جھوٹ، فریب بغض، حسد، جیسی بداخلاقیوں پر شرمسار ہونے کے بجائے اس پر فخر کرتے تھے۔ علماء واحبار دنیا کے حد سے زیادہ حریص تھے، عوام سے نذر ونیاز حاصل کرنے کے لیے حرام کو حلال، حلال کو حرام بنانے سے بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔ شریعتِ موسویہ کے ساتھ بہت سی جدید رسموں کو بڑھا دیا تھا، دین محض ایک رسم اور دکھاوا رہ گیا تھا، جو لوگ ساری شریعت کے ماننے سے قاصر تھے۔ ان کے لیے طرح طرح کے کفارے تجویز کرتے تھے، حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو ملامت کرتے ہوئے کہا: کہ یسعیاہ نبی نے تم ریاکاروں کے حق میں کیا خوب نبوت کی جیسا کہ لکھا ہے۔ یہ امت منہ سے تو میری تعظیم کرتی ہے؛ لیکن ان کے دل مجھ سے دور ہیں اور بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں؛ کیوں کہ انسانی احکام کی تعلیم دیتے ہیں۔ تم خدا کے حکم کو ترک کر کے آدمیوں کی روایت کو قائم کرتے ہو۔ اور ان سے کہا کہ تم اپنی روایت کو ماننے کے لیے خدا کے حکم کو بالکل رد کر دیتے ہو؛ کیونکہ موسیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنے باپ کی اور اپنی ماں کی عزت کرو اور جو کوئی ماں و باپ کو بُرا کہے وہ ضرور جان سے

مارا جائے؛ لیکن تم کہتے ہو اگر کوئی ماں و باپ سے کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا ہے وہ قربان یعنی خدا کی نذر ہو چکی ہے تو اسے ماں و باپ کی کچھ مدد نہیں کرنے دیتے ہو۔ یوں تم خدا کے کلام کو اپنی روایت سے باطل کرتے ہو، اور ایسے بہتیرے کام کرتے ہو۔

(مرقس باب ۷/۵تا۹)۔(متی باب ۱۵/۳تا۹)

مسیح کا انتظار

جس صدی میں حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے مکابی حکومت کے قیام سے ایک طرح کی امید ہو گئی تھی کہ شاید بنی اسرائیل کی عظمت رفتہ لوٹ آئے؛ مگر بہت جلد ان میں خاندانی جھگڑوں کی وجہ سے خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ملک میں ہر طرح کی ابتری و بدامنی پھیل گئی اور ان کی امیدیں مایوسی سے بدل گئیں؛ اسی لیے من جانب اللہ قائم شدہ حکومت کا خیال یعنی مسیح کی بادشاہت کا تصور زیادہ زور پکڑنے لگا اور اس کے ظہور کے لیے آرزو کرنے لگے، اور دعائیں کرتے حضرت یحییٰ نے جب بپتسمہ دینا شروع کیا۔ تو یہودیوں کی ایک بھیڑ جمع ہو گئی۔

بیت المقدس کے یہودی ولاوی ان کے پاس پہونچے کہ شاید یہ مسیح ہو۔ انجیل یوحنا میں ہے کہ لاوی و کاہن بیت المقدس سے پوچھنے آئے کہ کیا تو مسیح ہے؟ یا کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں۔ (باب ۱/۱۹تا۲۰)

اس سے جہاں قوم میں مسیح کے استقبال کا جوش پیدا ہو رہا تھا۔ وہاں بہتوں کے دل میں خود مسیح بن جانے کی بھی خواہش جوش مارنے لگی، ایسے بہت لوگ ظاہر ہونے لگے جو مسیحیت کے دعویدار ہوتے اور رومی فوجوں سے مقابلہ کر کے شکست کھاتے اور قتل ہوتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تاریخ کا ماخذ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کسی امی قوم میں نہیں پیدا ہوئے تھے۔ اور نہ ایسے ملک میں جہاں تصنیف وتالیف کا رواج نہیں تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مولد تو تہذیب وتمدن علم وفضل کا مرکز تھا۔ جو مؤرخین آپ کے حالات لکھ سکتے تھے، وہ رومی بھی ہو سکتے ہیں، جو ان دنوں بہت کثرت سے ارض یہودا اور بیت المقدس میں تھے اور خود یہودی قوم جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے؛ اس لیے کہ ان میں بھی قدیم زمانے سے تاریخ نویسی کا رواج تھا، اور وہ عیسائی بھی آپ کی تاریخ پر قلم اٹھا سکتے تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور ان کی انجیل کو دیکھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تقریروں کو سنا، اور ان کے ساتھ دعوت وتبلیغ میں شریک رہے، ان سب کے بعد قرآن جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس کی علمی حیثیت غیروں کے حلقہ میں بھی مسلم ہے ،قرآن کی تاریخیت اور اس کا استناد اس کا تسلسل وتواتر ہر منصف آدمی کو مجبور کرتا ہے کہ وہ کہے کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے، جسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کرتے تھے؛ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ نہ رومی مؤرخین نے اس سلسلہ میں کچھ لکھا اور نہ یہودیوں نے آپ کی تاریخ قلم بند کی ،حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں خود ان پر نازل شدہ کتاب انجیل میں کچھ معلومات مل سکتی تھیں؛ مگر بدنصیبی کی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل ضائع ہو چکی ہے، اس کا کوئی اثر ونشان نہیں ملتا ہے، اور اس کا گم شدہ ہونا موافق ومخالف سب کا متفقہ قول ہے۔

رہے عیسائی جنہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق لکھا ہو تو اس کو عیسائی لوگ مذہبی اعتبار سے دو قسموں پر منقسم کرتے ہیں، ایک جس کو کلیسا نے مستند قرار دیا ہے اور وہ یہی چار انجیل ہیں: انجیل متی، انجیل لوقا، انجیل مرقس، انجیل یوحنا، اور رسولوں کے خطوط،

دوسری قسم جس کو کلیسا نے رد کر دیا اور اس کو غیر مستند قرار دیا۔ مسترد شدہ انجلیں ان کی مقدار بھی خاصی ہے؛ مگر مسترد شدہ اناجیل ہیں؛ اس لیے کہ ان کتابوں کا پڑھنا کلیسا کی طرف سے ممنوع تھا۔ پھر بھی آج کے دور میں سے بہت سی انجیلوں کا پتہ چلا ہے اردو زبان میں ان میں سے بعض انجیل کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ اور ان کی تعلیمات کا سب سے مستند ماخذ قرآن مجید ہے؛ اس لیے کہ قرآن کی طرح کوئی آسمانی کتاب ہو یا انسانی کتاب ایسی موجود نہیں ہے۔ جس کا علمی مقام اس طرح اور اتنے عرصہ تک قائم وباقی ہو کہ اس کے حروف ورسم الخط واختلافِ قرأت تک محفوظ ہوں ،حضرت عیسیٰ کی تاریخ اور ان کی تعلیمات کو انہی ماخذوں سے ترتیب دیا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش

حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت ہی موجودہ عیسائیت کی بنیادی اینٹ ہے۔ اور خوش قسمتی کی بات ہے کہ ان کی پیدائش کے واقعہ کو انجیل نے بھی بیان کیا ہے، اور قرآن نے بھی ہم دونوں کے بیان کو نقل کریں گے؛ تا کہ قاری خود موازنہ کر کے فیصلہ کرے کہ کس کا بیان قرینِ عقل وقیاس ہے۔

دنیا میں ولادت کا معروف طریقہ

حضرت آدمؑ سے معروف ومشہور طریقہ یہی رہا ہے کہ میاں بیوی کی مواصلت سے اولاد پیدا ہوتی رہی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرتِ کاملہ کا اظہار مقصود ہوا کہ اللہ قادر مطلق، فَعَّالٌ لِّمَا یَشَاء ہے، اس دنیا میں سبب ومسبب کا جو سلسلہ قائم ہے وہ خدا کا بنایا ہوا ہے، چیزوں کا وجود وظہور اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے ہوتا ہے علت سے معلول سبب سے مسبب کا وجود از خود نہیں ہوتا ہے۔

بلکہ جب اس کے ساتھ ارادۂ خداوندی متعلق ہوتا ہے، اس وقت اس کا وجود ہوتا ہے خود خدا کسی علت وسبب کا پابند نہیں ہے، ایسی قوم جس پر مادی اسباب اور ایسے فلسفہ کا غلبہ تھا۔ جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کے فاعل بالایجاب پر تھی کہ اللہ تعالیٰ سے مخلوقات کا ظہور وصدور بلا اختیار اسی طرح ہوتا ہے، جیسے علت سے معلول کا وجود ہوتا ہے، ایسی قوم میں حضرت عیسیٰؑ کو اس طرح پیدا کر کے اپنی قدرت وارادہ کا اعلان مقصود تھا کہ وہ ذات قادرِ مطلق ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یَشَاءُ ہے۔ اسبابِ عادیہ کی محکوم نہیں ہے، اس کے ساتھ بنی اسرائیل نے توریت کے اس حصہ کو ضائع کر دیا تھا، جس میں آخرت، جنت وجہنم، حساب وکتاب کا ذکر تھا، جس کی وجہ سے انسان ان کی نظر میں صرف جسم کا نام تھا، جسم کے علاوہ روح کوئی الگ شئی نہیں ہے؛ بلکہ یہود روح کو جانتے ہی نہ تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس طرح پیدائش عالمِ ارواح کا بھی اعلان واظہار تھا ﴿وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَا اٰیَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (انبیاء:۹۱)

حضرت عیسیٰ کی اس طرح پیدائش کے تذکرہ میں فطری طور پر واقعہ کی ترتیب میں پہلے حضرت عیسیٰؑ کی ماں کا تذکرہ آنا چاہیے، جس میں ان کی عفت وعصمت کا غیر معمولی تذکرہ ہو؛ تاکہ شک وشبہ کرنے والوں کے شکوک ختم ہوسکیں۔ اور ہدایت حاصل کرنے والوں کے لیے راستہ صاف وہموار رہے اور اس کے ساتھ کچھ ایسی بھی نشانی ہو؛ تاکہ جو حضرت مریمؑ کے حال کو جاننے والے ہوں یا ناواقف آدمی کے سامنے اچانک جب ایسا حادثہ پیش آتا ہے جس کی کوئی نظیر نہیں ملتی ہے تو ایسے وقت آدمی ایک طرح حواس باختہ ہوجاتا ہے۔ ماضی وحال میں موازنہ ومقابلہ نہیں کر پاتا ہے۔ اس کا بھی تقاضا ہے کہ اس کے علاوہ کوئی نشانی ہو کہ جس کے بعد ان کی ماضی کی زندگی نظروں میں آجائے، اور اس کا ذہن ہر طرح کے شکوک وشبہات سے صاف ہوجائے۔

حضرت مریمؑ کی پیدائش

قرآن کا بیان

حضرت مریمؑ کی ماں نے محسوس کیا کہ وہ حاملہ ہیں تو انہوں نے نذر مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو ہیکل کی خدمت کے لیے وقف کردوں گی، جب مدتِ حمل پوری ہوئی اور ولادت ہوگئی.....تو معلوم ہوا کہ ان کہ بطن سے لڑکی پیدا ہوئی ہے، ان کے لیے یہ لڑکی لڑکے سے کسی طرح کم نہیں تھی؛ مگر ان کو افسوس ضرور ہوا کہ میں نے جو نذر مانی ہے، کیسے پوری ہوگی؟ لڑکی ہیکل کی خدمت کیسے کرے گی؟ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر ان کے افسوس کو ختم کردیا کہ ہم نے تیری لڑکی ہی کو اس کے لیے قبول کرلیا ہے۔ حضرت مریمؑ کی ماں نے ان کا نام مریم رکھا۔

مقدس ہیکل کی یہ امانت کس کے حوالے کی جائے اس میں کاہنوں کے درمیان اختلاف ہوا، ہر ایک اس کا امیدوار تھا کہ حضرت مریمؑ میری کفالت میں رہیں۔ آخر میں قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ ہوا اور حضرت زکریا علیہ السلام کے نام قرعہ نکلا۔ جو رشتہ میں اُن کے خالو ہوتے ہیں: ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَكَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّی اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ – فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّی وَضَعْتُهَا اُنْثٰی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ وَلَیْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰی وَاِنِّی سَمَّیْتُهَا مَرْیَمَ وَاِنِّی اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ – فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَّكَفَّلَهَا زَكَرِیَّا﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۳۵-۳۷)

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۴۴)

حضرت مریم زکریاؑ کی کفالت ونگرانی میں رہنے لگیں، ان کے لیے ہیکل سے متصل ایک کمرہ مخصوص کر دیا گیا؛ تاکہ وہ اس میں رہ کر خدا کی عبادت میں مشغول رہا کریں۔ حضرت زکریا علیہ السلام ضروری نگہداشت کے سلسلہ میں کبھی ان کے حجرے میں جاتے تو ان کو عجیب باتیں نظر آتیں کہ بے موسم کا پھل اور کھانے پینے کی چیزیں دیکھیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے سوال کیا کہ یہ کہاں سے آیا ہے؟ حضرت مریمؑ نے کہا: میرے خدا کا فضل وکرم ہے، وہ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے، حضرت مریمؑ نے مقدس ہیکل میں ایسی پاک صاف زندگی بسر کی کہ مقدس ہیکل کے سب سے مقدس مجاور حضرت زکریاؑ بھی ان کے زہد وتقویٰ سے متأثر ہوئے۔ حضرت مریمؑ پر جب وہ اپنی ماں کے پیٹ میں تھیں، اسی وقت سے عبادت زہد وتقویٰ وطہارت کا سایہ رہا؛ یہاں تک کہ ان کا تقویٰ؛ زہد وطہارت لوگوں کے درمیان معروف ومشہور ہو گیا؛ یہاں تک کہ وہ بالغہ ہو گئیں۔ ﴿وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا قَالَ يَا مَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا . قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ﴾ (سورۂ آل عمران، آیت:۳۷)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَاءِ الْعٰلَمِيْنَ – يَا مَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۴۲-۴۳)

حضرت مریمؑ کے حالات سے چاروں انجیل خاموش ہیں؛ البتہ مستر دانجیل میں سے انجیلِ پیدائش مریم میں ان کا تذکرہ ہے۔

انجیل پیدائش مریم

باب اوّل میں ہے کہ مریم داؤد خاندان کی شہر ناصرہ میں پیدا ہوئیں اور یروشلم میں خدا کے بیت المقدس میں پرورش پائی تھیں، اس کے باپ کا نام جوشیم تھا۔ اور ماں کا نام حنّہ تھا۔ اور اس کے باپ کا خاندان قریۂ ناصرہ ضلع گلیلی میں تھا۔ اور اس کی ماں شہر بیت لحم کے خاندان سے تھی۔ بیس سال تک میاں بیوی عفت کے ساتھ زندگی بسر کرتے رہے اور ان کے کوئی لڑکا لڑکی پیدا نہ ہوئی، تب انھوں نے ایک مَنّت مانی کہ خدا اگر ان کو بچہ عطا کرے تو اس کو خدا کی مَنّت کے لیے نذر چڑھائیں گے، اس کے لیے ہر سال عید کے موقع پر بیت المقدس جایا کرتے تھے۔

باب سوم میں ذکر ہے کہ خدا کا فرشتہ اطلاع دینے کے لیے آیا کہ تیری دعا سنی گئی۔

باب چہارم میں ذکر ہے کہ اس کے بعد وہی فرشتہ جوشیم کی بیوی حنہ پر ظاہر ہوا۔ میاں بیوی دونوں کو جو خوشخبری دی گئی ہے، اس میں ذکر ہے کہ تمہارے ایک لڑکی پیدا ہوگی۔ جس کا نام مریم ہوگا حتیٰ کہ اس میں مریمؑ سے یسوع کے پیدا ہونے کا بھی ذکر ہے۔

باب پنجم میں مریمؑ کی پیدائش کا ذکر ہے۔

باب ششم میں ذکر ہے کہ حضرت مریمؑ جب تین سال کی ہوگئیں، تب ان کو بیت المقدس لے گئے۔ والدین نے حضرت مریمؑ کو پہلی سیڑھی پر بٹھا دیا۔ حضرت مریمؑ بغیر کسی دوسرے کی رہنمائی اور مدد کے ایک ایک کر کے سب سیڑھیاں چڑھ گئیں۔ میاں بیوی نے شریعت کے دستور کے مطابق قربانی کر کے اور منت پوری کر کے لڑکی کو بیت المقدس کے اندر اور دوسری کنواری لڑکیوں کے ساتھ پرورش پانے کے لیے داخل کیا اور ماں باپ گھر واپس چلے گئے۔

اور اس کے باب ہفتم میں ہے کہ خدا نے اس کی خبرداری کی اور روز فرشتے اس کے

پاس آیا کرتے تھے۔اور اس کو عالم غیب کے اسرار دکھائی دیتے تھے۔جس کے باعث وہ ہر ایک برائی سے محفوظ رہی، جب ان کی عمر چودہ سال کی ہوئی۔تب امام نے اعلان کیا کہ تمام باکرہ لڑکیاں جو بیت المقدس میں پرورش پا رہی ہیں، اپنے اپنے گھروں کو چلی جائیں، دوسری لڑکیاں انہوں نے خوشی خوشی اس حکم کی تعمیل کی۔مریمؑ نے اس حکم کی تعمیل سے عذر کیا کہ میرے والدین نے خدا کی خدمت کے لیے مجھ کو نذر کر دیا ہے، میں اس عہد کو توڑنا نہیں چاہتی، پھر مریمؑ کے نکاح کا تذکرہ ہے، اس کے بعد مریم اپنے گھر آگئیں۔

اس کے بعد باب نہم میں مریم کے حاملہ ہونے کا ذکر ہے۔اور فرشتہ کی آمد کا ذکر ہے۔باب دہم میں یوسف کے ساتھ یہودیہ سے گلیلی آنے کا ذکر ہے، اسی طرح مریم کے حاملہ ہونے کا اور جب یوسف کو مریمؑ کے حاملہ ہونے کا علم ہوا تو اضطراب وخلجان ہوا۔تو اور انجیلوں کی طرح سے ذکر ہے کہ فرشتہ نے خواب میں آکر ان سب باتوں کو بتلا دیا، اسی طرح مریمؑ کی پیدائش کا ذکر انجیلِ مقدم میں بھی ہے۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن میں

حضرت زکریاؑ ضروری نگہداشت کے سلسلہ میں کبھی کبھی حضرت مریمؑ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے اور حضرت مریمؑ کے پاس بے موسم کے پھل دیکھتے اور پوچھتے کہ یہ بے موسم کا پھل کہاں سے آگیا تو حضرت مریمؑ کہتیں یہ میرے پروردگار کا فضل ہے، تو حضرت زکریاؑ کے دل میں یہ تمنا پیدا ہوئی کہ جس خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ سے یہ پھل بے موسم پیدا کر دیے ہیں، کیا وہ میرے بڑھاپے اور بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود مجھ کو بے موسم پھل یعنی بیٹا نہیں عطا کر سکتا ہے؟ یہ سوچ کر انہوں نے بارگاہِ ربانی میں دعا کی اور اس دعا کو اللہ نے شرفِ قبولیت بخشا:

﴿هُنَا لِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ

سَمِیْعُ الدُّعَاءِ – فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِکَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ یُّصَلِّی فِی الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ – قَالَ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ غُلَامٌ وَّقَدْ بَلَغَنِیَ الْکِبَرُ وَامْرَاَتِیْ عَاقِرٌ قَالَ کَذٰلِكَ اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ– قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّیْ اٰیَةً قَالَ اٰیَتُكَ اَلَّا تُکَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا وَاذْکُرْ رَّبَّكَ کَثِیْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت: ۳۸-۴۱)

قرآن نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کرتے ہوئے ان کو عیسیٰ کا مَنّاد بتلادیا ہے، مُصَدِّقًا بِکَلِمَةٍ اللّٰه چاروں انجیلوں میں سے صرف لوقا کی انجیل میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے تذکرہ سے پہلے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کا تذکرہ ہے؛ مگر قرآن کی بیان کردہ تفصیل سے تھوڑے فرق کے ساتھ مذکور ہے، اور تینوں انجیل اس واقعہ کے بیان سے خاموش ہیں۔

جب وہ خدا کے حضور اپنے فریق کی باری پر کہانت کا کام انجام دیتا تھا۔ خوشبو کے مذبح کے دہنی طرف ایک فرشتہ کھڑا دکھائی دیا، اس نے خوشخبری دی کہ تیری دعا سُن لی گئی اور تیرے لیے تیری بیوی الیشبع کے بیٹا ہوگا۔ تو اس کا نام یوحنا رکھنا پھر اس لڑکے کے کچھ اوصاف بیان کیے۔ زکریا نے فرشتہ سے کہا میں کیسے جانوں، میں تو بوڑھا ہوں اور میری بیوی عمر رسیدہ ہے، فرشتہ نے اس سے جواب میں کہا: کہ میں جبرئیل ہوں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں کہ تم کو ان باتوں کی خوش خبری دوں اور دیکھ جس دن تک یہ باتیں واقع نہ ہوں گی، تو بول نہ سکے گا۔ اس دن سے وہ اشارہ ہی کرتا رہا۔ اور گونگا رہا اس کی بیوی حاملہ ہوئی پانچ مہینے تک اس نے اپنے حمل کو چھپائے رکھا۔ (لوقا۔ باب ۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر قرآن میں

حضرت مریمؑ اپنی خلوت کدہ میں مشغول عبادت رہتی تھیں، ایک مرتبہ کسی ضرورت

سے شرقی جانب کسی گوشۂ تنہائی میں بیٹھی تھیں کہ خدا کا فرشتہ جبرئیل انسانی شکل میں بے حجابانہ ان کے سامنے ظاہر ہوا، ایک اجنبی شخص کے اس طرح بے حجابانہ سامنے آنے سے حضرت مریم گھبرا گئیں اور کہا اگر تجھ میں کچھ بھی خوفِ خدا ہے، تو اس خدا کا واسطہ دے کر تجھ سے پناہ چاہتی ہوں، فرشتہ نے کہا: اے مریم خوف نہ کھاؤ۔ میں انسان نہیں ہوں؛ بلکہ خدا کا فرستادہ فرشتہ ہوں، تجھ کو لڑکے کی بشارت دینے کے لیے آیا ہوں، حضرت مریمؑ نے یہ سنکر ازراہ تعجب کہا۔ میرے لڑکا کیسے ہوگا؟ مجھ کو آج تک کسی شخص نے ہاتھ نہیں لگایا؛ اس لیے کہ میں نے نکاح نہیں کیا ہے۔ اور نہ ہی میں زانیہ ہوں فرشتہ نے جواب دیا میں خدا کا فرستادہ ہوں، اس نے مجھ سے اسی طرح کہا ہے، اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اس لیے ایسا کروں گا کہ تجھ کو اور تیرے لڑکے کو دنیا والوں کے لیے اپنی قدرتِ کاملہ کا نشان بناؤں، اور لڑکا میری جانب سے رحمت ثابت ہوگا، اور یہ میرا فیصلہ اٹل ہے، مریم! اللہ تعالیٰ ایسے لڑکے کی بشارت دیتا ہے جو اس کا کلمہ ہوگا اس کا لقب مسیح اور نام عیسیٰ ہوگا اور وہ دنیا وآخرت میں باوجاہت ہوگا۔ اور خدا کے مقربین میں سے ہوگا اور وہ اللہ کی نشانی کے طور پر ماں کی گود میں لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو کتاب وحکمت اور تورات وانجیل عطا کرے گا۔ اور بنی اسرائیل کی جانب رسول ہوگا۔ یہ سب کچھ اس لیے ضرور ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہ ہے کہ جب کسی چیز کو وجود میں لانا چاہتا ہے تو محض اس کا ارادہ اور حکم ہوتا ہے ہوجا! تو وہ شئ نیست سے ہست ہوجاتی ہے۔ لہٰذا ایسا ہوکر رہے گا۔ اور فرشتہ کے ذریعہ یا براہ راست پھونک ماردی اور استقرار حمل ہوگیا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِانْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا– فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا – قَالَتْ اِنِّي اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا – قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا– قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلَامٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا – قَالَ كَذٰلِكِ

قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴾

(سورۂ مریم، آیت:۱۶-۲۱)

﴿اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يَا مَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ - وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ - قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ - وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ - وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآئِيْلَ ﴾

(سورۂ آل عمران، آیت:۴۵-۴۹)

﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴾ (سورۂ تحریم، آیت:۱۲)

حضرت مریم کا حاملہ ہونا

انجیل مرقس وانجیل یوحنا اس کے تذکرے سے بالکل خاموش ہیں۔ انجیل متی ولوقا میں اس کا تذکرہ ہے، انجیل لوقا میں باب ۱

یسوع کے پیدا ہونے کی پیشن گوئی

چھٹے مہینے (حضرت زکریا کی بیوی کے حمل کے) جبرائیل فرشتہ خدا کی طرف سے گلیل کے ایک شہر میں جس کا نام ناصرہ تھا۔ ایک کنواری کے پاس بھیجا گیا جس کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نام سے ہوئی تھی۔ اور اس کنواری کا نام مریم تھا۔ اور فرشتے نے اس کے پاس اندر آ کے کہا: سلام تجھ پر جس پر فضل ہوا ہے، خداوند تیرے ساتھ ہے۔ وہ اس کلام سے گھبرا گئی اور سوچنے لگی کہ یہ کیسا سلام ہے؟ فرشتہ نے اس

سے کہا: اے مریم خوف نہ کر کیوں کہ خدا کی طرف سے تجھ پر فضل ہوا ہے اور دیکھ تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی۔ اس کا نام یسوع رکھنا، وہ بزرگ ہوگا اور خدائے تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور خداوند خدا اس کے باپ داؤد کا تخت اسے دی گا، وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا۔ اور اس کی بادشاہت کا آخر نہ ہوگا۔ مریم نے فرشتے سے کہا: یہ کیوں کر ہوگا اس حال میں کہ میں مرد کو نہیں جانتی، اور فرشتے نے جواب میں اس سے کہا: روح القدس تجھ پر نازل ہوگا۔ اور خدائے تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ اور اس سبب سے پاکیزہ جو پیدا ہونے والا ہے۔ خدا کا بیٹا کہلائے گا اور دیکھ تیری رشتہ دار الیشیع کے بھی بڑھاپے میں بیٹا ہونے والا ہے۔ اب اس کو جو بانجھ کہلاتی تھی، چھٹا مہینہ ہے؛ کیوں کہ جو قول خدا کی طرف سے ہے وہ ہرگز بے تاثیر نہ ہوگا۔

انجیل متی باب ۱ میں ہے: یسوع کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی۔ تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام کرنا نہیں چاہتا تھا، چپکے سے اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ وہ ان باتوں کو سوچ رہا تھا کہ خداوند کے فرشتے نے اسے خواب میں دکھائی دے کر کہا: اے یوسف! اپنی بیوی مریمؑ کو اپنے یہاں لانے سے مت ڈر؛ کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے۔ وہ روح القدس کی قدرت سے ہے، وہ بیٹا جنے گی۔ اور تو اس کا نام یسوع رکھنا؛ کیوں کہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا جیسا خداوند کے فرشتے نے اسے حکم دیا تھا۔ اور اپنی بیوی کو اپنے یہاں لے آیا اور اس کو نہ جانا؛ جب تک اس کے بیٹا نہ ہوا۔ اس کا نام یسوع رکھا۔

انجیل لوقا میں ہے: حضرت مریم حاملہ ہونے کے بعد حضرت زکریا کی بیوی الیشیع کے یہاں گئیں اور ان کو سلام کیا۔ جوں ہی مریمؑ کا سلام سنا تو ایسا ہوا کہ بچہ اس کے رحم

میں اچھل پڑا۔ اور الیشبع روح القدس سے بھر گئی۔ اور بلند آواز سے پکار کر کہنے لگی کہ تو عورتوں میں مبارک اور تیرے رحم کا پھل مبارک۔ اور مجھ پر یہ فضل کہاں سے ہوا کہ میرے خداوند کی ماں میرے پاس آئی؛ کیوں کہ دیکھ جوں ہی تیرے سلام کی آواز میرے کان میں پڑی، بچہ مارے خوشی کے میرے رحم میں اچھل پڑا اور مبارک ہے جو ایمان لائے؛ کیوں کہ جو باتیں خداوند کی طرف سے اس سے کہی گئیں تھیں، وہ پوری ہوں گی حضرت مریم تین مہینہ کے قریب اس کے ساتھ رہ کر اپنے گھر لوٹ گئیں۔

وضعِ حمل وولادت قرآن میں

حضرت مریمؑ نے جب خود کو حاملہ محسوس کیا تو بتقاضائے بشریت ان پر اضطراری کیفیت طاری ہوگئی اور مدتِ حمل ختم ہونے کے قریب یہ صورت شدید تر ہوگئی، انہوں نے سوچا کہ یہ واقعہ قوم کے اندر رہ کر پیش آیا تو قوم کو چوں کہ حقیقتِ حال کا پتہ نہیں ہے اس لیے لوگ نہ معلوم کس کس طرح بدنام کرنے کی کوشش کریں گے؛ اس لیے مناسب یہ ہے کہ لوگوں سے دور کسی جگہ چلے جانا چاہیے اور یہ سوچ کر ایک ٹیلہ پر چلی گئیں۔ جہاں دردِزہ شروع ہوا، تکلیف واضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت کے نیچے اس کے تنے کے سہارے بیٹھ گئیں، پیش آنے والے واقعہ کا اندازہ کر کے انتہائی قلق واضطراب میں کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی۔ میری ہستی کو لوگ بالکل فراموش کر چکے ہوتے، تو اس کے نشیب سے خدا کے فرشتہ نے پکارا کہ مریم غمگین نہ ہو دیکھ تیرے پروردگار نے تیرے نیچے نہر جاری کر رکھی ہے اور اس کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کر اپنی جانب ہلاؤ تو پکے تازہ کھجور کے خوشے تجھ پر گریں گے۔ اس کو کھاؤ پیو۔ اور بچہ کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈی کرو رنج وغم بھول جاؤ۔ فرشتہ کی تسلی آمیز پکار اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نظارے سے وہ اضطراب ختم ہوگیا؛ تاہم یہ خیال ہر وقت کھٹکتا تھا کہ

لوگ اگرچہ میری عصمت و پاکدامنی سے ناآشنا نہیں ہیں، پھر بھی اس حیرت کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے کہ بن باپ کے ماں کے پیٹ سے بچہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ مریمؑ کو پیغام دیا کہ جب تم اپنی قوم کے پاس پہنچو اور قوم تم سے اس معاملہ میں سوالات کرے تو تم خود کوئی جواب نہ دینا؛ بلکہ تم اشارۃً بتلا دینا کہ میں روزے سے ہوں؛ اس لیے آج کسی سے بات نہیں کرسکتی ہوں۔ تم کو جو پوچھنا ہے، اس بچہ سے پوچھ لو حضرت مریم کو وحی الٰہی سے پورا اطمینان ہوگیا، بچہ کو گود میں لے کر گھر آگئیں لوگوں نے مریمؑ کو اس حالت میں دیکھ ہر طرف سے گھیر لیا اور کہنے لگے: مریم! یہ کیا کیا تم نے ؟ بھاری تہمت کا کام کیا، اے ہارون کی بہن تیرا باپ بُرا آدمی نہیں تھا اور تیری ماں بھی بدچلن نہیں تھی، مریمؑ نے حکم خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے بچہ کی طرف اشارہ کیا، لوگوں نے انتہائی تعجب کے ساتھ کہا: بچہ سے ہم کس طرح پوچھ لیں؟ مگر بچہ فوراً بول پڑا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کتاب (انجیل) دیں گے اور اللہ تعالیٰ مجھے نبی بنائیں گے! ایک شیر خوار بچہ کی زبان سے جب حکیمانہ کلام سنا تو لوگ حیرت میں پڑ گئے اور سب کو حضرت مریم کی پاک دامنی کا یقین ہوگیا اور اسی طرح اس بات کا بھی یقین ہوگیا کہ بچہ کی پیدائش کا معاملہ بھی یقیناً من جانب اللہ ایک نشانی ہے:

﴿وَمَرْيَمَ بِنْتَ عِمْرَانَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا﴾ (التحریم: ۱۲) فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا – فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَنْ لَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا – وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا– فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا . فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا – فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا – يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا – فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا – قَالَ اِنِّيْ

عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا (مریم: ۲۲-۳۰) وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗٓ اٰیَةً وَّ اٰوَیْنٰهُمَا اِلٰی رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ . (المؤمنون: ۵۰)

وضع حمل وولادتِ مبارک انجیل میں

مریمؑ کی منگنی داؤد کے گھرانے کے ایک مرد یوسف نامی سے ہوئی تھی، قیصر روم اوگسٹس نے اپنے زمانے میں اپنی مملکت میں حکم جاری کیا کہ جو جہاں کا باشندہ ہے۔ وہیں پر مردم شماری ہو کر ان کا نام درج رجسٹر ہوگا؛ اس لیے سب لوگ اپنے اپنے وطن گئے؛ تاکہ مردم شماری کے رجسٹر میں اپنا نام درج کرا سکیں تو یوسف بھی مریم کو لے کر ناصرہ سے اپنے شہر بیت لحم میں کوئی جگہ نہیں ملی۔ اسی دوران حضرت مریم کو دردِ زہ شروع ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ (انجیل لوقا باب ۲۔)

ان دنوں میں ایسا ہوا کہ قیصر روم اوگسٹس کی طرف سے یہ حکم جاری ہوا کہ ساری دنیا کے لوگوں کے نام لکھے جائیں گے۔ پہلی اسم نویسی سوریہ کے حاکم کورینس کے عہد میں ہوئی۔ اور سب لوگ نام لکھوانے کے لیے اپنے اپنے شہر کو گئے۔ پس یوسف بھی گلیل کے شہر ناصرہ سے داؤد کے شہر بیت لحم کو گیا۔ جو یہودیہ میں سے اس لیے کہ وہ داؤد کے گھرانہ اور اولاد سے تھا؛ تاکہ اس منگیتر کے ساتھ جو حاملہ تھی، نام لکھوائے، تو جب وہ وہاں تھے ایسا ہوا کہ اس کے جننے کا وقت آ پہنچا، اور پہلوٹا بیٹا جنی اور اس کو لپیٹ کر چرنی میں رکھا؛ کیوں کہ ان کے واسطے سرائے میں جگہ نہ تھی۔

انجیل متی باب ۱ سے قصہ شروع ہوتا ہے کہ مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ پس اس کے شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور اسے بدنام نہ کرنا چاہتا تھا، چپکے سے اس کو چھوڑ دینے کا ارادہ کیا۔ تو خدا کے فرشتہ نے اس کو خواب میں دکھائی دے کر کہا۔ اے یوسف! اپنی بیوی مریم کو اپنے یہاں لانے سے نہ ڈر! کیوں کہ جو اس کے پیٹ میں ہے

،وہ روح القدس کی قدرت سے ہے وہ بیٹا جنے گی اور اس کا نام یسوع رکھنا، پس یوسف نے نیند سے جاگ کر ویسا ہی کیا، جیسا کہ خداوند کے فرشتہ نے اسے حکم دیا تھا، اپنی بیوی کو اپنے یہاں لایا اور اس کو نہ جانا، جب وہ بیٹا جنی تو اس کا نام یسوع رکھا۔

فرشتوں کا بشارت دینا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر اس علاقہ کے چرواہوں نے دیکھا کہ فرشتوں کی ایک جماعت خدا کی حمد اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کی خوشخبری سناتی جارہی ہے۔ چرواہے بیت لحم آئے۔ اور یوسف ومریم سے ملاقات کی اور بچہ کو چرنی میں پڑا پایا، انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا، مریم کو بتلادیا اور دوسرے لوگوں کو بتلایا کہ اس لڑکے سے متعلق ہم نے اس طرح کی بات سنی ہے۔ انجیل لوقا (باب ۲/۸) میں ہے اسی علاقہ میں چرواہے تھے جو رات کو میدان میں رہ کر اپنے گلے کی نگہبانی کررہے تھے اور خداوند کا فرشتہ ان کے پاس آکر کھڑا ہوا اور خداوند کا جلال جوان کے گرد چمکا، وہ نہایت ڈر گئے؛ مگر فرشتوں نے ان سے کہا کہ ڈرو نہیں؛ کیوں کہ دیکھو میں تمہیں بڑی خوشی کی بشارت دیتا ہوں، جو ساری امت کے واسطے ہوگی کہ آج داؤد کے شہر میں تمہارے لیے ایک منجی پیدا ہوا یعنی مسیح خداوند اور اس کا تمہارے لیے یہ پتہ ہے کہ تم ایک بچہ کو کپڑے میں لپٹا اور چرنی میں پڑا ہوا پاؤ گے اور یکا یک اس فرشتہ کے ساتھ آسمانی لشکر کا ایک گروہ خدا کی حمد کرتا اور یہ کہتا ہوا کہ عالم بالا پر خدا کی تمجید ہو اور زمین پر ان آدمیوں میں جن سے وہ راضی ہے صلح۔

جب فرشتے ان کے پاس سے آسمان پر چلے گئے تو ایسا ہوا کہ چرواہوں نے آپس میں کہا آؤ بیت لحم تک چلیں اور یہ بات جو ہوئی ہے، اور جس کی خداوند نے ہم کو خبر دی ہے دیکھیں، پس انہوں نے جلدی سے جاکر مریم اور یوسف کو دیکھا اور اس بچہ کو چرنی میں پڑا پایا اور انہیں دیکھ وہ بات جو اس لڑکے کے حق میں ان سے کہی گئی تھی مشہور کی

اور سب سننے والوں نے ان باتوں پر جو چرواہوں نے ان سے کہی تعجب کیا۔

مگر انجیل متی میں ان سے مختلف قصہ نقل کیا گیا ہے کہ پورب سے کچھ مجوسی آئے انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک ستارہ دیکھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کا کوئی بادشاہ پیدا ہوا ہے، ہم اس کو سجدہ کرنے آئے ہیں؛ وہ کہاں ہے؟ اس وقت بادشاہ ہیرودیس تھا، ہیرودیس نے اپنے علماء اور فقہاء سے پوچھ کر بتلایا کہ وہ بیت لحم میں ہے، اس کی تحقیق کر کے تم لوگ مجھ کو بھی بتلاؤ، مجوسی بیت لحم گئے اور مریمؑ سے ملاقات کی اور بچہ کو دیکھا اس کو سجدہ کیا اور کچھ ہدیہ پیش کیا۔ ان کو بذریعۂ خواب ہدایت ہوئی کہ ہیرودیس کے پاس جا کے نہ بتلاؤ؛ اس لیے وہ دوسرے راستے سے اپنے وطن واپس چلے گئے۔ (انجیل متی باب ۲)

مجوسیوں کا مشرق سے مسیح کے پاس آنا

دیکھو کئی مجوسی پورب سے یروشلم میں یہ کہتے ہوئے آئے کہ یہودیوں کا بادشاہ جو پیدا ہوا ہے، وہ کہاں ہے؟ کیوں کہ پورب کا ستارہ دیکھ ہم اسے سجدہ کرنے آئے ہیں، یہ سن کر ہیرودیس بادشاہ اور اس کے ساتھ یروشلم کے سب لوگ گھبرا گئے اور اس نے قوم کے سرداروں کاہنوں اور فقیہوں کو جمع کر کے پوچھا کہ مسیح کی پیدائش کہاں ہونی چاہیے؟

انہوں نے کہا کہ یہودیہ کے بیت لحم میں کیوں کہ نبی کی معرفت یوں لکھا گیا ہے کہ اے بیت لحم یہوداہ کے علاقہ میں یہودا کے حاکموں میں ہرگز سب سے چھوٹا نہیں ہے؛ کیوں کہ تجھ میں ایک سردار نکلے جو میری امت اسرائیل کی گلہ بانی کرے گا، اس پر ہیرودیس نے مجوسیوں کو چپکے سے بلا کر ان سے تحقیق کیا کہ وہ ستارہ کس وقت دکھائی دیا تھا اور یہ کہہ کر انھیں بیت لحم بھیجا کہ جا کر اس بچہ کی بابت ٹھیک دریافت کرو اور جب وہ ملے تو مجھے بھی خبر دو؛ تاکہ میں بھی آ کر اسے سجدہ کروں، وہ بادشاہ کی بات سن کر روانہ ہوئے اور دیکھو جو ستارہ انہوں نے پورب میں دیکھا تھا، وہ ان کے آگے آگے چلا؛ یہاں تک کہ اس جگہ کے اوپر جا کر ٹھہر گیا، جہاں وہ بچہ تھا، وہ ستارہ کو

دیکھ کر نہایت خوش ہوئے اور اس گھر میں پہونچ کر اس کی ماں مریم کے پاس دیکھا اور اس کے آگے گر کر سجدہ کیا۔ اور اپنے ڈبے کھول کر سونا اور لوبان اور مر اس کو نذر کیا۔ اور ہیرودیس کے پاس پھر نہ جانے کی ہدایت خواب میں پا کر دوسری راہ سے اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ انتہی

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے سلسلہ میں آپ نے قرآن کریم میں ذکر کردہ تفصیلات کا بھی مطالعہ کیا اور انجیل میں درج تفصیلات سے بھی آگاہی حاصل کی۔

چوں کہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت صرف ماں کے ذریعہ ہوئی تھی اور خدا کی طرف سے معجزانہ صورت میں یعنی باپ کے بغیر پیدائش کی بات حیرت واستعجاب کا سبب تھی ؛اس لیے انجیل میں استعجاب کو دور کرنے کے لیے یوسف سے ان کی منگیتر ہونے کی بات بنائی گئی؛ تاکہ عوامی سطح پر یہ پیدائش حیرت کا سبب نہ رہے؛ البتہ اس صورت میں یہ واقعہ یوسف کے لیے بڑی پریشانی اور اضطراب کا سبب بنتا ہے؛ اس لیے اس کو مطمئن کرنے کے لیے منامی بشارتوں کا سہارا لیا گیا۔

اور انجیلِ مقدم میں استعجاب دور کرنے کے لیے ایک دوسرا واقعہ نقل کیا ہے، فقیہہ اُناس کو مریم کے حاملہ ہونے کا علم ہوا تو اس نے جا کر کاہن سے کہا کہ یوسف نے پوشیدہ اس سے تکمیلِ نکاح کیا۔ اور اس امر کا بنی اسرائیل میں اعلان نہیں کیا۔ کاہن نے بلا کر یہ بات پوچھی ، یوسف نے کہا کہ میں اس سے پاک ہوں ، کاہن نے کہا کہ میں تم دونوں کو لعنت کا پانی پلاؤں گا ؛ تاکہ تمہارا گناہ تمہاری آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو جائے۔ کاہن نے پانی پلا کر کر دونوں کو باری باری پہاڑ پر بھیج دیا؛ مگر وہ دونوں صحیح سلامت واپس آئے۔ اور کوئی گناہ ظاہر نہیں ہوا تو لوگوں کو تعجب ہوا۔ اور کاہن نے کہا جب خدا نے تمہارے گناہ ظاہر نہیں کیے تو میں بھی تم کو سزا نہیں دیتا ہوں اور اس نے ان کو بری کر دیا (انجیل مقدم باب ۱۶/۱۵)

البتہ انجیلِ طفولیت باب اول میں لکھا ہے کہ ہم یوسف ربانی کی کتاب یعنی جو مسیح کے زمانے میں زندہ تھا، پاتے ہیں کہ مسیح نے اس وقت بھی کلام کیا تھا، جب وہ مہد میں

تھا۔قرآن کریم میں اس حیرت واستعجاب کے ازالہ کے لیے پہلے تو حضرت مریمؑ کا کردار اوران کی پاکیزگی کا بیان ہے، پھر پیدائش کے بعد لوگوں کی طرف سے حیرت واستعجاب کے اظہار پر ازالہ کی یہ صورت بیان کی گئی ہے کہ لوگ پوچھیں گے تو تم اس نومولود کی طرف اشارہ کردینا، پھر نومولود کے بارے میں بتایا گیا کہ ان کو گویائی کی قوت دی گئی اورانہوں نے معجزانہ طور پر جو صفائی دی، اس سے سب لوگ مطمئن ہوگئے اورظاہر ہے کہ قرآن کی ترتیب اواس کا اندازِ بیان سب لوگوں کے لیے عقلی طور پر اطمینان بخش ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا ختنہ

جب آٹھ دن ہوئے اوراس کے ختنہ کا وقت آیا تو اس کا نام یسوع رکھا گیا جو فرشتہ نے اس کے پیٹ میں پڑنے سے پہلے رکھا تھا۔(انجیل لوقا باب۲)

جب حضرت مریمؑ نفاس سے پاک ہوئیں تو موسوی شریعت کے مطابق کہ سب پہلوٹھے، خدا کے لیے مقدس ہوں، یعنی سوختنی قربانی کے لیے برہ ایک سال کا اور خطا کی قربانی کے لیے کبوتر کا بچہ یا قُمری جماعت کے خیمہ کے دروازے پر کاہن کے پاس لائے اوروہ اسے خداوند کے سامنے گذارے، اگر برہ لانے کا مقدور نہ ہو۔تو دو قُمریاں یا دو کبوتر کا بچہ ایک سوختنی قربانی کے لیے اور ایک خطا کی قربانی کے لائے، جس کی وجہ سے حضرت مریمؑ نے بچہ کو یروشلم میں لاکر دونوں قربانیاں دیں، جب مریم نے بچہ کو ہیکل میں لائیں، تو شمعون نامی ایک شخص نے ان کو گود میں لے کر خدا کی حمد کی۔

(لوقا باب۲ آیت ۲۲تا۳۹ میں پوری تفصیل موجود ہے)

حضرت عیسیٰؑ کا لڑکپن

اسی انجیل لوقا باب۲ آیت ۴۰تا۵۲ میں ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ان کے ماں باپ ہر

سال عیدِ فسح کے موقعہ پر یروشلم میں لیجایا کرتے تھے، جب وہ بارہ سال کے ہوئے۔عید کے دستور کے مطابق یروشلم گئے۔اوران دنوں کا کام پورا کر کے، ان کے ماں باپ گھر واپس آنے لگے۔تو یہ سمجھ کر کہ قافلہ میں حضرت عیسیٰؑ بھی موجود ہوں گے۔ایک منزل آگے نکل گئے ،تب معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ قافلہ میں نہیں ہیں تو ان کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے یروشلم آئے تو دیکھا کہ حضرت عیسیٰ ہیکل میں استاذوں کے درمیان بیٹھے ہیں اوران سے سوال وجواب کررہے ہیں۔لوگ حضرت عیسیٰؑ کی باتوں کوسن کر دنگ تھے، لوقا کی انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کا بچپن اپنے وطن میں گذرا اوران کی ماں ان کو لے کر کسی اور ملک میں نہیں گئیں،مگر متی کی انجیل میں اس کے بالکل برعکس قصہ نقل کیا ہے جب مجوسی ہیرودیس کے پاس نہیں آئے تو اس کو بڑا غصہ آیا، مجوسیوں کے ستارہ دیکھنے کے حساب سے بیت لحم اوران کی ساری سرحدوں کے ان سب لڑکوں کو جو دو برس یا اس سے کم کے تھے، سب کو قتل کرادیا، ادھر فرشتہ نے یوسف کوخواب میں دکھائی دے کر کہا کہ تم لوگ فوراً بھاگ کر مصر چلے جاؤ اور جب تک میں تجھ سے نہ کہوں وہیں رہنا؛ کیوں کہ ہیرودیس اس بچہ کی تلاش میں ہے؛ تاکہ اس کو قتل کردے، وہ لوگ راتوں رات وہاں سے بھاگ کر مصر روانہ ہوئے اور مصر ہی میں مقیم رہے؛ یہاں تک کہ ہیرودیس کا انتقال ہوا؛ جب وہ مرگیا تو خداوند کا فرشتہ پھر یوسف کوخواب میں نظر آیا اوراس سے کہا کہ بچہ اوراس کی ماں کو لے کر اسرائیل کے ملک میں چلا جا؛ اس لیے کہ جو بچہ کو قتل کرنا چاہتا تھا، وہ مرگیا ہے تو یوسف اور مریم بچہ کو لے کر اسرائیل کے ملک میں آئے۔ہیرودیس کے مرنے کے بعد اس کا ملک اس کے تین بیٹوں میں تقسیم ہوگیا تھا۔یہودیہ کا بادشاہ ارخلاؤس تھا، اس کے ملک میں جانے سے ڈرا اور خواب میں ہدایت پاکر گلیل کے علاقہ میں ''ناصرہ'' نامی شہر میں آکر قیام کیا۔ (دیکھو متی باب۲، آیت ۱۳تا۲۳)

ان دونوں انجیل کے بیان میں کس قدر تفاوت وتناقض ہے۔دونوں کا بیان صحیح ہو

یہ ممکن نہیں، یہ ہے ان کی الہامی کتاب۔ بھلا الہامی کتاب میں اس طرح کا تناقض ہوتا ہے اس وقت تو اس کو ایک تاریخی کتاب ہی کی حیثیت سے ذکر کیا جارہا ہے، انجیل کی بابت ایک مستقل باب قائم کر کے اس کے جعلی ومحرف ہونے پر گفتگو کی جائے گی۔

حضرت یحییٰ کی نبوت کا ظہور اور لوگوں کو اصطباغ دینا

یہودیوں میں بیعت لینے اور توبہ کرانے کا یہ طریقہ تھا، جس کو بیعت کرنا، توبہ کرانا ہے، اس کو پانی میں غوطہ دیتے تھے اور غسل کرنے کا حکم دیتے تھے۔ حضرت یحییٰ اونٹوں کے بال کا کپڑا پہنتے تھے اور چمڑا کا پٹکا باندھتے، ٹڈی اور جنگلی شہد کھا کر زندگی بسر کرتے تھے، ریاضت ونفس کشی سے عجیب بے نفسی چہرہ سے ظاہر ہوتی تھی۔ انہوں نے اعلان کرنا شروع کیا لوگو! آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ ان کی آواز میں ایک خاص اثر تھا۔ ہر طرف سے یہودی مرد اور عورتیں جوق در جوق آتے اور حضرت یحییٰ کے ہاتھ پر بیعت ہوتے، توبہ کرتے اور اصطباغ وبپتسمہ لیتے۔ ان سے پوچھا گیا ہے کہ آپ مسیح ہیں، یا ایلیاہ ہیں یا وہ نبی ہیں۔ تو انہوں نے کہا: نہ میں مسیح ہوں، نہ ایلیاہ ہوں نہ وہ نبی ہوں؛ بلکہ انہوں نے کہا: کہ میں یسعیاہ نبی نے کہا ہے: بیابان میں پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خدا کی راہ کو سیدھا کرو۔

انجیل یوحنا باب ۱، آیت ۱۹: جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن ولیوی، یہ پوچھنے کے لیے اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا؛ بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، انہوں نے اس سے پوچھا: پھر کون ہے؟ کیا ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا: میں نہیں ہوں! کیا وہ نبی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس انہوں نے اس سے کہا: پھر تو کون ہے؛ تاکہ اپنے بھیجنے والوں کو جواب دیں، تو اپنے حق میں کیا کہتا ہے، اس نے کہا، میں جیسا یسعیاہ نبی نے کہا ہے، بیابان میں ایک پکارنے والے کی

آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھا کرو!

فریسیوں کی طرف سے جو بھیجے گئے تھے، انہوں نے اس سے سوال کیا کہ اگر تو مسیح نہیں ہے۔ نہ ایلیاہ، نہ وہ نبی، تو بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ یوحنا نے جواب دیا، میں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں، تمہارے درمیان ایک شخص کھڑا ہے، جسے تم نہیں جانتے، یعنی میرے بعد کا آنے والا جس کی جوتی کا تسمہ میں کھولنے کے لائق نہیں، اور دوسری انجیلوں میں کاہنوں کا یوحنا سے سوال کرنا مذکور نہیں ہے؛ بلکہ انجیل متی ومرقس میں اس قسم کی کوئی بات منقول نہیں ہے؛ البتہ انجیل لوقا میں ہے، جب لوگ منتظر تھے اور سب اپنے دل میں یوحنا کی بابت سوچتے تھے کہ آیا وہ مسیح ہے یا نہیں؟ تو یوحنا نے ان سب سے جواب میں کہا کہ میں تو تمہیں پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں؛ مگر جو مجھ سے زور آور ہے، وہ آنے والا ہے میں اس کی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق نہیں؛ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔

اور انجیل مرقس میں ان لوگوں کے سوچنے کا بھی ذکر نہیں ہے، اس میں ہے۔ اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے، مجھ سے زور آور ہے، میں اس لائق نہیں ہوں کہ جھک کر ان کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں، میں نے تمہیں پانی سے بپتسمہ دیا؛ مگر وہ تمہیں روح القدس سے بپتسمہ دے گا۔

انجیل متی میں ہے کہ فریسیوں اور صدوقیوں کو بپتسمہ کے لیے اپنے پاس آتے دیکھا، تو ان سے کہا: اے سانپ کے بچو! تمہیں کس نے بتا دیا کہ آنے والے غضب سے بھاگو پس توبہ کے موافق پھل پاؤ۔ اپنے دلوں میں یہ کہنے کا خیال نہ کرو کہ ابراہیم ہمارا باپ ہے؛ کیوں کہ میں تم سے کہتا ہوں: خدا ان پتھروں سے ابراہیم کے لیے اولاد پیدا کرسکتا ہے۔ اب درختوں کی جڑ پر کلہاڑا رکھا ہوا ہے۔ پس جو درخت اچھا پھل نہیں لاتا، وہ کاٹا اور آگ میں ڈالا جائے گا۔ میں تمہیں توبہ کے لیے پانی سے بپتسمہ دیتا ہوں

؛لیکن جو میرے بعد آتا ہے، وہ مجھ سے زور آور ہے، میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں، وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔

انجیل لوقا میں سانپ کے بچوں والی بات کو نقل کیا، بپتسمہ والی بات ان لوگوں کے خیال معلوم کرنے کے بعد کہی۔

حضرت عیسیٰؑ کا یوحنا سے اصطباغ لینا

حضرت یحییٰ جب لوگوں کو بپتسمہ دیتے تھے تو ان دنوں حضرت عیسیٰؑ بھی، ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ مجھ کو بھی اصطباغ دیجیے، ابتداءً حضرت یحییٰؑ نے انکار کیا، پھر ان کو بپتسمہ دیا۔ جب دریا سے نہا کر اوپر آئے، تو ان پر کبوتر کی شکل میں روح القدس کا نزول ہوا اور آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے اور میں اس سے خوش ہوں، حضرت یحییٰ سے اصطباغ لینے کا واقعہ صرف انجیل متی ولوقا مرقس میں مذکور ہے؛ مگر انجیل یوحنا اصطباغ کے واقعہ کو نقل نہیں کرتا ہے، شاید اس میں حضرت عیسیٰؑ کی توہین محسوس کرتا ہے، انجیل یوحنا میں صرف یوحنا کی شہادت وگواہی کا تذکرہ ہے۔

انجیل متی باب ۳/۱۳۔ میں ہے: اس وقت یسوع گلیل سے یردن کے کنارے یوحنا کے پاس بپتسمہ لینے آیا؛ مگر یوحنا اسے یہ کہہ کر منع کرنے لگا کہ میں اب تجھ سے بپتسمہ لینے کا محتاج ہوں اور تو میرے پاس آیا ہے یسوع نے جواب میں اس سے کہا کہ اب تو ہونے ہی دے؛ کیوں کہ ہمیں اسی طرح ساری راست بازی پوری کرنی مناسب ہے، اس پر ہونے دیا اور یسوع بپتسمہ لے کر فی الفور پانی کے پاس سے اوپر آ گیا اور دیکھو اس کے لیے آسمان کا دروازہ کھل گیا۔ اور اس نے خدا کی روح کو کبوتر کے مانند اترتے دیکھا۔ اور اپنے اوپر آتے دیکھا اور دیکھو! آسمان سے آواز آئی کہ یہ میرا پیارا بیٹا ہے، جس سے میں خوش ہوں۔

انجیل مرقس اور لوقا دونوں میں قریب قریب اسی طرح ہے، دونوں میں اتنا فرق ہے کہ مرقس ولوقا کی انجیل یوحنا میں حضرت عیسیٰ کہتے ہیں کہ میں نے روح کو کبوتر کی

طرح آسمان سے اُترتے دیکھا ہے، یہ اختلاف وحی والہام میں نہیں ہوسکتا۔

حضرت عیسیٰؑ کا جنگل میں چالیس روز تک ریاضت کرنا

حضرت یحییٰ سے بپتسمہ لینے کے بعد فوراً چالیس روز جنگل میں جا کر ریاضت میں مشغول ہوگئے اسی دوران شیطان نے فتنہ میں مبتلا کرنا چاہا؛ مگر آپ اس پر غالب رہے انجیل متی کا بیان: روح اسی وقت جنگل لے گیا؛ تاکہ ابلیس سے آزمایا جائے۔ چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کرتے رہے، آخر میں ان کو بھوک لگی۔ اور آزمانے والے پاس آکر اس سے کہا کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے۔ تو فرما: یہ پتھر روٹیاں بن جائیں۔ اس نے جواب میں کہا کہ لکھا ہے کہ آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا؛ بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی ہے۔ تب ابلیس اسے مقدس شہر میں لے گیا اور ہیکل کے کنگرے پر کھڑا کر کے اس سے کہا کہ اگر خدا کا بیٹا ہے تو اپنے تئیں نیچے گرادے؛ کیوں کہ لکھا ہے کہ وہ تیری بابت فرشتوں کو حکم دے گا اور وہ تجھے ہاتھوں پر اٹھالیں گے، ایسا نہ ہو کہ تیرے پاؤں کو پتھر کی ٹھیس لگے۔ یسوع نے کہا یہ بھی لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کی آزمائش نہ کر۔ پھر ابلیس اسے بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی ساری بادشاہتیں اور ان کی شان وشوکت اسے دکھائی، اور اس سے کہا اگر تو مجھے جھک کر سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا، یسوع نے اس سے کہا: اے شیطان دور ہو! کیوں کہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر! اور صرف اس کی عبادت کر! تب ابلیس اس کے پاس سے چلا گیا۔ اور دیکھو فرشتے آکر ان کی خدمت کرنے لگے۔ باب ۴ انجیل مرقس باب ۱ آیت ۱۲، میں اس واقعہ کو بہت ہی اختصار سے ذکر کیا ہے, اور انجیل لوقا باب ۴، میں اس کو انجیل متی کی طرح تفصیل سے ذکر کیا ہے؛ مگر اس میں ہے کہ ابلیس تمام آزمائش کر چکا تو کچھ عرصہ کے لیے اس سے جدا ہوا۔

مگر انجیل یوحنا میں یوحنا سے اصطباغ پانے کو اور شیطان سے آزمائے جانے کو دونوں کو حذف کر دیا؛ اس لیے کہ اس میں تو صاف مسیح کو انسان بنانا پڑتا ہے جس کی وجہ سے اس کا ذکر ہی اڑا دیا۔

حضرت عیسیٰؑ کی نبوت کا ظہور اور ان کا لوگوں کو دعوت دینا

انجیل متی ولوقا ومرقس میں ہے کہ چالیس دن کی ریاضت کے بعد مسیح واپس آئے اور جلیل شہر کو گئے اور وہاں پر انہوں نے دعوت وتبلیغ کا کام انجام دینا شروع کیا۔ انجیل لوقا باب ۴ آیت ۱۴، میں ہے پھر یسوع قوت سے بھرا ہوا گلیل کو لوٹا۔ اور گردونواح میں اس کی شہرت پھیل گئی۔ اور وہ ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا۔ اور سب اس کی بڑائی کرتے رہے، انجیل مرقس باب ۱ آیت ۱۴، میں پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں خدا کی خوش خبری کی منادی کی اور کہا کہ وقت پورا ہو گیا ہے۔ اور خدا کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے، توبہ کرو۔ اور خوش خبری (انجیل) کو جانو، انجیل متی باب ۴ آیت ۱۲ میں ہے۔ اور جب اس نے سنا کہ یوحنا پکڑوا دیا گیا ہے، تو گلیل کو روانہ ہوا۔ اور ناصرہ کو چھوڑ کر کفرنحوم میں جا بسا جھیل کے کنارے جو زبولون اور نفتالی کی سرحد پر ہے۔ اس وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا: توبہ کرو! کیوں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آ گئی ہے؛ مگر انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح نے چالیس دن جنگل میں جا کر ریاضت نہیں کی؛ بلکہ حضرت یحییٰ نے حضرت عیسیٰ پر روح کو کبوتر کی شکل میں اترتے دیکھا، اس کے تیسرے دن گلیل کو چلے گئے، یوحنا نے پہلے دن گواہی دی، پھر دوسرے دن گواہی دی کہ یہ خدا کا برہ ہے۔ تو یوحنا کی بات سن کر ان کے دو شاگرد ایک بے نام کا یعنی خود انجیل کا مصنف یوحنا دوسرا اندریاس مسیح کے ساتھ ہوئے دوسرے دن یسوع نے گلیل میں جانا چاہا اور فلپس سے مل کر کہا: میرے پیچھے ہو لے۔

(انجیل یوحنا باب ۱ آیت ۳۵ تا ۴۲)

پھر انجیل متی سے معلوم ہوتا ہے کہ یسوع ناصرہ میں گئے، اس کے بعد کفرنحوم میں جا بسے، اور دیگر انجیلوں سے صرف گلیل میں جانا ثابت ہوتا ہے۔

حضرت مسیح کی نبوت کا زمانہ

انجیل متی ومرقس ولوقا سے مسیح کی مدت نبوت تین ماہ کے قریب ثابت ہوتی ہے، اس لیے کہ حضرت یحییٰ کا اصطباغ دینے کا اعلان قیصر روم طبریوس کی حکومت کے پندرہویں سال میں ثابت ہے اور اس وقت حناہ اور کائفا سردارِ کاہن تھے۔

(انجیل لوقا باب ۳)

اور حضرت عیسیٰؑ نے حضرت یحییٰؑ سے بپتسمہ اس دوران میں لیا۔ اس وقت ان کی عمر تیس سال کی تھی، اور مسیح کی پیدائش ۲۵ دسمبر کو ہے؛ اس لیے اس لحاظ سے اصطباغ کا زمانہ بھی قریب قریب انہی تاریخوں میں ہوگا۔ اصطباغ لینے کے بعد پہلی عید مارچ میں ہے، اور ان تینوں انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پہلی عید کو مسیح یروشلم میں گئے تھے، اور اسی موقع پر صلیب دیے گئے، اگر اس میں سے جنگل میں ریاضت کی مدت جو چالیس روز ہے اس کو نکال دیا جائے، تو یہ مدت اور کم ہو جاتی ہے۔ یعنی کل ڈیڑھ پونے دو ماہ، برخلاف انجیل یوحنا کے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ مسیح کی تعلیم کا زمانہ سوا تین سال کے قریب ہے؛ اس لیے کہ اس انجیل میں تین یا چار مرتبہ عید کے موقع پر یروشلم جانا بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ اس کو الہام ووحی سے نہیں لکھا گیا ہے؛ بلکہ جس کو جس طرح یاد تھا، یا جیسا دل میں آیا ویسا لکھ دیا۔

حضرت مسیح پر سب سے پہلے ایمان لانے والے

جنگل سے نکلنے کے بعد گلیل پہنچے، وہاں پر آپ نے منادی کی اور کہنا شروع کیا کہ

توبہ کرو! کیوں کہ آسمانی بادشاہت قریب آچکی ہے، یسوع تمام گلیل میں پھرتا رہا اور ان کے عبادت خانوں میں تعلیم دیتا رہا اور بادشاہت کی خوش خبری کی منادی کرتا رہا اور لوگوں کی ہر طرح کی بیماری، اور ہر طرح کمزوری دور کرتا رہا اور اس کی شہرت تمام سوریہ میں پھیل گئی اور لوگ سب بیماروں کو جو طرح طرح کی بیماریوں اور تکلیفوں میں گرفتار تھے اور انھیں جن میں بدروحیں تھیں، اور مرگی والوں اور مفلوجوں کو اس کے پاس لائے اس نے انھیں اچھا کیا، گلیل اور دکپلس اور یروشلم اور یہودیہ اور یردن پار سے بڑی بھیڑ اس کے پیچھے ہولی۔ (انجیل متی باب ۴، ۳۵/۳۲)

گلیل کی جھیل کے کنارے حضرت عیسیٰؑ کھڑے تھے اور بھیڑ اس پر گری پڑتی تھی اور خدا کا کلام سنتی تھی، حضرت عیسیٰؑ نے جھیل کے کنارے دو کشتیاں لگی دیکھیں، اور مچھلی پکڑنے والے اتر کر جال دھو رہے تھے، حضرت عیسیٰؑ نے شمعون کی کشتی پر بیٹھ کر شمعون سے کہا کہ کنارے سے ذرا ہٹا لے چل اور بیٹھ کر لوگوں کو کشتی پر سے تعلیم دینے لگا۔ جب کلام ختم ہوا تو شمعون سے کہا گہرے میں لے چل اور تم شکار کے لیے اپنا جال ڈالو شمعون نے جواب میں کہا: اے صاحب! ہم نے رات بھر محنت کی اور کچھ ہاتھ نہ آیا؛ مگر تیرے کہنے سے جال ڈالتا ہوں، انھوں نے جال ڈالا، اور مچھلیوں کا بڑا غول گھیر لائے اور ان کے جال پھٹنے لگے، انھوں نے اپنے ساتھیوں کو جو دوسری کشتی میں تھے، اشارہ کیا کہ آؤ ہماری مدد کرو، پس انھوں نے آکر دونوں کشتیاں یہاں تک بھر دیں کہ ڈوبنے لگیں۔ شمعون یہ دیکھ کر یسوع کے پاؤں پر گرا اور کہا: اے خداوند میرے پاس سے جا؛ اس لیے کہ میں گنہگار آدمی ہوں کیونکہ مچھلیوں کے اس شکار سے وہ اور اس کے سب ساتھی حیران ہوئے، اسی طرح زبدی کے دونوں بیٹے یوحنا و یعقوب جو شمعون کے شریک تھے، حیران ہوئے یسوع نے شمعون سے کہا: خوف نہ کر، اب سے تو آدمیوں کا شکار کیا کرے گا، وہ کشتیوں کو کنارے پر لائے اور سب کچھ چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔ (لوقا باب ۵)

اور انجیل مرقس ومتی میں اس واقعہ کو دوسرے انداز سے ذکر کیا ہے۔ جس میں کثرت سے مچھلیوں کے پکڑے جانے کا معجزہ مذکور نہیں۔ گلیل کی جھیل کے کنارے دو بھائیوں کو یعنی شمعون جو پطرس کہلاتا ہے اور اس کے بھائی اندریاس کو جھیل میں جال ڈالتے دیکھا؛ کیوں کہ وہ ماہی گیر تھے، ان سے کہا کہ میرے پیچھے چلے آؤ۔ میں تم کو آدم گیر بناؤں گا۔ وہ فوراً جال چھوڑ کر ان کے پیچھے ہو لیے، اور وہاں سے آگے بڑھ کر اس نے اور دو بھائیوں کو دیکھا، یعقوب اور یوحنا جو دونوں زبدی کے بیٹے تھے جو اپنے باپ کے ساتھ کشتی میں اپنے جالوں کی مرمت کر رہے تھے۔ ان کو بلایا، وہ فوراً کشتی اور اپنے باپ کو چھوڑ کر اس کے پیچھے ہو لیے۔

(انجیل متی باب نمبر ۴ و مرقس باب نمبر ۱)

اور انجیل یوحنا میں مچھلی کے واقعہ کو یا جال کی مرمت کرنے کی بات اس میں کسی کا ذکر نہیں ہے؛ بلکہ گلیل کی جھیل کا بھی ذکر نہیں ہے؛ بلکہ حضرت یحییٰ نے جب دوسرے دن بھی گواہی دی کہ یہ خدا کا برہ ہے، تو اس کے دو شاگرد، جس میں ایک بے نام کا یعنی انجیل یوحنا کا مصنف دوسرا اندریاس حضرت مسیح کے ساتھ ہو لیے، اور اندریاس اپنے بھائی شمعون کو یسوع کے پاس لایا، تو یسوع نے اس پر نگاہ کر کے کہا: تو یوحنا کا بیٹا شمعون ہے تو! یعنی پطرس کہلائے گا۔ (باب نمبر: ۱، آیت: ۳۵ تا ۴۳)

حضرت عیسیٰؑ کا بارہ شاگردوں کو منتخب کرنا

حضرت عیسیٰؑ مختلف شہروں اور گاؤں میں اور عبادت خانوں میں جا جا کر تبلیغ وتعلیم دیتے اور اپنے معجزات سے طرح طرح کی بیماریوں کو دور کرتے، اور لوگوں کو شفا ہوتی، جس کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ کے پاس ایک بھیڑ لگی رہتی۔ اس بھیڑ کو دیکھ کر حضرت عیسیٰؑ کو بہت ترس آیا کہ یہ ان بھیڑوں کے مانند ہیں، جس کا کوئی چرواہا نہ ہو، حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ فصل تو بہت ہے؛ لیکن مزدور تھوڑے ہیں۔ پس فصل کے

مالک کی منت کرو کہ وہ اپنی فصل کاٹنے کے لیے مزدور بھیج دے۔ پھر پہاڑ پر چلے گئے اور خدا سے برابر رات بھر دعا مانگتے رہے، جب دن ہوا تو اپنے شاگردوں کو اوپر بلایا اور ان میں سے بارہ افراد کو منتخب فرمایا؛ تاکہ وہ مسیح کی تعلیم پھیلائیں اور اس کی منادی کریں اور ان کو ناپاک روحوں پر اختیار بخشا کہ ان کو نکالیں، اور ہر طرح کی کمزوری کو دور کریں، اور ان کو بہت ساری باتوں کی تلقین کی، اور نصیحت کی اور ان کو روانہ کرتے وقت کہا کہ غیر قوموں کی طرف نہ جانا، اور سامریوں کے کسی شہر میں داخل نہ ہونا؛ بلکہ اسرائیل کے گھرانوں کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے پاس جانا اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے بیماروں کو اچھا کرنا، مُردوں کو جلانا، کوڑھیوں کو پاک وصاف کرنا تم نے مفت پایا ہے، مفت دینا دیکھو میں تمہیں بھیجتا ہوں، گویا بھیڑوں کو بھیڑیوں کے بیچ میں، پس سانپوں کے مانند ہوشیار اور کبوتروں کے مانند بھولے بنو؛ مگر آدمیوں سے خبردار ہو، کیوں کہ وہ تمہیں عدالتوں کے حوالہ کریں گے اور اپنے عبادت خانوں میں تمہیں کوڑے ماریں گے۔ یادرکھو شاگرد اپنے استاد سے بڑا نہیں ہوتا ہے۔ اور نوکر اپنے مالک سے، شاگرد کے لیے یہ کافی ہے کہ اپنے استاذ کے مانند ہے۔ اور نوکر کے لیے یہ کہ اپنے مالک کے مانند، جب انھوں نے گھر کے مالک کو "بعلزبول" کہا تو اس کے گھرانے کے لوگوں کو کیوں نہ کہیں گے۔ پس ان سے ڈرو؛ کیوں کہ کوئی چیز ڈھکی نہیں ہے جو کھولی نہ جائیگی۔ اور نہ کوئی چیز چھپی ہے جو جانی نہ جائے گی۔ جو کچھ میں اندھیرے میں کہتا ہوں، اُجالے میں کہو۔ جو کچھ تم کان میں سنتے ہو، کوٹھوں پر اس کی منادی کرو، جو بدن کو قتل کرتے ہیں۔ اور جو روح کو قتل نہیں کرسکتے ہیں، ان سے نہ ڈرو بلکہ اس سے ڈرو جو روح وبدن دونوں کو ہلاک کرسکتا ہے، پس جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا اقرار کرے گا۔ میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو آسمان پر ہے اقرار کروں گا؛ مگر جو کوئی آدمیوں کے سامنے میرا انکار کرے گا، میں بھی اپنے باپ کے سامنے جو

آسمان پر ہے اس کا انکار کروں گا۔ (انجیل لوقا باب ۶ و مرقس باب ۳ و انجیل متی باب ۱۰)

بارہ حواریوں کے نام

(۱) شمعون جو پطرس کہلاتا ہے۔ (۲) اس کا بھائی اندریاس۔ (۳) یعقوب (۴) یوحنا جو دونوں زبدی کے بیٹے ہیں۔ (۵) فلپس (۶) برتلمائی (۷) لوقا (۸) متی محصول لینے والا (۹) یعقوب حلفی کا بیٹا (۱۰) تدی (۱۱) شمعون قنانی (۱۲) یہودا اسکریوتی جس نے اسے پکڑوایا۔

انجیل متی باب ۱۰، انجیل مرقس میں یہی نام ہے، باب ۳ انجیل لوقا میں تدی کی جگہ یہوادہ یعقوب کا بیٹا ہے باب ۶ مستر دانجیل برناباس میں بھی بارہ نام ہیں؛ مگر توما کی جگہ پر خود برناباس کا نام ہے۔

ستر (۷۰) شاگردوں کا انتخاب

تبلیغ کی ضرورت کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کے بعد پھر ستر آدمیوں کا انتخاب کیا۔ اور ان کو تبلیغ کے لیے روانہ کیا اور ان لوگوں نے اپنا اپنا کام کر کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی رپورٹ دی، اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔

ان باتوں کے بعد خداوند نے ستر آدمی اور مقرر کیے اور جس جس شہر اور جگہ کو خود جانے والے تھے، وہاں انھیں دو دو کر کے اپنے آگے بھیجا، (لوقا باب ۱۰) وہ ستر خوش ہو کر پھر آئے اور کہنے لگے۔ اے خداوند! تیرے نام سے بدروحیں بھی ہمارے تابع ہیں، اس نے ان سے کہا میں شیطان کو بجلی کی طرح آسمان سے گرا ہوا دیکھ رہا تھا، دیکھو میں نے تم کو اختیار دیا کہ سانپوں اور بچھوؤں کو کچلو اور دشمن کی ساری قدرت پر غالب آؤ اور تم کو ہرگز کسی چیز سے ضرر نہ پہنچے گا۔ تو بھی اس سے خوش نہ ہو کہ روحیں تمہارے تابع ہیں؛ بلکہ اس سے خوش ہو کہ تمہارے نام آسمان پر لکھے ہوئے ہیں۔ (لوقا باب ۱۰/۱۷)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات

انبیائے کرام علیہم السلام اپنے پیغام کی صداقت اور حقانیت کو دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کرتے ہیں؛ مگر عام طور پر انبیاء کرامؑ کے ہاتھوں ان براہین ودلائل کے ساتھ من جانب اللہ ان کی صداقت کی تائید میں عام قانونِ قدرت سے جدا بغیر اسباب ووسائل کے ان کے ہاتھوں امورِ عجیبہ کا مظاہرہ بھی، اس طرح ہوا ہے کہ عوام کیا خواص سب اس کے مقابلہ سے عاجز ودر ماندہ ہوتے ہیں، یہ طریقہ انسان کی عقل وفکر کو ایسا متأثر کرتا ہے کہ اس کا وجدان اس کو یہ تسلیم کرنے پر مجبور کرتا ہے کہ یہ عمل اس کا اپنا عمل نہیں ہے؛ بلکہ اس کے ساتھ خدا کی قوت کام کر رہی ہے اور وہ اس کی صداقت کا خدائی نشان ہے، اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہت سے معجزات کا ظہور وصدور ہوا کتنے کوڑھیوں، اندھوں کو خدا کے حکم سے شفا بخشی، اور مُردہ کو زندہ کیا، پانی چلے، دوروٹی میں پانچ ہزار آدمیوں کو کھانا کھلایا۔

اندھے کو بینا بنا دینا

اور وہ یریحو میں آئے اور جب وہ اور اس کے شاگرد اور ایک بڑی بھیڑ یریحو سے نکلتی تھی، تو تمائی کا بیٹا برتمائی ایک اندھا فقیر راہ کے کنارے بیٹھا ہوا تھا، یہ سن کر کہ یہ یسوع ناصری ہے، چلا چلا کر کہنے لگا کہ اے بن داؤد! اے یسوع! مجھ پر رحم کر اور بہتوں نے اسے ڈانٹا کہ چپ رہ؛ مگر وہ اور بھی زیادہ چلایا کہ اے ابن داؤد! مجھ پر رحم کر یسوع نے کھڑے ہو کر کہا: اسے بلاؤ! پس انھوں نے اس اندھے کو یہ کہہ کر بلایا کہ خاطر جمع رکھ ،اٹھ وہ تجھے بلاتا ہے۔ وہ اپنا کپڑا پھینک کر اُچھل پڑا۔ اور یسوع کے پاس آیا یسوع نے اس سے کہا: تو کیا چاہتا ہے کہ میں تیرے لیے کروں، اندھے نے اس سے کہا اے میرے استاذ یہ کہ میں بینا ہو جاؤں یسوع نے اس سے کہا جا تیرے ایمان نے تجھے اچھا

کرد، یا وہ فی الفور بینا ہوگیا۔ (مرقس باب ۱۰) اسی سے ملتا جلتا مضمون متی باب ۲۰ اور لوقا باب ۱۸ میں ہے۔

کوڑھیوں کو شفا دینا

جب وہ پہاڑ سے اترا تو بہت بھیڑ اس کے پاس ہوئی اور دیکھو ایک کوڑھی نے اس کے پاس آ کر اسے سجدہ کیا اور کہا: اے خداوند! اگر تو چاہے تو مجھے پاک صاف کر سکتا ہے، اس نے ہاتھ بڑھا کر اسے چھوا اور کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو پاک صاف ہو جا، وہ فوراً کوڑھ سے پاک صاف ہوگیا۔ (متی باب ۸ لوقا باب ۵ مرقس باب ۱)

مردہ کو زندہ کرنا

لعزر نام کا ایک شخص جو مریم اور مرتھا کا بھائی تھا، اسے قبر میں دفن کیے چار دن ہوئے تھے، یسوع نے کہا: پتھر اٹھاؤ، اس مرے شخص کی بہن مرتھا نے اس سے کہا: اے خداوند! اس میں تو اب بو آتی ہے؛ کیوں کہ اسے مرے ہوئے چار دن ہوگئے۔ یسوع نے اس سے کہا کہ میں نے تجھ سے کہا نہ تھا کہ اگر تو ایمان لائے گی تو خدا کا جلال دیکھے گی پس انھوں نے اس پتھر کو اٹھایا تو پھر یسوع نے آنکھیں اٹھا کر کہا: اے باپ میں تیرا شکر کرتا ہوں کہ تو نے میری سن لی اور مجھے معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے؛ مگر ان لوگوں کے باعث جو آس پاس کھڑے ہیں؛ میں نے یہ کہا؛ تا کہ وہ ایمان لائیں کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے۔ اور یہ کہہ کر بلند آواز سے پکارا: اے لعزر نکل آ! جو مر گیا تھا۔ وہ کفن سے ہاتھ باندھے ہوئے نکل آیا۔ اس کا چہرہ رومال سے لپٹا ہوا تھا۔ (انجیل یوحنا باب ۱۱ انجیل لوقا باب ۷) میں ایک اور واقعہ مردہ کو زندہ کرنے کا نقل کیا جس میں لوگ مردہ کا جنازہ لیے جا رہے تھے، اس نے پاس آ کر جنازہ کو چھوا اور اٹھانے والے کھڑے ہوگئے اور اس نے کہا: اے جوان! میں تجھ سے کہتا ہوں، اُٹھ بیٹھا اور بولنے لگا۔ اور اس نے

اس کی ماں کو سونپ دیا اور سب پر دہشت چھا گئی۔ اور وہ خدا کی بڑائی کر کے کہنے لگے کہ ایک بڑا نبی ہم میں اُٹھا ہے اور یہ کہ خدا نے اپنی امت پر توجہ کی۔

مٹی سے پرند کی شکل بنا کر اس میں حضرت عیسیٰ کا پھونک مار دینا جس سے وہ زندہ پرند بن جاتا۔ اس معجزہ کا انجیلوں میں کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے؛ حالانکہ یہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا، اسی طرح ایک اور معجزہ کہ حضرت عیسیٰ لوگوں کو بتلا دیا کرتے تھے کہ تم کیا کھا کر آئے ہو اور گھر میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے۔

﴿اَنِّیْ قَدْ جِئْتُکُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ اَنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَهَیْئَةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَکُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَکْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَةً لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (آل عمران: ۴۹)

البتہ انجیل طفولیت میں حضرت عیسیٰ کے بچپن کے قصہ میں پرندہ کی شکل بنا کر اُڑانے کا تذکرہ ہے۔ باب سی وششم میں ہے جب کہ مسیح سات برس کا ہوا تھا، ایک روز جب کہ وہ اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ تھے، جو کھیلتے ہوئے مختلف شکلیں مٹی کی بنا رہے تھے، گدھوں کی بیلوں کی چڑیوں کی دوسرے جانوروں کی، اور ہر ایک اپنی صنعت کی تعریف کرتا ہوا کوشش کرتا تھا کہ اس کو دوسروں کی صنعت سے بڑھا دے تب سردار یسوع نے لڑکوں سے کہا: میں اپنی تصویروں کو جو بنائی ہیں حکم دوں گا کہ چلو، اسی وقت سردار یسوع نے حکم دیا کہ چلیں فوراً وہ اچھلنے لگیں اور جب ان کو حکم دیا کہ واپس آجاؤ تو وا پس آگئیں اور اس سے کچھ تصویریں پرندوں اور چڑیوں کی بھی بنائی تھی۔ جن کو وہ جس وقت حکم دیتا تھا کہ اڑو! تو اڑتی تھیں، اور جب کہتا کہ ٹھہرو! تو ٹھہر جاتی تھیں اور جب ان کو کھانے پینے کو دیتا تھا تو وہ کھاتی تھیں۔ اور پیتی تھیں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

دوسرا محاضرہ

(عیسائیت انجیل کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیسائیت انجیل کی روشنی میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی نئے مذہب کی بنیاد ڈالنے کے لیے دنیا میں تشریف نہیں لائے تھے؛ بلکہ ان کی دعوت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے دین کی تجدید تھی؛ اس لیے انہوں نے بنی اسرائیل اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متبعین سے الگ کوئی جماعت نہیں بنائی، نہ اس کا کوئی مستقل نام رکھا۔ بیت المقدس ہی کے ہیکل میں وہ عبادت کرنے کے لیے جاتے اور موسوی شریعت کا اپنے کو پابند سمجھتے تھے، اور دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے؛ البتہ انسانی احکام جو ان کے احبار ورہبان نے بنا رکھے تھے، ان کی تردید کرتے تھے، اور بعض بعض خاص حکم کو بحکم خداوندی منسوخ بھی کیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک موقع پر فرماتے ہیں۔ اے آسمان اور زمین کے خداوند! میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقل مندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں، ہاں اے باپ! کیوں کہ ایسا ہی تجھے پسند آیا، میرے باپ کی طرف سے سب کچھ مجھے سونپا گیا

ہے، اور کوئی بیٹے کو نہیں جانتا ہے، سوائے باپ کے اور باپ کو کوئی نہیں جانتا سوائے بیٹے کے اور اس کے جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔ اے محنت اٹھانے والو، اور بوجھ سے دبے ہوئے لوگو۔ سب میرے پاس آؤ میں تمہیں آرام دوں گا میرا جوا اپنے اوپر اٹھالو اور مجھ سے سیکھو! کیوں کہ میں حلیم ہوں اور دل کا فروتن۔ تو تمہاری جانیں آرام پائیں گی ؛ کیوں کہ میرا جوا ملائم ہے، اور میرا بوجھ ہلکا ہے۔ (انجیل متی باب ۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فریسیوں اور فقیہوں کے اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا، اس نے جواب میں ان سے کہا: تم اپنی روایت سے خدا کا حکم کیوں ٹال دیتے ہو؟ خدا نے فرمایا ہے کہ باپ کی اور ماں کی عزت کر اور جو ماں باپ کو بُرا کہے کہ جس چیز کا تجھے مجھ سے فائدہ پہنچ سکتا تھا، وہ خدا کی نذر ہو چکی ہے، تو وہ اپنے باپ کی عزت نہ کرے ۔پس تم نے اپنی روایت سے خدا کا کلام باطل کر دیا۔ اے ریاکارو! یسعیاہ نے تمہارے حق میں کیا خوب نبوت کی، یہ امت زبان سے تو میری عزت کرتی ہے، مگر ان کا دل مجھ سے دور ہے اور یہ بے فائدہ میری پرستش کرتے ہیں ؛ کیوں کہ آدمیوں کے حکموں کی تعلیم دیتے ہیں۔ (متی باب ۷)

عہد نامۂ قدیم کے صحیفوں سے ہر شخص کو یہ جاننے میں سہولت ہے کہ خدا کون ہے۔ اور انسان کون؟ اور اس سے وہ طریقہ بھی معلوم ہوتا ہے جس سے خدا اپنے عدل ورحمت کے ساتھ انسانوں سے سلوک کرتا ہے، اگر چہ اس میں ناقص اور متروک مواد شامل ہے پھر بھی وہ حقیقی طور پر ربانی تعلیم کی شہادت پیش کرتے ہیں۔

چوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دینِ موسوی کی تجدید کے لیے مبعوث ہوئے تھے؛ اس لیے انجیل میں مفصل شریعت اور عبادت کی مفصل ہدایات نہیں ہیں ؛ بلکہ شریعت وعبادت کا اجمالی تذکرہ ہے اور توریت پر ہی عمل کی تلقین ہے، بس معاشرت اور عبادت کے لیے چند اصول سکھائے ہیں اور نیت واخلاص پر زیادہ زور دیا ہے۔

توریت پر عمل کی تلقین

یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں؛ بلکہ پوا کرنے آیا ہوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائے، ایک نقطہ یا شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا؛ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے، پس جو کوئی چھوٹے سے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا؛ لیکن جو ان پر عمل کرے گا اور اس کی تعلیم دے گا وہ آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔

(انجیل متی باب ۵)

اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں، کہ فقیہہ اور فریسی موسیٰ علیہ السلام کی گدی پر بیٹھے ہیں، پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو؛ لیکن ان کے سے کام نہ کرو؛ کیونکہ وہ کہتے ہیں، اور کرتے نہیں۔ (انجیل متی باب: ۲۳)

توحید ورسالت کی تعلیم

کسی سردار نے اس سے سوال کیا کہ اے نیک استاذ! میں کیا کروں؛ تا کہ ہمیشہ زندگی کا وارث بنوں۔ یسوع نے اس سے کہا، تو مجھے نیک کیوں کہتا ہے، کوئی نیک نہیں ہے؛ مگر ایک یعنی خدا اور تو حکموں کو جانتا ہے۔ زنا نہ کر، خون نہ کر، چوری نہ کر۔ وغیرہ ذالک (انجیل لوقا باب ۱۸ انجیل مرقس باب ۱۰)

اور انجیل متی باب ۱۹ میں یہ واقعہ اس طرح ہے: اس نے اس سے کہا: تو مجھ سے نیکی کی بابت کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہے؛ لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو حکموں پر عمل کر! ایک فقیہہ کے جواب میں وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب

حکموں میں اول کونسا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! خدا وند ہمارا ایک ہی خداوند ہے۔ اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان سے اور اپنی ساری عقل سے اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ، دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوس سے اپنے برابر محبت رکھ۔ اس سے بڑا اور کوئی حکم نہیں، فقیہہ نے اس سے کہا: اے استاذ! کیا خوب تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں اور اس سے سارے دل اور ساری عقل اور ساری طاقت سے محبت رکھنی اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنی، سب سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ تب یسوع نے دیکھا کہ اس نے دانائی سے جواب دیا، انجیل مرقس باب ۱۲، انجیل متی باب ۲۲ میں یہی واقعہ مذکور ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے جواب میں اتنا اضافہ ہے انہی دونوں حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔

یسوع کی آزمائش کے موقع پر جب شیطان نے کہا پس تو میرے آگے سجدہ کرے تو یہ سب تیرا ہوگا، یسوع نے جواب میں اس سے کہا: لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر، اور صرف اسی کی عبادت کر۔ انجیل متی و مرقس، سب میں یہ واقعہ مذکور ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا ہے اور میرے بھیجنے والے کا یقین کرتا ہے، ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ بیٹا آپ سے کچھ نہیں کر سکتا ہے، سوائے اس کے جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے؛ کیوں کہ جن کاموں کو وہ کرتا ہے۔ بیٹا بھی اسی طرح کرتا ہے؛ اس لیے کہ باپ بیٹے کو عزیز رکھتا ہے۔ اور جتنے کام خود کرتا ہے اسے دکھاتا ہے؛ بلکہ ان سے بھی بڑے کام اسے دکھائے گا جو بیٹے کی عزت نہیں کرتا ہے، وہ باپ کی جس نے اسے بھیجا ہے۔ عزت نہیں کرتا ہے، میں آپ سے کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں، جیسا سنتا ہوں، عدالت کرتا ہوں، اور میری عدالت راست ہے؛ کیوں کہ

اپنی مرضی نہیں؛ بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں، پس انہوں نے اس سے کہا کہ ہم کیا کریں؛ تا کہ خدا کے کام انجام دیں، یسوع نے جواب میں ان سے کہا، خدا کا کام یہ ہے کہ جسے اس نے بھیجا ہے اس پر ایمان لاؤ۔ (انجیل یوحنا باب ۶/۵)

میری تعلیم میری نہیں ہے؛ بلکہ میرے بھیجنے والے کی ہے، اگر کوئی اس کی مرضی پر چلنا چاہے تو وہ اس کی تعلیم کی بابت جان لے گا کہ وہ خدا کی طرف سے ہے، یا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ (انجیل یوحنا باب ۷)

حضرت عیسیٰ شاگردوں کو تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تم ربی نہ کہلاؤ؛ کیوں کہ تمہارا استاذ ایک ہی ہے۔ اور تم سب بھائی ہو اور زمین پر کسی کو اپنا باپ نہ کہو، کیوں کہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمانی ہے، اور تم ہادی مت کہلاؤ؛ کیونکہ تمہارا ہادی ایک ہی ہے یعنی مسیح۔ (انجیل متی باب ۲۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشریت (انسان ہونا) حضرت عیسیٰ ؑ کا خدا سے دعا کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا

حضرت عیسیٰ کا خدا سے دعا کرنا اور اس کا شکر ادا کرنا چاروں انجیل میں جگہ نقل کیا گیا ہے، نمونہ کے طور پر چند دعاؤں کو نقل کیا جاتا ہے، لوقا باب ۵ میں ہے بہت سے لوگ جمع ہوئے کہ اس کی سنیں اور اپنی بیماریوں سے شفا پائیں؛ مگر وہ جنگل میں الگ جا کر دعا مانگا کرتا تھا (مرقس باب ۱) میں ہے صبح ہی دن نکلنے سے بہت پہلے وہ اٹھ کر نکلا اور ایک ویران جگہ میں گیا اور دعا مانگی، متی باب ۱۲ اولوقا باب ۱۰ میں ہے اس وقت یسوع نے کہا، اے باپ آسمان وزمین کے خداوند میں تیری حمد کرتا ہوں کہ تو نے یہ باتیں داناؤں اور عقل مندوں سے چھپائیں اور بچوں پر ظاہر کیں، ہاں اے باپ کیوں کہ ایسا ہی تجھے پسند آیا۔

اوران کی انجیل کے مطابق جس باغ میں گرفتار کیا گیا، اس باغ میں دعا کا ذکر تو چاروں انجیل میں تھوڑے فرق سے موجود ہے، اپنے شاگردوں سے کہا یہیں بیٹھے رہنا جب تک میں وہاں جا کر دعا مانگوں پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹے کو ساتھ لے کر غمگین و بے قرار ہونے لگا، آگے اس میں ذکر ہے کہ پھر تھوڑا آگے بڑھا اور منہ کے بل گر کر یہ دعا مانگی اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جائے، تاہم جیسا میں چاہتا ہوں ویسا نہیں؛ بلکہ جیسا تو چاہتا ہے ویسا ہی ہو، اسی طرح تین بار دعا مانگی لوقا میں اتنا اضافہ ہے کہ آسمان سے ایک فرشتہ اس کو دکھائی دیا، وہ اس کو تقویت دیتا تھا۔ متی باب ۲۶، مرقس ۱۴ لوقا باب اور یوحنا باب ۱۷ میں اپنے لیے اور حواریوں کے لیے ایک لمبی دعا کا تذکرہ ہے۔

دوسروں کو دعا کرنے کی ترغیب دینا اور اس کا طریقہ بتلانا

پھر ایسا ہوا کہ وہ کسی جگہ دعا مانگتا تھا، جب مانگ چکا اس کے شاگردوں میں سے ایک نے کہا: اے خداوند! جیسا یوحنا نے شاگردوں کو دعا مانگنی سکھائی تو بھی ہمیں سکھا اس نے ان سے کہا جب تم دعا مانگو تو کہو کہ اے باپ اب تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہت آئے ہماری ہر روز کی روٹی ہمیں دیا کر، اور ہمارے گناہوں کو معاف کر کیوں کہ ہم بھی اپنے قرض دار کو معاف کرتے ہیں۔ اور ہمیں آزمائش میں نہ لا۔

(انجیل لوقا باب ۱۱)

جب تم دعا مانگو تو ریاکاروں کی مانند نہ ہو؛ کیونکہ وہ عبادت خانوں میں اور بازاروں کے موڑوں پر کھڑے ہو کر دعا مانگنا پسند کرتے ہیں؛ تاکہ لوگ انھیں دیکھیں میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ وہ اپنا اجر پا چکے؛ بلکہ جب تو دعا مانگے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے، دعا مانگ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے، تجھے بدلہ دے گا اور دعا مانگتے وقت غیر قوموں

کے لوگوں کی طرح بک بک نہ کرو! کیوں کہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے بہت بولنے کے سبب ہماری سنی جائے گی، پس ان کے مانند نہ ہو؛ کیوں کہ تمہارا باپ تمہارے مانگنے سے پہلے ہی جانتا ہے کہ تم کن چیزوں کے محتاج ہو، پس تم اس طرح دعا مانگا کرو کہ اے ہمارے باپ! تو جو آسمان پر ہے، تیرا نام پاک مانا جائے، تیری بادشاہت آئے، تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے، زمین پر بھی ہو، ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے جس طرح ہم نے اپنے قرض داروں کو معاف کیا ہے، تو بھی ہمارے قرض ہمیں معاف کر، اور ہمیں آزمائش میں نہ لا؛ بلکہ برائی سے بچا؛ اس لیے اگر تم آدمیوں کے قصور معاف کروگے، تو تمہارا آسمانی باپ بھی تمہیں معاف کرے گا۔ اگر تم آدمیوں کے قصور معاف نہ کروگے، تو تمہارا باپ بھی تمہارا قصور معاف نہیں کرے گا۔ (انجیل متی باب ۶)

مانگو تو تمہیں دیا جائے گا ڈھونڈو تو پاؤ گے، دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا؛ کیوں کہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے۔ اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جائے گا، ایسا کونسا آدمی ہے کہ اگر بیٹا اس سے روٹی مانگے تو وہ اسے پتھر دے، اگر مچھلی مانگے تو سانپ دے پس جب کہ تم بُرے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیز دینا جانتے ہو، تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے، اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا؟ پس جو کچھ تم چاہتے ہو، کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں، وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو؛ کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔ (متی باب ۸ لوقا باب ۱۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خود اپنے متعلق تصور

حضرت عیسیٰؑ نے ہمیشہ اپنے آپ کو ایک نبی اور ہادی اور رسول کی حیثیت سے پیش کیا۔ حضرت عیسیٰؑ جب اپنے وطن ناصرہ آئے اور سبت کے دن عبادت خانہ میں تعلیم دینے لگے تو بہت سے لوگ حیران ہوئے، اور کہنے لگے کہ یہ باتیں اس کو کہاں سے آگئیں اور یہ کیا حکمت ہے، جو اس کو بخشی گئی۔ کیا وہی بڑھی نہیں جو مریم کا بیٹا اور یعقوب

اور یوسیس اور یہودا اور شمعون کا بھائی ہے، اور کیا اس کی بہنیں یہاں ہمارے یہاں نہیں، پس انھوں نے اس کے سبب ٹھوکر کھائی، یسوع نے ان سے کہا کہ نبی اپنے وطن اور رشتہ دار اور اپنے گھر کے سوا اور کہیں بے عزت نہیں ہوتا۔ (مرقس باب ۶)

حضرت سے کہا گیا کہ ہیرودیس آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے؛ اس لیے بیت المقدس سے نکل کر کہیں اور چلے جایئے۔ اس کے جواب میں فرمایا: مگر مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ چلنی ضروری ہے؛ کیوں کہ ممکن نہیں کہ نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو، اے یروشلم، اے یروشلم تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے، ان کو سنگسار کرتی ہے۔ (لوقا باب ۱۳)

اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھے خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے۔ جانیں (انجیل یوحنا باب ۱۷/۳) لیکن میرے پاس جو گواہی ہے وہ یوحنا کی گواہی سے بڑی ہے؛ کیوں کہ جو کام باپ نے مجھے پورے کرنے کو دیے ہیں، یعنی یہی کام جو میں کرتا ہوں، وہ میرے گواہ ہیں کہ باپ نے مجھے بھیجا ہے (یوحنا باب ۵)

جس نے مجھے بھیجا ہے وہ سچا ہے اور جو میں نے اس سے سنا وہی دنیا سے میں کہتا ہوں، اور اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا؛ بلکہ جس طرح باپ نے مجھے سکھایا ہے، اسی طرح یہ باتیں کہتا ہوں، اور جس نے مجھے بھیجا ہے، وہ میرے ساتھ ہے، اس نے مجھے اکیلا نہیں چھوڑا ہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ کے متعلق ان کے حواری اور ہم عصروں کا تصور

شہر میں ایک بیوہ کے اکلوتے لڑکے کا جنازہ جا رہا تھا، جب حضرت عیسیٰ نے اس کو زندہ کر دیا، تو لوقا باب ۷ میں ہے کہ سب پر دہشت چھا گئی اور وہ خدا کی بڑائی کر کے کہنے لگے کہ ایک نبی ہم میں اٹھا ہے اور یہ کہ خدا نے اپنی امت پر توجہ کیا، ایک فریسی کے گھر حضرت عیسیٰ کی دعوت تھی، ایک بدچلن عورت سنگ مرمر کی عطر دانی میں عطر لائی، وہ

عورت اس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی، اس پر عطر بھی ڈالا، تو دعوت کرنے والے فریسی نے یہ دیکھ کر اپنے جی میں کہا، اگر یہ شخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جو اسے چھوتی ہے وہ کون وکیسی عورت ہے، (لوقا باب ۷)

حضرت مع شاگردوں کے قیصریہ فلپی کے علاقہ میں تھے تو راہ میں اس نے اپنے شاگردوں سے پوچھا یہ کہ لوگ مجھے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یوحنا بپتسمہ دینے والا بعض ایلیاء اور بعض نبیوں میں کوئی، اس نے ان سے پوچھا؛ لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا تو مسیح ہے۔ (مرقس باب ۸ لوقا باب ۹ متی باب ۳)

جب یروشلم میں داخل ہوا، تو سارے شہر میں ہلچل پڑ گئی، اور لوگ کہنے لگے، یہ کون ہے، بھیڑ کے لوگوں نے کہا یہ گلیل کے ناصرہ کا نبی یسوع ہے۔ (متی باب ۲۱)

بھیڑ میں سے ایک عورت نے پکار کر اس سے کہا کہ مبارک ہے، وہ پیٹ جس میں تو رہا، اور وہ چھاتیاں جو تو نے چوسیں، اس نے کہا: ہاں؛ مگر زیادہ مبارک وہ ہیں جو خدا کا کلام سنتے ہیں، اور اس پر عمل کرتے ہیں (لوقا باب ۱۱)

پھر عید کے آخیر دن جو خاص دن ہے، یسوع کھڑا ہوا اور پکار کے کہا: اگر کوئی پیاسا ہے تو میرے پاس آ کر پیئے، جو مجھ پر ایمان لائے گا اس کے اندر سے زندگی کے پانی کی ندیاں جاری ہوں گی، بھیڑ میں سے بعض نے یہ باتیں سن کر کہا بیشک وہ نبی ہے۔ اور بعض نے کہا یہ مسیح ہے (یوحنا باب ۷)

ہر شخص جو انصاف کے ساتھ انجیل کو پڑھے گا، وہ یہی محسوس کرے گا کہ حضرت عیسیٰؑ انسان تھے، خدا اور خدائی میں شریک وسہیم نہیں تھے؛ اس لیے کہ ایسا شخص جو ایک عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کا شجرۂ نسب موجود ہے، وہ کھاتا پیتا ہے۔ اس کو بھوک شیطان کے ذریعہ آزمائش میں ڈالا گیا، اس کو کیسے کوئی خدا یا خدائی میں شریک تصور کر سکتا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے ہم عصر اور ان کے حواری اور ان پر ایمان لانے والوں نے ان باتوں کا مشاہدہ کیا تھا، جس سے ان کے بارے میں یہی اعتقاد رکھتے تھے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یسوع مسیح کے عنوان پر ایک مسیحی عالم دینیات کا طویل مضمون ہے، جس کا اقتباس پیش کیا جارہا ہے، پہلی تین انجیلوں، متی مرقس، لوقا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس سے یہ گمان کیا جاسکتا ہو کہ انجیلوں کے لکھنے والے یسوع کو انسان کے علاوہ کچھ اور سمجھتے تھے، ان کی نگاہ میں وہ ایک انسان تھا، ایسا انسان کہ جو خاص طور سے خدا کی روح سے فیضیاب اور خدا کے ساتھ ایک ایسا غیر منقطع تعلق رکھتا تھا، جس کی وجہ سے اس کو خدا کا بیٹا کہا جائے، تو حق بجانب ہے، خود متی اس کا ذکر بڑھی کے بیٹے کی حیثیت سے کرتا ہے، اور ایک جگہ بیان کرتا ہے کہ پطرس نے اس کو مسیح تسلیم کرنے کے بعد الگ ایک طرف لے جا کر اسے ملامت کی۔ (متی باب ۱۶/۲۲)

یہ بات کہ یسوع خود اپنے آپ کو ایک نبی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے، اناجیل کی متعدد عبارتوں سے ظاہر ہوتی ہے، مثلاً یہ کہ مجھے آج اور کل اور پرسوں اپنی راہ پر چلنا ضرور ہے؛ کیوں کہ ممکن نہیں نبی یروشلم سے باہر ہلاک ہو۔ (لوقا باب ۱۳/۲۳)

وہ اکثر اپنا ذکر ابن آدم کے نام سے کرتا ہے، یسوع کہیں اپنے آپ کو ابن اللہ نہیں کہتا، اس کے ہم عصر جب اس کے متعلق یہ لفظ استعمال کرتے ہیں تو غالباً اس کا مطلب بھی اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا کہ وہ اس کو خدا کا ممسوح سمجھتے ہیں؛ البتہ اپنے آپ کو مطلقا بیٹے کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے، مزید براں وہ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو بیان کرنے کے لیے باپ کا لفظ اسی اطلاقی شان میں استعمال کرتا ہے اور اس کے تعلق کے بارے میں اپنے کو منفرد نہیں سمجھتا تھا؛ بلکہ ابتدائی طور میں دوسرے انسانوں کو بھی خدا کے ساتھ اس خاص گہرے تعلق میں اپنا ساتھی سمجھتا تھا؛ البتہ بعد کے تجربے اور انسانی طبائع کے عمیق مطالعہ نے اسے یہ سمجھنے پہ مجبور کر دیا کہ اس معاملہ میں وہ اکیلا ہے عید پنتیکست کے موقع پر پطرس کے یہ الفاظ کہ ''ایک انسان جو خدا کی طرف سے تھا'' یسوع کو اس حیثیت میں پیش کرتے ہیں، جس میں اس کے ہم عصر اس کو جانتے اور سمجھتے تھے، انجیلوں سے ہم

کومعلوم ہوتا ہے کہ یسوع بچپن سے جوانی تک بالکل فطری طور پر جسمانی ودہنی نشوونما کے مدارج سے گذرا اس کو بھوک لگتی تھی وہ تھکتا اور سوتا تھا، وہ حیرت میں مبتلا ہوتا۔ دریافت احوال کا محتاج تھا۔ اس نے دکھ اٹھایا۔ اور مرا۔ اس نے سمیع وبصیر ہونے کا کبھی دعویٰ نہیں کیا؛ بلکہ صریحا اس سے انکار کیا درحقیقت اگر اس کے حاضر وناظر ہونے کا دعویٰ کیا جائے تو یہ اس پورے تصور کے بالکل خلاف ہوگا۔ جو ہمیں انجیلوں سے حاصل ہوتا ہے؛ بلکہ اس دعویٰ کے ساتھ آزمائش کے واقعہ کو گتسمتی اور کھوپڑی کے مقامات پر جو واردات گزریں ان میں سے کسی کو بھی مطابقت نہیں دیجا سکتی، تاوقتی کہ ان واقعات کو بالکل غیر حقیقی نہ قرار دیا جائے پھر مسیح کو قادرِ مطلق سمجھنے کی گنجائش تو انجیلوں میں اور بھی کم ہے، کہیں اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ وہ خدا سے بے نیاز ہوکر خود مختارانہ کرتا ہو، اس کے برعکس اس کے بار بار دعا مانگنے کی عادت اور اس قسم کے الفاظ کہ یہ چیز دعا کے سوا کسی اور ذریعہ سے نہیں ٹل سکتی ہے، اس بات کا صاف اقرار کرتا ہے کہ اس کی ذات بالکل خدا پر منحصر ہے، انتہی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کو باپ اور اپنے کو بیٹا کہنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کو باپ اور اپنے کو بیٹا کہنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خدا کو باپ اور اپنے کو بیٹا کہنا بطور پیار اور اخلاص اور خدا سے خاص تعلق کی بنا پر تھا، عہد عتیق وجدید میں کسی شخص کو کسی سے خصوصیت حاصل ہو تو اس کو شخص اور شی کا بیٹا کہنے کا محاورہ شائع وذائع ہے، ان کتابوں میں نیکوکاروں کو سلامتی کا بیٹا تک استعمال ہوا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہم عصران کو داؤد کا بیٹا بھی کہتے تھے، حضرت عیسیٰ نے جب اپنے کو بیٹا کہا اور خدا کو باپ کہا تو اس لفظ کا یہی مطلب ہوگا جو دوسرے لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے، کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں اور انہوں نے خدا کو باپ سے یاد کیا ہے، اسی لیے اس استعمال سے اس زمانہ کے لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کسی

قسم کی غلط فہمی نہیں ہوئی، اور وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان اور بشر ہی تصور کرتے تھے؛ البتہ بیٹا خدا کا بیٹا بول کر ان کے نبی اور پیغمبر اور خدا سے خصوصی تعلق اور پیار ومحبت کے تعلق کا اظہار کرنا مقصود ہوتا تھا، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بذات خود اپنے آپ کو کثرت سے ابن آدم کہا ہے، بعض حضرات نے اس کو شمار کیا تو انہوں نے ساٹھ/۶۰ بار سے زائد استعمال کیا ہے۔

خدا پر باپ کا اطلاق اور کسی خصوصیت کے سبب اپنے کو بیٹا بولنے پر عہد عتیق وجدید سے چند مثالیں

سارے بنی اسرائیل کا خدا کا بیٹا ہونا (استثناء باب ۱۴)

تم خداوند کے بیٹے ہو (خروج باب ۵) تب فرعون کو یوں کہو کہ خدا نے یوں فرمایا ہے کہ اسرائیل میرا بیٹا؛ بلکہ پہلوٹا ہے سو میں تجھے کہتا ہوں کہ میرے بیٹے کو جانے دے (یرمیاہ باب ۳۱)

کیوں کہ میں اسرائیل کا باپ اور افراہیم میرا پہلوٹا ہے، اسی باب کی آیت ۲۰ میں کہا، افراہیم میرا پیارا بیٹا ہے، حضرت داؤد کا خدا کا بیٹا ہونا (زبور باب ۸۹) وہ مجھے پکار کر کہے گا کہ تو میرا باپ میرا خدا اومیری نجات کی چٹان ہے، میں اسے اپنا پہلوٹا ٹھہراؤں گا، حضرت سلیمان کے بارے میں خدا حضرت داؤد کی زبانی ارشاد فرماتا ہے وہی میرے نام کے لیے ایک گھر بنائے گا، وہ میرا بیٹا ہوگا، اور میں اس کا باپ ہوں گا (تاریخ ۱ باب ۲۲ یہی بات باب ۲۸ میں بھی ہے اور حضرت سلیمان پر بیٹے کا اطلاق شموئیل باب ۷) میں بھی ہے۔ انجیل متی باب ۵ آیت ۴۴/۴۵ میں تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا۔ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت رکھ؛ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لیے دعا مانگو تا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔

حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کو کہا کہ تم اپنے باپ ابلیس سے ہو (یوحنا باب ۸ آیت ۴۴) تم اپنے باپ کی خواہشوں کو پورا کرنا چاہتے ہو، آگے چل کر شیطان کو جھوٹ کا باپ کہا عیسیٰؑ نے سلامتی کا بیٹا استعمال کیا، ستر ۷۰ شاگردوں کو روانہ کرتے وقت نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، اور جس گھر میں داخل ہو، پہلے کہو کہ اس گھر کی سلامتی ہو، اگر وہاں سلامتی کا کوئی فرزند ہوگا تو تمہارا سلام اس پر ٹھہرے گا (لوقا باب ۱۰ آیت ۵) خبیث کا بیٹا عیلی کے دونوں بیٹوں کو بنی بلعال یعنی خبیث کا بیٹا کہا گیا (شموئیل باب ۲ آیت: ۱۲) استثناء باب/۱۳ میں ہے یہ افواہ سنے کہ بعضے لوگ بنی بلعال تمہارے درمیان نکل گئے ہیں۔

عبارت سے مطلب فہمی کا ضابطہ

مسلمانوں نے عبارت سے مطلب فہمی کا ضابطہ تو مقرر کیا ہی ہے، عیسائیوں کے یہاں بھی ضابطہ مقرر کیا ہے اور یہ ضابطے ایسے ہیں کہ ہر عقل سلیم رکھنے والا اس ضابطہ کو تسلیم کرتا ہے، جس عبارت کے معنی بیان کیے جارہے ہیں، سب سے پہلے اس بات کو دیکھا جائے گا کہ اس عبارت کو جس قائل کی طرف منسوب کیا جارہا ہے اس کی نسبت کا ثبوت دلیلِ قطعی سے ہے یا دلیلِ ظنی سے، اس کے بعد اس عبارت کی دلالت اس معنی پر قطعی ہے یا ظنی، قطعی الدلالت کا مطلب یہ ہے کہ جو معنی مراد لیے جاتے ہیں وہ صراحتاً اس لفظ سے سمجھے جارہے ہیں، اس میں کسی تاویل یا تفسیر کی حاجت نہیں ہوتی ہے، مثلاً وہ لفظ مشترک ہے۔ دو یا دو سے زیادہ معنی رکھتا ہے تو وہ لفظ کسی معنی پر قطعی الدلالت نہیں ہوگا: اس لیے کہ جس معنی کو مراد لیں گے اشتراک کی وجہ سے دوسرے معنی کا احتمال رہے گا، اگر قرائن صحیحہ لفظیہ یا عقلیہ کی وجہ سے کسی معنی کو ترجیح دی جائے تو بھی اس معنی پر اس لفظ کی دلالت ظنی ہوگی، قطع ویقین کے طور پر نہیں ہوگی، اگر وہ لفظ مجمل ہے جس کی وجہ سے متکلم کی تفسیر کے بغیر کسی معنی کو مراد ہی نہیں لے سکتے ہیں تو قبل التفسیر

اس کے کوئی معنی ہی بتا نہیں سکتے ہیں، قطعی الدلالت وظنی الدلالت کی بات تو بعد کی ہے، اسی طرح اگر وہ معنی جو اس عبارت سے صراحتاً سمجھے جاتے ہیں، وہ دیگر نقلِ صحیح وصریح یا عقل کے مخالف ہوں تو اس عبارت کے صریح معنی متکلم کی مراد نہیں ہوسکتی ہے؛ بلکہ معنی مجازی ہی لیے جائیں گے جو اس مقام پر چسپاں ہوں، اور قرینہ لفظیہ یا عقلیہ اس پر دلالت کرتا ہو۔

ڈاکٹر انگس اپنی کتاب کے (صفحہ ۱۷۸/) میں لکھتا ہے: کتب مقدسہ کا مطلب الفاظ سے تحقیق ہوسکتا ہے؛ اس لیے کہ الفاظ کا حقیقی علم خود مضمون ہی کا علم ہوتا ہے لفظوں کے معنی زبان کے محاورہ استعمال سے مقرر کیے جاتے ہیں، اور جب ممکن ہو تو محاورہ استعمال کو خود انھیں کتبِ مقدسہ ہی سے دریافت کرنا چاہیے، الفاظ کتبِ مقدسہ کے معنی معروف لیے جاتے ہیں؛ مگر یہ کہ ایسے معنی اس فقرے اور الفاظ یا سیاقِ دلیل یا کتب مقدسہ کے اور مقاموں کے مخالف ہوں جو معنی لفظوں کے پھیرا لیے جائیں، وہ ضرور ہے کہ قرائن کے ساتھ ہوں، یعنی ہمیشہ متن کے سیاق کے موافق ہوں اور جب کہ معنی معروف مخالف قرائن ہوں تو ترک کیے جائیں اور ایسے معنی لیے جائیں کہ اس فقرے اور الفاظ کے تقاضے کو پورا اور شرائط کو ادا کرتے ہوں اور ثابت ہوسکیں۔ استعمال محاورہ خواہ کتب مقدسہ یا دیگر کتب عامہ میں ہو، ایسا طرز کلام جائز ہے"۔

(پیغام محمدی، ص: ۷۷)

"ابن اللہ" کا لفظ مقاماتِ کثیرہ پر انبیاء اور مومنین کی شان میں آیا ہوا ہے؛ مگر چونکہ معنی حقیقی اس کے مخالفِ عقل ونقل ہیں۔ عیسائی حضرات بھی اس کے معنی مجازی یعنی "رسول اللہ یا برگزیدۂ خدا" وغیرہ لیتے ہیں، لہٰذا جب یہی لفظ حضرت عیسیٰ کی شان میں آیا ہوا ہے تو اس کے بھی وہی معنی مراد ہوں گے، کہ وہ "رسول خدا اور برگزیدۂ خدا" ہیں، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے جہاں کہیں اپنی شان میں ان الفاظ کو استعمال کیا ہے، وہاں پر مجازی معنی لینا متعین ہوگا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ''میں اور باپ ایک ہوں'' سے اتحاد مجازی مراد ہے

انجیل یوحنا (باب ۱۰/۲۸ ۳۸) اور میں انھیں ہمیشہ کی زندگی بخشتا ہوں، اور وہ ابد تک کبھی ہلاک نہ ہوں گے اور کوئی انھیں میرے ہاتھ سے چھین نہ لے گا۔ میرا باپ جس نے مجھے وہ دی ہے، سب سے بڑا ہے اور کوئی باپ کے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا ہے، ''میں اور باپ ایک ہیں'' یہودیوں نے اسے سنگسار کرنے کے لیے پھر پتھر اٹھائے، یسوع نے انھیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتیرے اچھے کام دکھائے ہیں، ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو، یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں؛ بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں، اور اس لیے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے، یسوع نے انھیں جواب دیا کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو جب کہ اس نے انھیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا اور کتاب مقدس کا باطل ہونا ممکن نہیں۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا ہے، کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے؛ اس لیے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں، اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرو؛ لیکن اگر میں کرتا ہوں تو گو میرا یقین نہ کرو؛ مگر ان کاموں کا تو یقین کرو تا کہ تم جانو اور سمجھو کہ باپ مجھ میں ہے اور میں باپ میں۔

اس عبارت میں تو خود حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کو جواب دیتے ہوئے کہا کہ اتحاد حقیقی مراد نہیں ہے؛ اس لیے کہ مجھ سے پہلے جن لوگوں پر خدا کا کلام نازل ہوا اور ان کے اس پر عمل کرنے اور اس کی متابعت کی وجہ سے ان کو خدا اور خدا کا بیٹا کہا گیا، اسی طرح میں جب خدا کا رسول ہوں تو یہ اطلاق کیوں کر کفر ہوگا۔

حضرت عیسیٰؑ نے اخیر وقت میں اپنے حواریوں کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا ''میں یہ درخواست نہیں کرتا کہ تو انھیں دنیا سے اٹھالے؛ بلکہ یہ کہ اس شریر سے ان کی حفاظت کر جس طرح میں دنیا کا نہیں، وہ بھی دنیا کے نہیں، انہیں سچائی کے وسیلے سے مقدس کر، تیرا کلام سچا ہے جس طرح تو نے مجھے دنیا میں بھیجا، اس طرح میں نے بھی انہیں دنیا میں بھیجا اور ان کی خاطر میں اپنے آپ کو مقدس کرتا ہوں؛ تاکہ وہ بھی سچائی کے وسیلے سے مقدس کیے جائیں، میں صرف ان ہی کے لیے درخواست نہیں کرتا؛ بلکہ ان کے لیے بھی جو ان کے کلام کے وسیلے سے مجھ پر ایمان لائیں گے؛ تاکہ وہ سب ایک ہوں یعنی جس طرح اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں، وہ بھی ہم میں ہوں، دنیا ایمان لائے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا اور وہ جلال جو تو نے مجھے دیا ہے، میں نے بھی انہیں دیا ہے؛ تاکہ وہ ایک ہوں، جیسے ہم ایک ہیں، میں ان میں اور تو مجھ میں؛ تاکہ وہ کامل ہو کر ایک ہو جائیں اور دنیا جانے کہ تو نے ہی مجھے بھیجا ہے''۔

(انجیل یوحنا باب:۱۷)

جس طرح حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بارے میں کہا کہ میں اور باپ ایک ہیں، اسی طرح ان شاگردوں کے بارے میں تو یہی دعا کی کہ اے باپ تو مجھ میں ہے اور میں تجھ میں ہوں، وہ بھی ہم میں ہوں، اسی طرح فرمایا: میں ان میں اور تو مجھ میں ہوں، اگر حضرت عیسیٰؑ کا خدا میں ہونا حضرت عیسیٰؑ کو خدا بنا دے گا۔ تو یہ سارے حواری بھی خدا بن جائیں گے؛ حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں ہے؛ بلکہ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں درخواست کرتے ہیں کہ اپنے فضل وکرم سے ان کو ایسا بنا دے کہ وہ انھیں چیزوں سے محبت کریں، جس سے تو محبت کرتا ہے، انھیں چیزوں کا ارادہ کریں جس کو تو چاہتا ہے، انھیں چیزوں پر عمل کریں جس سے تو راضی ہو، اور جب یہ درجہ حاصل ہوگا تو کہنا صحیح ہوگا، وہ اور خدا ایک ہیں، جیسے تمہارا کوئی دوست ہو اور وہ اسی چیز کو پسند

کرے جو تم کو پسند ہو، اور جس سے تم کو نفرت ہو اس کو بھی اس سے نفرت، ہو تو اس موقع پر کہتے ہو میں اور میرا دوست دونوں ایک ہیں؛ جیسے شاعر نے بطور مجاز کہا:

من تن شدم تو جاں شدی
من جاں شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

یوحنا کا پہلا خط باب ۴/، آیت ۱۱ میں ہے: اے عزیز! وخدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں خدا ہم میں رہتا ہے اور اس کی محبت ہمارے دل میں کامل ہوگئی، جو کوئی اقرار کرتا ہے کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔ خدا اس میں رہتا ہے اور وہ خدا میں قائم رہتا ہے، یوحنا کا اپنے خط میں اس کو استعمال کرنا خود دلالت کرتا ہے کہ اس نے اتحاد سے اتحادِ مجازی سمجھا ہے۔

الغرض عہدِ عتیق وجدید کے محاورہ کی بنا پر اس طرح کے جملے اور فقرے سے حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر استدلال تو دور کی بات ہے، شبہ بھی نہیں پیدا ہوتا ہے اور انجیل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جو تصویر سامنے آتی ہے، وہ محض ایک مقدس رسول اور برگزیدہ خدا کی آتی ہے، نہ کہ خدا یا خدا کے بیٹے ہونے کی اسی لیے حواریوں میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے یا خدائی میں شریک ہونے کا قائل نہیں تھا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھا لیے جانے کے بعد پطرس حواری نے جو تقریر کی ہے، اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک انسان اور برگزیدہ انسان اور خدا کا رسول وپیغمبر ہی بنا کر پیش کیا ہے، پنتیکست کے دن پطرس نے اپنے وعظ میں کہا: ''اے اسرائیلو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خدا کی طرف سے ہونا تم پر ان معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا، جو خدا نے اس کی معرفت تم میں دکھائے''۔ (اعمال باب ۲/)

گناہوں کا کفارہ اور راہِ نجات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعتِ موسوی کی تجدید کے لیے مبعوث ہوئے تھے؛ اس لیے شریعت کا بیان تو تفصیلی نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر اس نقطۂ نظر سے انجیل کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں بھی ایمان وعملِ صالح اور شفاعتِ مقربین سے گناہوں کی معافی اور نجات کا ذکر موجود ہے، اس سلسلہ میں انجیل سے چند اقتباسات نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ کو اکیلا سچا خدا اور یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں۔ (یوحنا باب ۱۷)

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا ہے اور اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا ہے۔ (یوحنا باب ۵)

میرے باپ کی مرضی یہ ہے کہ جو کوئی بیٹے کو دیکھے اور اس پر ایمان لائے ہمیشہ کی زندگی پائے۔ (یوحنا باب ۶)

ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں، اس نے اس سے کہا کہ توریت میں کیا لکھا ہے، تو کس طرح پڑھتا ہے، اس نے جواب دیا کہ خداوند! اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھو۔ اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ، اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو تو جئے گا۔ (لوقا باب ۱۰)

انجیلِ متی (باب ۱۹) میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا کہ اے استاد! کون سی نیکی کروں؛ تاکہ ہمیشہ کی زندگی پاؤں؟ تو یسوع نے جواب دیا: لیکن اگر تو زندگی میں داخل ہونا چاہتا ہے تو حکموں پر عمل کر اس نے اس سے کہا کون سے حکموں پر؟ یسوع نے کہا: یہ کہ خون نہ کر، زنا نہ کر، چوری نہ کر، جھوٹی گواہی نہ دے، اپنے باپ کی عزت کر اور اپنے پڑوسی سے اپنے مانند محبت رکھ۔

جو مجھ سے اے خداوند! اے خداوند! کہتے ہیں، ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہ ہوگا؛ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے، پس جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل کرتا ہے، وہ اس عقلمند آدمی کے مانند ٹھہرے گا، جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکریں لگیں؛ لیکن وہ نہ گرا؛ کیوں کہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی ہے، اور جو کوئی میری باتیں سنتا ہے اور ان پر عمل نہیں کرتا ہے وہ بیوقوف آدمی ٹھہرے گا، جس نے اپنا گھر ریت پر بنایا اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر کو صدمہ پہونچا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیا۔ (متی باب ۷/)

لوقا (باب ۱۲/) میں ہے، اے چھوٹے گلے نہ ڈرو کیوں کہ تمہارے باپ کو پسند آیا کہ تمہیں بادشاہت دے اپنا مال واسباب بیچ کر خیرات کر دو اور اپنے لیے ایسے بٹوے بناؤ جو پرانے نہیں ہوتے یعنی آسمان پر ایسا خزانہ جو خالی نہیں ہوتا، جہاں چور نزدیک نہیں جاتا اور کیڑا خراب نہیں کرتا۔

''یسوع نے اس پر نظر کی اور اسے اس پر پیار آیا اور اس سے کہا کہ ایک بات کی تجھ میں کمی ہے، جا جو کچھ تیرا بیچ کر غریبوں کو دے، تجھے آسمان پر خزانہ ملے گا۔ اور آکر میرے پیچھے ہو لے،، (مرقس باب ۱۰)

زکائی نے کھڑے ہو کر خداوند سے کہا، اے خداوند! دیکھ میں اپنا آدھا مال غریبوں کو دیتا ہوں اور اگر کسی کا کچھ ناحق لیا ہے تو اس کو چوگنا ادا کرتا ہوں، یسوع نے اس سے کہا آج اس گھر میں نجات آئی ہے،، (لوقا باب ۸/)

لوقا (باب ۶/ میں ہے) تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہوگا اور تم خدا کے بیٹے ٹھہروگے؛ کیوں کہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہے، جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو، عیب جوئی نہ

کرو، تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے خلاصی دو، تم بھی خلاصی پاؤ گے، دیا کرو تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے؛ کیوں کہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے لیے ناپا جائے گا''

متی باب ۱۸/ میں ہے پطرس نے یاس آ کر اس سے کہا اے خداوند اگر میرا بھائی گناہ کرتا رہے تو میں کتنی بار معاف کروں؟ کیا سات دفعہ تک؟ یسوع نے اس سے کہا میں تجھ سے یہ نہیں کہتا کہ سات دفعہ؛ بلکہ سات دفعہ کے ستر/۷۰ گنے تک۔

پھر ایک تمثیل بیان کی جس کے آخر میں ہے اس پر اس کے مالک نے اس کو پاس بلا کر اس سے کہا اے شریر نوکر میں نے وہ سارا قرض تجھے؛ اس لیے بخش دیا کہ تو نے میری منت کی تھی کیا تجھے لازم نہ تھا کہ جیسا میں نے تجھ پر رحم کیا تو بھی اپنے ہم خدمت پر رحم کرتا، اور اس کے مالک نے غصہ ہو کر اس کو جلادوں کے حوالہ کیا کہ جب تک تمام قرض ادا نہ کر دے قید میں رہے، اسی طرح تمہارے ساتھ میرا آسمانی باپ بھی کرے گا، اگر تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کو دل سے معاف نہ کرے۔

توبہ سے گناہ معاف ہونے اور خدا کے خوش ہونے کی بابت حضرت مسیح نے کئی ایک تمثیل بیان کی، ایک تمثیل نقل کی جارہی ہے، لوقا باب ۱۵/ میں ہے: تم میں ایسا کون آدمی ہے جس کے پاس سو/۱۰۰ بھیڑیں ہوں اور ان میں سے ایک کھوئی جائے تو ننانوے کو بیابان میں چھوڑ کر اس کھوئی ہوئی کو جب تک مل نہ جائے، ڈھونڈھتا نہ رہے پھر جب مل جاتی ہے تو وہ خوش ہو کر اسے کندھے پر اٹھا لیتا ہے اور گھر میں پہونچ کر دوستوں اور پڑوسیوں کو بلاتا اور کہتا ہے کہ میرے ساتھ خوشی کرو کیوں کہ میری کھوئی بھیڑ مل گئی ہے؛ میں تم سے کہتا ہوں اسی طرح ننانوے راست بازوں کے بنسبت جو توبہ کی حاجت نہیں رکھتے، ایک توبہ کرنے والے گنہگار کی بابت آسمان میں زیادہ خوشی ہوگی؛ بلکہ تمام آسمانی کتابیں ایک زبان ہو کر کہتی ہیں کہ نجات خدا کے فضل وکرم

سے ہوتی ہے، جس پر اس کا فضل ہوا اسے نجات ملی، جو اس کے کرم سے محروم رہا، وہ ہلاکت ابدی میں پڑا، اس کے ساتھ ان کتابوں میں اس کا بھی بیان ہے کہ خدا کا فضل وکرم ان لوگوں پر ہوتا ہے جو ایمان لاتے ہیں اور شریعتِ الٰہی پر عمل کرتے ہیں اور اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کی سفارش وشفاعت سے بھی بہت سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

معلوم ہوا کہ جیسے اور انبیاء دنیا میں تشریف لائے اور انہوں نے خدا کی توحید کی دعوت دی۔ اور ان لوگوں کے دعوت الی اللہ کا جو انداز تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ان سے مختلف نہیں تھی۔

انجیلی عیسائیت کلیسا کی عیسائیت سے یکسر مختلف ہے

یہ ہے عیسائیت کی تصویر جو انجیلوں سے ثابت ہو رہی ہے، دوسری طرف کلیسا کی عیسائیت ہے جس میں حضرت عیسیٰ خدا اور خدا کے بیٹے بن جاتے ہیں، پھر اسی عقیدہ سے دوسرا عقیدۂ کفارہ بنالیا گیا کہ جب دو خدا اور خدا کا بیٹا ہے۔ تو آخر صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرا؟

اس سوال کے حل کے لیے انہوں نے کفارہ کا عقیدہ تصنیف کر لیا، پھر جب بیٹے کی الوہیت، مسیح کی ذات میں مجسم ہوگئی تو اس سے ایک دوسرا مسئلہ پیدا ہوا کہ مسیح کی شخصیت میں الوہیت وانسانیت جمع ہیں تو ان میں باہم نسبت کیا ہے؟ اس طرح تثلیث وکفارہ کا عقیدہ کلیسا کی عیسائیت کا جزء لاینفک بن گیا ہے، اس تبدیلی کی تاریخ اور اس عقیدے کی تشریح اور توضیح اور اس کی تردید کو مناسب موقع پر مستقل عنوان کے تحت تفصیل سے سب کو ذکر کیا جائے گا؛ مگر اس اجمالی بیان سے یہ بات تو بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ کلیسا کی عیسائیت انجیلی عیسائیت سے بالکل الگ ایک چیز ہے، عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عقیدت اور تعظیم میں غلو کر کے اور دوسری قوموں کے عقائد

واوہام وفلسفہ کو اپنے عقائد میں شامل کر کے عیسائیت کو ایک بالکل نیا مذہب بنا دیا۔ جس کا مسیح کی تعلیمات سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں ہے؛ بلکہ انہوں نے اپنے وہم وخیال سے ایک خیالی مسیح تصنیف کر لیا جس کا واقعاتی دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات قرآن میں

تمام انبیاء پر ایک ہی دین نازل کیا گیا اور اس کا مقصد بھی ایک ہی تھا کہ لوگوں کو توحید کی تعلیم دی جائے اور اسی ایک ذات کی عبارت کا حکم دیا جائے: ﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (شوریٰ:۱۳)

ترجمہ: خدا نے تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کی وصیت نوح کو کی تھی اور جس کو ہم نے آپ پر وحی کیا اور جس کی ہم نے ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ کو وصیت کی تھی کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں جھگڑا نہ کرنا۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴾ (الانبیاء:۲۵)

ترجمہ: آپ سے پہلے جب بھی ہم نے کسی رسول کو بھیجا تو اس کو یہی تعلیم دی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں؛ اس لیے تم سب میری ہی عبادت کرو۔

اس لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت اگلے انبیاء کی رسالت کی ایک کڑی ہے جس کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو دعوت دی جائے کہ اپنے مالک کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ اس کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت، رسالت موسوی کی تجدید اور اس کا تکملہ تھی، جس کی وجہ سے یہ رسالت عالم گیر رسالت نہیں تھی؛ بلکہ قوم بنی اسرائیل کے لیے مخصوص تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تورات کی تصدیق کرتے

اوراس پرخود عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس پر عمل کی تلقین کرتے تھے، ان پر ایک کتاب انجیل نازل کی گئی، جس میں ہدایت ونور ہے اور وہ تورات کی تصدیق کرتی تھی، اور یہودیت سے مسائل میں آپس میں جھگڑتے تھے حضرت عیسیٰ ان میں حق بات کو بتاتے تھے اور تورات کے بعض احکام کو بحکم خدا منسوخ بھی کردیا تھا۔

﴿ وَقَفَّيْنَا عَلٰى اٰثَارِهِم بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (المائدہ:۴۶)

﴿ وَلَمَّا جَآءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ – اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (زخرف:۶۳-۶۴)

﴿ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَلِاُحِلَّ لَكُم بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُم بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ – اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴾ (آل عمران:۵۰-۵۱)

﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُم بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُم﴾ (آل عمران:۴۹)

﴿قَالَ اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِىَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِىْ نَبِيًّا – وَّجَعَلَنِىْ مُبٰرَكًا اَيْنَمَا كُنْتُ وَ اَوْصٰنِىْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا – وَّبَرًّا بِوَالِدَتِىْ وَلَمْ يَجْعَلْنِىْ جَبَّارًا شَقِيًّا﴾ (مریم:۳۰-۳۲)

﴿وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىٓ اِسْرَائِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴾ (المائدہ ۷۲) اور ایک خاص متن حضرت عیسیٰ کا حضرت محمد ﷺ کی آمد کی بشارت دینا بھی تھا۔

﴿وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِىٓ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ﴾ (الصف:۶)

قرآن کی پیش کردہ عیسائیت کی تصویر کے حسب ذیل نقاط ہیں:

(۱) خدا کی توحید اور اس کی عبادت کی دعوت۔

(۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کی تکمیل ہے، کوئی عالم گیر رسالت نہیں ہے، اور اس کا ذکر انجیل میں بھی ہے؛ چنانچہ متی کی انجیل باب ۱۵/ میں حضرت عیسیٰ کا ارشاد ہے: میں اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں، اسی طرح انجیل کے حوالہ سے حضرت عیسیٰ کا ارشاد پہلے گذر چکا ہے، یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ نہیں؛ بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں۔

(۳) حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور بنی اسرائیل سے سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کا انذار واعلان۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت اور بنی اسرائیل سے سلسلۂ نبوت کے ختم ہونے کا اعلان

(۱) پھر اس نے لوگوں سے یہ تمثیل کہنی شروع کی کہ ایک شخص نے انگوری باغ لگا کر باغبانوں کو ٹھیکے پر دیا اور ایک بڑی مدت کے لیے پردیس چلا گیا اور پھل کے موسم پر اس نے ایک نوکر باغبانوں کے پاس بھیجا؛ تاکہ وہ باغ کے پھل کا حصہ اسے دیں؛ لیکن باغبانوں نے اسے پیٹ کر خالی ہاتھ لوٹا دیا، پھر اس نے ایک اور نوکر کو بھیجا، انہوں نے اس کو بھی پیٹ کر اور بے عزت کر کے خالی ہاتھ لوٹا دیا۔

پھر اس نے تیسرا بھیجا انہوں نے اس کو بھی زخمی کر کے نکال دیا؛ شاید اس کا لحاظ کریں، جب باغبانوں نے اسے دیکھا تو آپس میں صلاح کر کے کہا کہ یہی وارث ہے اسے قتل کریں کہ میراث ہماری ہو جائے، پس اس کو باغ کے باہر نکال کر قتل کیا۔ اب باغ کا مالک ان کے ساتھ کیا کرے گا؟ وہ آکر ان باغبانوں کو ہلاک کرے گا۔ اور باغ

اوروں کو دے دے گا۔انہوں نے یہ سن کر کہا خدا نہ کرے! اس نے اس کی طرف دیکھ کر کہا: پھر یہ کیا لکھا ہے کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، وہی کونے کے سرے کا پتھر ہوگیا۔ جو کوئی اس پتھر پر گرے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے؛ لیکن جس پر وہ گرے گا، اسے پیس ڈالے گا (لوقا باب/۲۰) اور (متی باب/۲۱) میں یہی تمثیل اس سے مفصل ہے جس میں یسوع نے ان سے کہا: کیا تم نے کتاب مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا پتھر ہوگیا، یہ خداوند کی طرف سے ہوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہوا؛ اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی اور جو اس پتھر پر گرے گا، اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے؛ مگر وہ جس پر گرے گا اسے پیس ڈالے گا جب سردار اور کاہنوں نے، فریسیوں نے اس کی تمثیلیں سنیں تو سمجھ گئے کہ ہمارے حق میں کہتا ہے اور اس کو پکڑنے کی کوشش میں تھے؛ لیکن لوگوں سے ڈرتے تھے؛ کیوں کہ وہ اسے جانتے تھے، اسی طرح یہ تمثیل مرقس (باب ۱۲) میں بھی ہے، اس تمثیل میں انگوری باغ کا مالک اس سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور باغبان ٹھیکے پر لینے والے اس سے مراد قوم یہود ہیں۔نوکر سے مراد انبیاء بنی اسرائیل جس کے آخر حضرت زکریا و یحییٰ ہیں، جن کو یہودیوں نے قتل کیا اور پیارے بیٹے سے مراد حضرت عیسیٰ ہیں؛ جن کے قتل کرنے پر یہود مصر تھے اور اپنے گمان میں ان کو قتل بھی کر دیا، جس سے مالک یعنی خدا ناراض ہوا اور نبوت وحکومت ان سے سلب کر لی، اور دوسرے باغبانوں سے جو موسم پر اس کو پھل لا کر دیں، اس سے مراد امتِ محمد یہ ہے جو پانچوں نمازیں ان کے وقتِ مقررہ پر پڑھتے ہیں اور اپنے وقت پر زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اس کی توحید وتسبیح کرتے ہیں، یہود آلِ اسماعیل کو حقیر جانتے تھے؛ اس لیے ان کی نظر میں عجیب ہوا، اس پتھر سے حضرت عیسیٰ مراد نہیں ہو سکتے ہیں؛ اس لیے کہ اس لڑکے کو تو باغبانوں نے پکڑ لیا، اس کے بعد وہ پتھر آیا جو مقابلہ کرنے والوں کو پیس کے رکھ دے گا اور کاہنوں اور فریسیوں نے بھی یہی

سمجھا کہ وہ بنی اسرائیل سے نہیں ہوگا، جس کی وجہ سے وہ لوگ ناراض ہوکر حضرت عیسیٰ کو گرفتار کرنا چاہتے تھے۔

(۲) خدا کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے

حضرت یحییٰ یہودیہ کے بیابان میں منادی کرنے لگے کہ توبہ کرو؛ کیونکہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔ (متی باب ۳)

حضرت عیسیٰ نے ملکوت اللہ کی بشارت دی، اس وقت سے یسوع نے منادی کرنی اور یہ کہنا شروع کیا کہ توبہ کرو؛ کیوں کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے۔

(متی باب ۴)

حضرت عیسیٰ نے دعا کی تعلیم دی تو فرمایا کہ تم دعا کرو، اے ہمارے باپ تو جو آسمان پر ہے تیرا نام پاک مانا جائے تیری بادشاہت آئے۔ (متی باب:۶ لوقا باب:۱۱)

حضرت عیسیٰ نے بارہ حواریوں کو تبلیغ کے لیے روانہ کیا، تو اس میں حکم دیا: اور چلتے چلتے یہ منادی کرنا کہ آسمان کی بادشاہت نزدیک آگئی ہے، (متی باب ۱۰/) اسی طرح لوقا باب:۹ میں ہے اور انھیں خدا کی بادشاہت کی منادی کرنے اور بیماروں کو اچھا کرنے کے لیے بھیجا اور ستر شاگردوں کو منتخب کرلیا تو ان کو حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''اور ان سے کہو کہ خدا کی بادشاہت تمہارے نزدیک آپہنچی ہے''۔ (لوقا باب ۱۰/)

خدا کی بادشاہت کی بشارت حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ نے دی، حواریوں اور ستر شاگردوں نے دی اور وہ سب لوگ اس کے آنے کے امیدوار تھے، خدا کی بادشاہت سے نجات کا وہ طریقہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظاہر ہوا، مراد نہیں ہوسکتا ہے؛ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ کے دعوی نبوت کے بعد وہ طریقہ تو ظاہر ہو چکا؛ بلکہ اس سے نجات کا وہ طریقہ مراد ہے جو حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ ظاہر ہوا، پھر وہ طریقۂ نجات بادشاہت ہے جس میں مخالفین کے ساتھ جہاد وقتال ہوگا، جس کی وجہ سے شریعتِ اسلامی کا مصداق ہونا اور بھی واضح ہوجاتا ہے۔ اسی شریعت میں جہاد ہے اور حضرت عیسیٰ کی شریعت

میں جہاد نہیں ہے اور اس بادشاہت سے دینِ عیسوی کا پوری دنیا میں پھیلنا بھی مراد نہیں ہوسکتا ہے؛ اس لیے کہ انجیل میں؛ اس لیے کہ انجیل میں یہی کہا ہے کہ آسمانی بادشاہت اس آدمی کے مانند ہے، جس نے اپنے کھیت میں اچھا بویا ہو (متی باب ۱۳/)

دوسری تمثیل آسمان کی بادشاہت اس بالی کے دانے کے مانند ہے، جسے کسی آدمی نے لے کر اپنے کھیت میں بو دیا، (متی باب ۱۳/)

تیسری تمثیل میں آسمان کی بادشاہت اس خمیر کے مانند جسے کسی عورت نے لے کر تین پیمانہ آٹے میں ملا دیا ہو۔

آسمانی بادشاہت کو آدمی جس نے بیج بویا، اس سے مشابہ قرار دیا، کھیتی کے بڑھنے اور کاٹنے سے تشبیہ نہیں دی، اسی طرح خمیر سے تشبیہ دی، بہت بڑے درخت سے تشبیہ نہیں دی ہے، یہ دلیل ہے کہ اس سے دینِ عیسیٰ کی اشاعت اور ساری دنیا میں پھیل جانا مراد نہیں ہے پھر اس سے پہلی بشارت میں حضرت عیسیٰ نے فرمایا کہ آسمان کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی، اور اس قوم کو دی جائے گی، جو اس کے پھل لا کر دے جائے،

(۳) آسمان کی بادشاہت اس گھر کے مالک کے مانند ہے جو سویرے نکلا؛ تا کہ اپنے انگوری باغ میں مزدور لگائے اور اس نے مزدوروں سے ایک دینار روز ٹھہرا کر انہیں اپنے باغ میں بھیج دیا، پھر پہر دن چڑھے کے قریب نکل کر اس نے اوروں کو بازار میں بیکار کھڑے دیکھا اور ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ اور جو واجب ہے تمہیں دوں گا ،پس وہ چلے گئے، پھر اس نے دوپہر اور تیسرے پہر کے قریب نکل کر ویسا ہی کیا اور کوئی ایک گھنٹہ دن سے پھر نکل کر اوروں کو کھڑے پایا اور ان سے کہا تم کیوں یہاں تمام دن بیکار کھڑے رہے، انہوں نے اس سے کہا؛ اس لیے کہ ہم کو کسی نے مزدوری پر نہیں لگایا، اس نے ان سے کہا تم بھی باغ میں چلے جاؤ، جب شام ہوئی تو باغ کے مالک نے اپنے کارندوں سے کہا کہ مزدوروں کو بلا، اور پچھلوں سے لے کر پہلوں تک انہیں مزدوری دے دے، جب وہ آئے جو گھنٹہ بھر دن رہے، لگائے گئے تھے تو انہیں ایک ایک دینار ملا۔

جب پہلے مزدور آئے تو انہوں نے سمجھا کہ ہمیں زیادہ ملے گا اور ان کو بھی ایک ہی دینار ملا، جب ملا تو گھر کے مالک سے یہ کہہ کر شکایت کرنے لگے، کہ ان پچھلوں نے ایک ہی گھنٹہ کام کیا ہے اور تو نے انھیں ہمارے برابر کر دیا، جنھوں نے دن بھر کا بوجھ اٹھا یا تھا اور سخت دھوپ سہی اس نے جواب دے کر ایک سے کہا میاں میں تیرے ساتھ بے انصافی نہیں کرتا، کیا تیرا مجھ پر ایک دینار نہیں ٹھہرا تھا۔ جو تیرا ہے اٹھالے اور چلا جا میری مرضی یہ ہے کہ جتنا تجھے دیتا ہوں، اس پچھلے کو بھی اتنا ہی دوں، کیا مجھے روا نہیں کہ اپنے مال کو جو چاہوں، سو کروں یا تو اس لیے کہ میں نیک ہوں بُری نظر سے دیکھتا ہے، اسی طرح آخر اول ہو جائیں گے، اور اول آخر (متی باب ۲۰)

امت محمدیہ آخر ہیں اگر اجر وثواب پانے میں مقدم، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ أَنَّهٗ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَى اللّٰهُ عليه وسلَّمَ يَقُوْلُ: نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ يَوْمَ القيامةِ بَيْدَ أَنَّهُمْ اُوْتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِنَا۔ (بخاری شریف باب فرض الجمعہ)

اور ابن عمر کی حدیث بخاری: اَنَّ رسولَ اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قَالَ إِنَّمَا مَثَلُكُمْ وَالْيَهُوْدِ وَالنَّصَارٰى كَرَجُلٍ اسْتَعْمَلَ عُمَّالاً فقال: مَنْ يَعْمَلُ لِيْ إِلٰى نِصْفِ النَّهَارِ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ فَعَمِلَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ عَمِلَتِ النَّصَارٰى عَلٰى قِيْرَاطٍ قِيْرَاطٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ مِنْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ إِلٰى مَغَارِبِ الشَّمْسِ عَلٰى قِيْرَاطَيْنِ قِيْرَاطَيْنِ فَغَضِبَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰى وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ عَمَلاً وَاَقَلُّ عَطَاء قَالَ هَلْ ظَلَمْتُكُمْ مِنْ حَقِّكُمْ شَيْئاً قَالُوْا: لَا قَالَ فَذٰلِكَ فَضْلِيْ أُوْتِيْهِ مَنْ أَشَاءُ، اور ابوموسیٰ اشعری کی حدیث میں اس سے ملتا جلتا مضمون ہے، جس کے آخر میں ہے، فَذٰلِكَ مَثَلُهُمْ وَمَثَلُ مَا قَبِلُوْا مِنْ هٰذَا النُّوْرِ رواہ البخاری، ابن عمر اور ابوموسیٰ اشعری کی حدیث کا مضمون انجیل کی تمثیل کے قریب قریب ہے۔

(۴) اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو گے، اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ اب تک تمہارے ساتھ رہے

یعنی سچائی کی روح جسے دنیا حاصل نہیں کرسکتی؛ کیوں کہ نہ اسے دیکھتی اور نہ جانتی ہے، تم اسے جانتے ہو؛ کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، اور تمہارے اندر رہتا ہے میں تمہیں یتیم نہ چھوڑوں گا، میں تمہارے پاس آؤں گا (یوحنا ۱۴/۱۷ آیت ۲۵/۳۷) اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا؛ کیوں کہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں؛ لیکن یہ؛ اس لیے ہوتا ہے کہ دنیا جانے کہ میں باپ سے محبت رکھتا ہوں اور جس طرح باپ نے مجھے حکم دیا، میں ویسا ہی کرتا ہوں (یوحنا باب ۱۴، آیت ۳۰۔۳۱)

حضرت عیسیٰؑ نے یہودیوں کے گنہگار ہونے کی دلیل دیتے ہوئے فرمایا: اگر میں نہ آتا اور ان سے کلام نہ کرتا تو وہ گنہگار نہ ٹھہرتے؛ لیکن ان کے پاس اب گناہ کا عذر نہیں، آگے چل کر فرمایا کہ لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے باپ کی طرف سے بھیجوں گا یعنی سچائی کی روح، جو باپ کی طرف سے نکلتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا اور تم بھی گواہ ہو؛ کیوں کہ شروع سے میرے ساتھ ہو، میں نے یہ باتیں تم سے؛ اس لیے کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ، (یوحنا باب ۵، آیت ۲۶/۲۷) لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیوں کہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا؛ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا، اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔

گناہ کے بارے میں اس لیے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے، راست بازی کے بارے میں؛ اس لیے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے، عدالت کے بارے میں؛ اس لیے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا۔ مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں؛ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کرسکتے؛ لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا تو تم کو سچائی کی راہ دکھائے گا؛ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا؛ لیکن جو سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا جلال ظاہر کرے گا؛ اس لیے کہ حاصل کرکے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب میرا ہے؛ اس لیے میں نے کہا

کہ وہ مجھ سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبر دے گا (یوحنا باب ۱۶، آیت ۷۔۱۶) ان بشارتوں کی وجہ سے اہلِ کتاب ایک نبی کے مبعوث ہونے کے منتظر تھے خود آں حضرت ﷺ کے زمانہ کے اہل کتاب کو بھی انتظار تھا؛ چنانچہ نجاشی شاہِ حبشہ کو جب آپ کا خط ملا تو اس نے کہا۔ اَشْهَدُ بِاللّٰهِ اَنَّهُ البنیُّ الذی یَنْتَظِرُهُ اَهْلُ الْكِتَابِ اور جواب لکھا کہ میں جعفر طیارؓ کے ہاتھوں بیعت ہوکر مسلمان ہوگیا ہوں، اسلام لانے سے پہلے وہ نصرانی تھا، اسی طرح آپ نے مقوقس شاہ مصر کے پاس خط لکھا تو اس نے جواب تحریر کیا: فَقَدْ قَرَأْتُ كِتَابَكَ وَفَهِمْتُ مَاذَكَرْتَ وَمَا تَدْعُوْا إِلَيْهِ وَقَدْ عَلِمْتُ اَنَّ نَبِيًّا قَدْ بَقِيَ وَقَدْ كُنْتُ اَظُنُّ اَنَّهُ يَخْرُجُ بِالشَّامِ وَقَدْ اَكْرَمْتُ رَسُوْلَكَ اس میں اس نے اعتراف کیا کہ ایک نبی کا خروج باقی تھا، جس کے بارے میں میرا خیال تھا کہ اس کا ظہور ملکِ شام میں ہوگا۔

ہرقل قیصر روم کے پاس آپ نے خط لکھا تھا، اور دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعہ عظیم بُصریٰ کے توسط سے اس تک پہونچا، اس نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے ذریعہ تحقیقات کیں، اس نے بھی کہا وَقَدْ كُنْتُ اَعْلَمُ اَنَّهُ خَارِجٌ لَمْ اَكُنْ اَظُنُّ اَنَّهُ مِنْكُمْ کہ مجھ کو یہ بات تو معلوم تھی کہ ایک نبی کا ظہور ہوگا؛ مگر یہ نہیں گمان تھا کہ تم لوگوں میں ہوگا۔ ہرقل نے اپنے ایک ساتھی کے پاس خط لکھا جو علم وفضل میں ہرقل کے ٹکر کا تھا، اس کی بھی وہی رائے تھی (البخاری) وفدِ نجران جب مدینہ آرہا تھا، اس میں تین شخص حد درجہ معزز تھے، ان میں ابوحارثہ بڑا عالم تھا، اس نے اپنے بھائی کُرز سے کہا وَاللّٰهِ إِنَّهُ النَّبِيُّ الَّذِیْ كُنَّا نَنْتَظِرُهُ جس کی وجہ سے کرز بعد میں مسلمان ہوگیا۔

اس طرح کے کتنے ہی واقعات ہیں، جن کو ابن قیم نے هداية الحيارىٰ میں ذکر کیا جن کو تفصیل دیکھنی ہے هداية الحيارىٰ اور اظہار الحق، الجواب الصحيح لمن بدّلَ دِيْنَ المسيح کا مطالعہ کرے، ہمارا مقصد یہاں پر صرف اتنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے اس فرمان کی وجہ سے ان نصرانیوں کو اس نبی کے آنے کا انتظار تھا؛

اسی لیے بعض عیسائیوں نے بھی دعویٰ کیا کہ میں وہی مددگار فارقلیط ہوں اور بہت سے عیسائی اس پر ایمان لائے، رومن تواریخ کلیسا میں ہے کہ مونٹانس نے ۱۷۰ء میں دعویٰ کیا تھا کہ میں فارقلیط ہوں۔ (نوید جاوید ص:۴۹۴، اظہار الحق ج:۴ص:۱۱۸۸)

انجیل یوحنا میں ''اس مددگار'' ''دنیا کا سردار'' اور کسی کسی ترجمہ انجیل میں مددگار کی جگہ وکیل وشفیع کا لفظ آیا ہے، اس کے جو اوصاف بیان کیے گئے ہیں، وہ حضرت محمد ﷺ پر ہی صادق آتے ہیں (۱) ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا (۲) وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا (۳) جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔ (۴) میری (یعنی حضرت عیسیٰ کی) گواہی دے گا۔ اور تم بھی گواہ ہو (۵) اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار پاس نہ آئے گا۔ (۶) دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا (۷) مجھے تم سے اور بھی باتیں کہنی ہیں؛ مگر اب تم ان کو برداشت نہیں کر سکتے؛ لیکن جب وہ آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا؛ تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا؛ میرا جلال ظاہر کرے گا۔

(۱) روح الحق اور مددگار کو اپنے جانے پر موقوف رکھا؛ اس لیے کہ دو رسول مستقل شریعت والے ایک زمانہ میں نہیں ہو سکتے ہیں۔ اگر ایک دوسرے کی شریعت کا متبع ہو تو دو رسول ایک وقت میں ہو سکتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ اور ہارون۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے گواہی دیں گے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منکر ہوں گے یعنی ان کی رسالت ونبوت کے منکر ہیں اور ان کی ماں پر تہمت رکھتے ہیں ان کے خلاف حضرت عیسیٰ کی رسالت وعبدیت اور ان کی ماں کی طہارت کو ان لوگوں کے درمیان بیان کریں گے۔ اسی طرح ان کی الوہیت کے جو قائل ہیں، جو بدترین طرح کا کفر ہے۔ ان پر انکار کریں گے۔ حواری بھی ان باتوں کو جانتے تھے کہ حضرت عیسیٰ کیا ہیں؟ پھر ان کو یاد لایا اور بتلایا؛ تاکہ وہ لوگ اور ان کے توسط سے دوسرے لوگ اس پر ایمان لائیں۔

(۳) حضرت عیسیٰؑ کو بہت سی اور بھی باتیں بتلانی تھیں؛ مگر ابھی تک ان میں اتنی صلاحیت نہیں تھی کہ اس کو برداشت کرتے اور سمجھ جاتے؛ اس لیے حضرت عیسیٰؑ نے کَلِّمُو النّاسَ علیٰ قدرِ عُقُوْلِھِمْ کے قاعدہ سے اتنی ہی بات پر اکتفاء کیا اور فرمایا کہ جب وہ مددگار آئے گا تو ان باتوں کو جو سچائی کی راہیں ہیں، بتلائے گا غیبی خبریں بتائے گا۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی صفات کو، یومِ آخرت کی تفصیل کو اور دوزخ وجنت کی تفصیل کو بیان کیا، جس کے بیان سے توریت وانجیل خاموش ہیں، اسی طرح سچائی کی تمام راہوں کو بیان کر کے دین کو کامل ومکمل کر دیا اور حضرت عیسیٰؑ کے جلال وعظمت کو بیان کیا ہے، اس طرح فارقلیط ومددگار اور سردار آکر دنیا کو تین چیزوں سے قصوروار ٹھہرائے گا اور ان کو الزام دے گا، یہ محمد رسول اللہ ہی ہیں۔

اول گناہ سے اور اس سے مطلقا گناہ مراد نہیں ہے؛ بلکہ ایک خاص گناہ حضرت عیسیٰ پر ایمان نہ لانے کا۔ جیسا کہ اس سے پہلے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا کہ اگر میں نہ آتا اور ان سے کلام نہ کرتا تو وہ گنہگار نہ ٹھہرتے وَ بِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلیٰ مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا .

دوم راستبازی کے سبب یہاں پر مطلقا سچائی مراد نہیں ہے؛ بلکہ خاص واقعہ کی سچائی یعنی دنیا کو میرے مصلوب ہونے کا گمان ہوگا، وہ سچی اور واقعی بات بیان کر کے دنیا کو الزام دے گا کہ تمہارا یہ کہنا صحیح نہیں ہے؛ بلکہ بغیر مصلوب ہوئے وہ خدا کے پاس چلے گئے ﴿ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۞ – بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴾ (سورہ نساء: ۱۵۷-۱۵۸)

سوم۔ عدالت سے الزام دے گا یہودیوں نے جو ظالمانہ حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگایا کہ وہ اپنے خدا اور خدا کا بیٹا کہتا ہے جس کی وجہ سے ان لوگوں نے سولی دینے کا

فیصلہ کیا اس الزام کو غلط بتائے گا۔ ﴿قَالَ الْمَسِيْحُ يَا بَنِيْ ~ اِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (مائدہ:۷۲)

ایسا مددگار اور سردار جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہے، جس میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود ہوں اور اس پر صادق آتے ہوں اور اِدھر خود محمد رسول اللہ ﷺ نے اس کا دعویٰ بھی کیا کہ میں ہی بشارت عیسیٰ علیہ السلام کا مصداق ہوں اور آپ کے زمانہ کے کتنے ہی عیسائی علماء نے اس کا اقرار و اعتراف بھی کیا کہ آنحضور ہی اس کے مصداق ہیں، چوں کہ اس تقریر سے ایک پیغمبر کی بعثت کی پیشین گوئی ہوتی ہے۔ اور اس سے عیسائی کلیسا کی اس تعلیم وتبلیغ کی مخالفت ہوتی ہے، جس کی تعلیمات میں لوگوں کو باور کرایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آخری نبی ہیں؛ اس لیے ان لوگوں نے اس کی طرح طرح کی تاویل کی، کبھی کسی نے یہ کہا کہ اس سے مراد خود دوبارہ حضرت عیسیٰؑ اس کا مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟ جب کہ وہ خود کہتے ہیں کہ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا کہ ابد تک ساتھ رہے گا۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے اپنے بارے میں دنیا کو کس طرح الزام دیا۔

اور بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اور روح القدس کا نزول ہے۔ جو عید پنتیکست کے دن حواریوں پر ہوا تھا۔ جب عید پنتیکست کا دن آیا تو وہ لوگ ایک جگہ جمع تھے کہ یکا یک آسمان سے ایسی آواز آئی، جیسے زور کی آندھی کا سناٹا ہوتا ہے اور اس سے سارا گھر جہاں وہ بیٹھے تھے گونج گیا اور انہیں آگ کے شعلے کی سی پھٹتی ہوئی زبانیں دیکھائی دیں۔ اور ان میں سے ہر ایک پر ٹھہریں اور وہ سب روح القدس سے بھر گئے اور غیر زبانیں بولنے لگے۔ جس طرح روح نے انہیں بولنے کی طاقت بخشی۔ (اعمال باب ۲/)

اس وکیل ومددگار وسردار سے روح القدس مراد لینا کسی صورت سے صحیح نہیں ہے؛ اس لیے کہ حضرت عیسیٰ نے اس وکیل وشفیع کی بشارت دینے سے پہلے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے محبت رکھتے ہو تو میرے حکموں پر عمل کرو، اس سے حضرت کا مقصد یہ ہے کہ میں جس نئے نبی نبوت کی پیشین گوئی کر رہا ہوں، اس کے ظہور کے وقت بہت سے لوگ انکار کریں گے،، اس لیے انہوں نے اس فقرہ کے ذریعہ ان کو متوجہ کر کے اس کی تاکید کی پھر ان کی آمد کی اطلاع دی۔ اور روح کتاب اعمال کی تصریح کے مطابق تمام لوگوں پر ٹھہری اور سب لوگ روح القدس سے بھر گئے، لہٰذا جن لوگوں پر روح نازل ہوئی، ان کی کیفیت اس شخص کی طرح تھی، جیسے کسی پر جن سوار ہو، ایسی صورت میں اس سے متاثر ہونے والے کے لیے انکار کا وہم بھی نہیں ہوسکتا ہے؛ اس لیے حضرت عیسیٰ کو مذکورہ بالا فقرہ کہنے کی کوئی ضرورت ہی نہیں تھی، اسی طرح اس کے نزول کو مستبعد سمجھنے کا گمان بھی نہیں کیا جاسکتا تھا؟ اس لیے کہ اس سے قبل وہ اس سے مستفیض ہو چکے تھے۔

حضرت عیسیٰ نے بارہ شاگردوں کو منادی کرنے کے لیے بھیجتے وقت فرمایا تھا کہ فکر نہ کرنا کہ ہم کس طرح کہیں؟ یا کیا کہیں کیوں کہ جو کچھ کہنا ہوگا، اسی گھڑی تمہیں بتایا جائے گا، کیوں کہ بولنے والے تم نہیں؛ بلکہ باپ کا روح ہے جو تم میں بولتا ہے۔

(متی باب ۱۰/)

اس وکیل وشافع کا آنا حضرت عیسیٰ کے جانے پر موقوف ہے حضرت عیسیٰ نے آسمان پر جانے سے پہلے حواریوں کو روح دی ..... یسوع نے پھر ان سے کہا کہ تمہاری سلامتی ہو جس طرح باپ نے مجھے بھیجا ہے، اسی طرح میں تمہیں بھیجتا ہوں اور یہ کہہ کر ان پر پھوں کا اور ان سے کہا کہ روح القدس لے لو۔ (یوحنا باب ۲۰)

خود حضرت عیسیٰ پر اصطباغ کے موقع پر روح کبوتر کی شکل میں نازل ہوئی۔ ان بیانات سے یہ معلوم ہوئی کہ روح القدس ایسی چیز نہیں جس کا آنا حضرت عیسیٰ کے رفع سماوی پر موقوف ہو۔ وہ شفیع ووکیل حضرت عیسیٰ کی گواہی دے گا۔ اور حضرت عیسیٰ نے

حواریوں کے بارے میں بھی فرمایا کہ تم بھی گواہ ہو؛ کیوں کہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو جس سے معلوم ہوا کہ وہ روح بھی لوگوں کے سامنے گواہی دے گی اور حواریوں پر عید پنتیکست کے دن روح کا نزول ہوا تو روح کی شہادت بعینہ حواریوں کی شہادت ہوئی، جیسے کسی پر جن مسلط ہو تو جن کا کلام بعینہ اس شخص کا کلام ہے وہ شفیع دنیا کو ملامت کرے گا۔ روح کا ملامت کرنا، کسی طرح درست نہیں ہے اور حواریوں کا کام ترغیب ووعظ کے ذریعہ دعوت دینا؛ اس لیے منطق کے اصولوں کے مطابق یوحنا کے بیان کردہ مددگار وسردار میں یسوع کے مانند ایک بشر نظر آتا ہے، جو سماعت ونطق کی صلاحیتیں رکھتا ہے۔ اور وہ نوع انسانی کے لیے ایک دوسرا شفاعت کرنے والا ہوگا، جیسا کہ یسوع اپنی حیات دنیوی کے درمیان انسانوں کی طرف سے بارگاہِ خداوندی میں شفاعت کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی سازش

حضرت عیسیٰ علیہ السلام برابر بنی اسرائیل کو حجت وبرہان اور معجزات کے ذریعہ دین حق کی تعلیم دیتے رہے اور ان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلاتے رہے؛ مگر یہودی قوم کی صدیوں سے مسلسل سرکشی کی وجہ سے ان کے قلوب اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ایک مختصر سی جماعت کے علاوہ ان کی بھاری اکثریت حضرت عیسیٰ کی مخالفت پر کمر بستہ ہوگئی اور ان کے ساتھ حسد وبغض کو اپنی جماعتی زندگی کا شعار بنالیا؛ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر اس کو جادو بتاتے اور کہتے کہ بعلزبول (شیطان کا سردار) کی مدد سے یہ کام انجام دیتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ ان کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا: جس کی بادشاہت میں پھوٹ پڑتی ہے وہ ویران ہو جاتی ہے، جس کسی شہر یا گھر میں پھوٹ پڑے گی وہ قائم نہیں رہے گا اور اگر شیطان نے شیطان کو نکالا تو اپنا آپ ہو گیا، پھر ہو گیا، پھر اس کی بادشاہت کیوں کر قائم ہوگی۔ (متی باب ۱۲/ مرقس باب ۱۳/)

کبھی الزام دیتے کہ یہ اوران کے شاگرد موسوی شریعت کی علانیہ توہین کرتے ہیں، یوم السبت کی روایات کو پامال کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دیا کہ سبت کے دن نیکی کرنا روا ہے (متی باب:۱۲) ایک مرتبہ ان کے اعتراض کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ کیا تم نے توریت میں نہیں پڑھا کہ کاہن سبت کے دن ہیکل میں سبت کی بے حرمتی کرتے ہیں اور بے قصور رہتے ہیں، میں تم سے کہتا ہوں کہ یہاں وہ ہے جو ہیکل سے بھی بڑا ہے۔ (متی باب:۱۲)

کبھی ان پر کفر کا الزام لگایا اور سنگسار کرنے کی کوشش کی یسوع نے کہا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے بہتر کام دیکھائے ہیں، ان میں سے کس کام کے سبب مجھے سنگسار کرتے ہو۔ یہودیوں نے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب نہیں؛ بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے ہیں اور اس لیے کہ تو آدمی ہو کر اپنے آپ کو خدا بناتا ہے، یسوع نے جواب دیا کہ میرا یہ جملہ کفر نہیں ہے؛ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں: کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا تم خدا ہو جب کہ اس نے انہیں خدا کہا جن کے پاس خدا کا کلام آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا کہتے ہو کفر بکتا ہے۔ (یوحنا باب:۱۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزام دینے اور بغاوت کا جرم ثابت کرنے کے لیے مشورہ کر کے طرح طرح کی باتیں پوچھتے؛ تاکہ ان کو کسی طرح پھنسائیں، ایک مرتبہ کہا اے استاد ہم جانتے ہیں کہ تو سچا ہے اور سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے اور کسی کی پرواہ نہیں کرتا ہے؛ کیوں کہ تو کسی آدمی کا طرف دار نہیں ہے، بس ہمیں بتا تو کیا سمجھتا ہے، قیصر کو جزیہ دینا روا ہے؟ یا نہیں، یسوع نے ان کی شرارت جان کر کہا کہ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ جب ان کے پاس لائے، اس نے ان سے کہا یہ صورت یہ نام کس کا ہے، انہوں نے ان سے کہا کہ قیصر کا اس پر اس نے ان سے کہا، پس جو قیصر کا ہے، قیصر کو اور جو خدا کا

ہے خدا کو ادا کرو۔ (متی باب:۲۲)

جس قدر بنی اسرائیل کا جوش مخالفت بڑھتا گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فریسیوں اور کاہنوں کے عیوب کو کھول کھول کر بیان کرنے لگے، جس کی وجہ سے اس کی آتش غضب بھڑک گئی؛ مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریضوں کے شفاء دینے کے معجزہ کی وجہ سے ان کے ساتھ ایک بھیڑ رہا کرتی تھی، جس کی وجہ سے ان کو گرفتار کرنے کی ہمت نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اے ریا کار فقیہو! اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت تم لوگوں پر بند کرتے ہو؛ کیوں کہ نہ آپ داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والے کو داخل ہونے دیتے ہو۔

اے ریا کار فقیہو! اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لیے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو، اور جب مرید ہو جاتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنم کا فرزند بناتے ہو۔

اے ریا کار فقیہو! اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھیری ہوئی قبروں کے مانند جو اوپر سے خوبصورت دکھائی دیتی ہے؛ مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوتی ہے۔

اسی طرح تم بھی ظاہر میں لوگوں کو راست باز دکھائی دیتے ہو، ؛مگر باطن میں ریا کاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو، (متی باب/۲۳)

قرآن کہتا ہے: ﴿ لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (المائدہ/ ۷۸) بنی اسرائیل ان باتوں کو سن کر دانت پیستے؛ مگر آپ پر ہاتھ اٹھانے کی ہمت نہ پاتے۔ جب آپ نے بنی اسرائیل سے سلسلۂ نبوت ختم ہونے کا اعلان شروع کیا۔ اور فرمانے لگے کہ وہ مسیح اور مسیا بنی اسرائیل سے نہیں ہوگا، اور جب فریسی جمع ہوئے، تو یسوع نے ان سے پوچھا کہ تم مسیح کے حق میں کیا سمجھتے ہو، وہ کس کا بیٹا ہے، انہوں نے ان سے کہا: داؤد کا اس نے ان سے کہا کہ پس داؤد روح کی ہدایت سے

کیوں کر اسے خداوند کہتا ہے، پس جب داؤد ان کو خداوند کہتا ہے تو وہ اس کا بیٹا کیوں کر ٹھہرا۔ (متی باب ۲۲/)

ایک مرتبہ بیت المقدس کی عمارت کو دیکھ کر نہایت حسرت سے فرمایا: اے یروشلم تو جو نبیوں کو قتل کرتی ہے اور جو تیرے پاس بھیجے گئے، انہیں سنگسار کرتی ہے، کتنی ہی بار میں نے چاہا کہ جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پیروں تلے جمع کر لیتی ہے، اسی طرح میں بھی تیرے لڑکوں کو جمع کر لوں؛ مگر تم نے نہ چاہا دیکھو! تمہارا گھر تیرے لیے ویران چھوڑا جاتا ہے، ایک مرتبہ فرمایا، میں تم سے سچ کہتا ہوں، یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہیں رہے گا، جو گرایا نہ جائے گا۔ (متی باب ۲۳/۲۴)

لعزر نام کے ایک شخص کو جس کو قبر میں دفن کیا جا چکا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے معجزہ سے زندہ کیا۔ تو بہتیرے یہودی ایمان لائے، ان سب باتوں کی وجہ سے ان لوگوں کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور انہوں نے اس کو مذہبی قومی، اور سیاسی مسئلہ بنا کر بہت سے عوام کو اپنی طرف مائل کر لیا کہ یہ شخص تو اللہ کی توہین کرتا ہے، موسیٰؑ کی توہین کرتا ہے، مقدس ہیکل کی توہین کرتا ہے، قوم کا غدار ہے، مسیا اور مسیح کو اسماعیلی بتاتا ہے۔ اور اسرائیل کا بادشاہ بننا چاہتا ہے، رومی حکومت کے خلاف بغاوت کر کے ہم کو برباد کرنا چاہتا ہے۔ یوحنا باب ۱۱/۴۵ میں ہے، پس سردار کاہنوں اور فریسیوں نے صدر عدالت کے لوگوں کو جمع کر کے کہا کہ ہم کرتے کیا ہیں، یہ آدمی تو بہت معجزے دکھاتا ہے، اگر ہم اسے یوں ہی چھوڑ دیں، تو سب اس پر ایمان لے آئیں گے۔ تو رومی آ کر ہماری جگہ اور قوم دونوں کو قبضہ کر لیں گے، اور ان میں سے کائفہ نام کے ایک شخص نے جو اس سال سردار کاہن تھا۔ ان سے کہا، تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ ایک آدمی امت کے لیے مرے نہ کہ ساری قوم ہلاک ہو، پس وہ اسی روز سے اس کے قتل کا مشورہ کرنے لگے۔

خدائی تدبیر

﴿وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ﴾ (آل عمران:۵۴)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بتلا دیا تھا کہ یہ لوگ تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور میں تم کو آسمان پر اٹھالوں گا، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو اور اس کے بعد اپنے حواریوں کو اسے بتایا؛ چنانچہ انجیل یوحنا (باب:۷) میں ہے، سردار کاہنوں اور فریسیوں نے ان کو پکڑنے کے لیے پیادہ بھیجے، یسوع نے کہا کہ میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں، پھر اپنے بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا، تم مجھے ڈھونڈھو گے؛ مگر نہ پاؤ گے اور جہاں میں ہوں تم نہیں آسکتے یہودیوں نے آپس میں کہا: کہاں چلا جائے گا کہ ہم اسے نہیں پائیں گے؟ کیا ان کے پاس جائے گا جو یونانیوں میں جا بجا رہتے ہیں اور یونانیوں کو تعلیم دے گا؟ یہ کیا بات ہے جو اس نے کہی کہ تم ڈھونڈھو گے؛ مگر نہ پاؤ گے؟ اور جہاں میں ہوں تم نہیں آسکتے؟

اخیر وقت میں حواریوں کو بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتلا دیا تھا، جیسا کہ یوحنا (باب:۱۳) میں ہے، اے بچو! میں تھوڑی دیر اور تمہارے ساتھ ہوں تم مجھے ڈھونڈھو گے اور جیسا کہ میں نے یہودیوں سے کہا کہ میں جہاں ہوں تم وہاں نہیں آسکتے، ویسا ہی تم سے بھی کہتا ہوں اور یوحنا (باب/۱۴) میں ہے، تم سُن چکے ہو کہ میں نے تم سے کہا کہ جاتا ہوں، اور تمہارے پاس پھر آتا ہوں، اگر تم مجھ سے محبت رکھتے۔ تو اس بات سے کہ باپ کے پاس جاتا ہوں، خوش ہوتے؛ کیونکہ باپ مجھ سے بڑا ہے اب میں نے تم سے اس کے ہونے سے پہلے کہہ دیا ہے، تا کہ تم یقین کرو۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد قرآن میں ہے۔ ﴿اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ (آل عمران:۵۵)

یعنی ان بدبختوں کے منصوبوں کو خاک میں ملادوں گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کردیں، اس طرح خدا کی نعمتِ عظیمہ کی بے قدری کریں؛ لیکن میں یہ نعمت ان سے لے لوں گا۔ تیری عمر مقدر پوری کر کے رہوں گا، تم کو دشمن قتل نہ کر پائیں گے۔ اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ اس وقت میں تجھ کو اپنی جانب یعنی آسمان پر اٹھالوں گا اور تو دشمن کے ناپاک ہاتھوں سے ہر طرح محفوظ رہے گا، یہ تیرا چراغ کیا گل کریں گے..... تیرے پیروخواہ صحیح العقیدہ ہوں یا غلط کار، ان کو قیامت تک یہودیوں پر جو تیرے منکر ہیں، غالب رکھوں گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کی سازش بظاہر کامیاب

چاروں انجیلوں میں یہودا کی مخبری حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری پھر ان کو سولی دینے کا قصہ مذکور ہے، جو سراسر غلط ہے، قرآن اس قصہ کی سختی سے تردید کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ درحقیقت یہ غلط فہمی ہے، ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھا لیے گئے تھے، جب تقابل میں قرآن کا بیان پھر ان کے مذہب کے ابتدائی دور کے عیسائی فرقوں کے اقوال کو اور پطرس رسول کا قول نقل کیا جائے گا۔ جس کو چاروں انجیلیں عینی شاہد کہتی ہیں۔ اس وقت قرآن کے بیان کی تصدیق اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی اس وقت انہیں انجیلوں سے ان واقعات کو نقل کر کے، انہی انجیلوں سے اور اس کے دوسرے مقامات سے اختلاف وتناقض کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے گا۔ رہی ان انجیلوں کی علمی دنیا میں بے اعتباری تو اس کی تفصیل محاضرہ کے دوسرے حصہ میں آئے گی۔

یہودا کی مخبری

شیطان یہودا میں سما گیا، جو اسکریوطی کہلاتا ہے اور ان بارہ میں شمار کیا جاتا ہے، اس

نے جا کر سردار کاہنوں اور سپاہیوں کے سرداروں سے صلاح کی کہ اس کو کس طرح ان کے حوالے کرے وہ خوش ہوئے اور اسے روپے دینے کا اقرار کیا، اس نے مان لیا، اور موقع ڈھونڈنے لگا کہ اسے بغیر ہنگامہ کے ان کے حوالے کرادے، (لوقا باب: ۲۲، مرقس باب:۱۴) اور متی باب:۲۲ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ انہوں نے اسے تیس روپے تول کر دیے، یہ واقعہ یوحنا میں نہیں ہے۔

یسوع کا اپنے پکڑنے والوں کی طرف اشارہ

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حواریوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے، اور فرما رہے تھے کہ میں تم سے کہتا ہوں کہ پھر اسے کبھی نہ کھاؤں گا؛ جب تک وہ خدا کی بادشاہت میں پورا نہ ہو، اسی طرح شیرۂ انگور پی رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ انگور کا شیرہ اب کبھی نہ پیوں گا؛ جب تک خدا کی بادشاہت نہ آئے اسی دوران میں فرمایا کہ (آگے متی باب: ۲۶ کی عبارت ہے) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ تم میں سے ایک مجھے پکڑوائے گا وہ بہت دل گیر ہوئے اور ہر ایک اس سے کہنے لگا، اے خداوند! کیا میں ہوں، اس نے جواب میں کہا کہ جس نے میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالا ہے، وہی مجھے پکڑوائے گا، اس کے پکڑوانے والے یہودا نے جواب میں کہا کہ اے ربی کیا میں ہوں؟ اس نے اس سے کہا: تو نے خود کہہ دیا۔ انجیل مرقس (باب:۱۴) میں ہے، جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا ہے، آگے یہودا کے پوچھنے کا ذکر نہیں ہے۔ اور انجیل لوقا باب:۲۲ میں ہے، دیکھو پکڑوانے والے کا ہاتھ میرے ساتھ میز پر ہے (یعنی دسترخوان پر) اور انجیل یوحنا (باب:۱۳) میں ہے، یوحنا اس کا چہیتا شاگرد اس نے کہا:

اے خداوند! وہ کون ہے؟ یسوع نے جواب دیا: جسے میں نوالہ ڈبو کے دوں گا وہی ہے، پھر اس نے نوالہ ڈبویا اور اس نوالہ کے بعد شیطان اس میں سما گیا۔ پس یسوع نے اس سے کہا، جو کچھ تجھ کو کرنا ہے، جلد کر لے، وہ نوالہ لے کر فی الفور باہر چلا گیا اور رات کا وقت تھا۔

ناطقہ سر بگریباں اور خامہ انگشت بدنداں ہے کہ دنیا کی سب سے محبوب شخصیت اپنے خصوصی بارہ معتقدین کے سامنے یہ اظہار کر رہی ہے کہ اس دنیا میں میرا یہ آخری کھانا ہے اور ساتھ کھانے والے بارہ انسان میں ایک کو معین طور پر بتلا رہے ہیں کہ میرے قتل کی سازش کرنے والوں کی مخبری کا مجرم ہے، اتنے اہم انکشاف کے باوجود کھانے کی یہ مجلس درہم برہم نہیں ہوتی ہے، کتنے متحمل ہیں، کھانے میں مصروف وہ گیارہ افراد جو اپنے سب سے بڑے محسن نجات دہندہ کو قتل کرنے کی مخبری کرنے والے کے خلاف اشتعال میں نہیں آئے، اور اس کے غائب ہونے پر اس کی جستجو تک نہیں ہوتی ہے کہ وہ کہاں گیا ہے اور کتنا بے خوف ہے، وہ منافق جو گیارہ مخلصین کے درمیان اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہے۔ کیا دنیا میں اس طرح کا کوئی واقعہ پیش آسکتا ہے؛ مگر انجیل کہتی ہے کہ پیش آیا، اور یہ بھی ملاحظہ ہو کہ آج تک یہ مقدس ہاتھ جس پر پڑا، اس کے لیے شفاء ورحمت ثابت ہوا، اور دنیا نے ہمیشہ اس ہاتھ سے برکات وخیرات ہی کا ظہور دیکھا ہے؛ مگر آج جب دنیا سے رخصت ہو رہا ہے۔ تو وہ ہاتھ ایسا منحوس ہو گیا کہ اس کے نوالہ ڈبو کر کھلانے سے شیطان سما جاتا ہے۔ ع

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

اس پر بس نہیں؛ بلکہ انجیل متی میں ہے کہ اس کے بعد یسوع نے روٹی برکت چاہ کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا: کھاؤ، پھر ان انجیلوں کا بیان ملاحظہ ہو کہ ایک انجیل متعین کرتی ہے کہ وہ شخص جو میرے ساتھ دسترخوان پر بیٹھا ہے، اور ایک انجیل بتاتی ہے کہ جو میرے ساتھ طباق میں ہاتھ ڈالتا تھا اور ایک انجیل اس طرح نشاندہی کرتی ہے میں جس کو لقمہ ڈبو کر دوں گا اب کس الہام کو کوئی سچا کہے اور کس کو جھوٹا کہے اور یسوع نے کون سا جملہ فرمایا تھا اور بھی ملاحظہ ہو، ایک الہام ہے جس میں یہود ا ملعون ہو گیا کہ اگر وہ آدمی پیدا نہ ہوتا تو اس کے لیے اچھا ہوتا۔ (انجیل مرقس ولوقا)

دوسرے الہام میں آسمانی بادشاہت میں اس کو بارہ تختوں میں سے ایک تخت پر بیٹھا

کراس سے عدالت کرائی جارہی ہے۔ میرے باپ نے ایک بادشاہت مقرر کی ہے، میں بھی تمہارے لیے مقرر کرتا ہوں؛ تاکہ میری بادشاہت میں میری میز پر کھاؤ پیو؛ بلکہ تم تختوں پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے۔

(لوقا باب:۲۲،اور انجیل متی باب:۹۱۹)

میں ہے کہ بارہ تحقیق پر بیٹھ کر اسرائیل کے بارہ قبیلوں کا انصاف کروگے کیا یوحنا رسول کو معلوم نہیں ہے کہ یہودا ملعون ہوگیا ہے، اور اس کا نام بارہ میں سے خارج ہو چکا ہے کہ اپنے مکاشفات باب ۲۱/ میں ذکر کرتا ہے کہ اس شہر کی شہر پناہ کی بارہ بنیادیں تھیں اور ان پر بارہ کے بارہ رسولوں کے نام لکھے تھے۔

واضح ہو کہ بارہ رسولوں کا نام انہی بارہ کے ساتھ خاص ہے۔ جس کو مسیح نے منتخب کیا تھا اور اسی طرح وہ الہام جس میں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ کوئی انہیں میرے ہاتھ سے چھین نہیں سکتا ہے، میرا باپ جس نے مجھے دی ہے، سب سے بڑا ہے اور کوئی انہیں باپ کے ہاتھ سے نہیں چھین سکتا ہے، میں اور باپ ایک ہوں، (یوحنا باب:۱۰)

اور کیا ہوگئی یسوع کی دعا: اے قدوس باپ! اپنے نام کے وسیلے سے جو تو نے مجھے بخشا ہے، ان کی حفاظت کر؛ تاکہ وہ ہماری طرح ایک ہوں (یوحنا باب:۱۸) جب کہ یسوع نے دعا کی بابت فرمایا تھا کہ مجھے معلوم تھا کہ تو ہمیشہ میری سنتا ہے۔ (یوحنا باب:۱۱)

قرآن کا بیان

﴿ فَلَمَّا اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ - رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا بِمَاۤ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴾ (آل عمران ۵۲-۵۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کون، میں؟ جو کفر وانکار کے سیلاب کے سامنے سینہ سپر ہو کر خدا

کے دین کے ناصر ومددگار رہیں گے۔ حضرت کے اس ارشاد کو سن کر تمام حواریوں نے بیک زبان نہایت جوش وخروش کے ساتھ جواب دیا کہ ہم اللہ کے دین کے مددگار ہیں آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم وفا شعار ہیں۔

گرفتاری کا منظر

یہوداہ جوان بارہ میں سے ایک تھا آیا اور اس کے ساتھ ایک بھیڑ تلواریں اور لاٹھیاں لیے ہوئے سردار کاہنوں اور بزرگوں کی طرف سے آ پہنچی، اور ان کے پکڑوانے والے نے انہیں یہ بتا دیا تھا کہ جس کا میں بوسہ لوں وہی ہے، اسے پکڑ لینا، اور فوراً یسوع کے پاس آ کر کہا: اے ربی سلام اور اس کے بوسے لیے، یسوع نے کہا: میاں جس کام کے لیے آیا ہے، کر لے، اس پر انہوں نے پاس آ کر یسوع پر ہاتھ ڈالا اور اسے پکڑ لیا۔ متی باب ۲۶/ اور انجیل مرقس باب ۱۴/ میں بھی اسی طرح ہے؛ مگر، یسوع کا یہ جملہ کہ جس کام کے لیے آیا ہے، وہ کر لے'' موجود نہیں ہے، انجیل لوقا باب ۲۲/ میں ہے، وہ یسوع کے پاس آیا کہ اس کا بوسہ لے، یسوع نے کہا: اے یہوداہ کیا تو بوسہ لے کر ابن آدم کو پکڑواتا ہے۔ اور انجیل یوحنا باب ۱۸/ میں ہے کہ یسوع خود مجمع سے پوچھتے ہیں کہ تم کس کو ڈھونڈتے ہو، انہوں نے اسے جواب دیا، یسوع ناصری کو، یسوع نے ان سے کہا میں ہی ہوں اور اس کا پکڑوانے والا یہوداہ بھی ان کے ساتھ کھڑا تھا، اس کے یہ کہتے ہی کہ میں ہی ہوں۔ وہ لوگ پیچھے ہٹ کر زمین پر گر پڑے۔ پس اس نے ان سے پوچھا، تم کسے ڈھونڈتے ہو، وہ بولے یسوع ناصری کو۔ یسوع نے جواب دیا: میں تم سے کہہ چکا ہوں کہ میں ہی ہوں۔ پس اگر مجھ کو ڈھونڈتے ہو، تو انہیں جانے دو، ان انجیلوں کی تضاد بیانی دیکھیے، انجیل متی کہتی ہے کہ یہوداہ نے بوسہ لے کر یسوع کا مجمع سے تعارف کرایا اور انجیل یوحنا کہتی ہے کہ خود یسوع نے اسے آپ کو پہنچوایا۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ کیا وہ لوگ یسوع کو پہچانتے نہیں تھے۔ کہ یہوداہ کو پہنچوانے کی ضرورت پڑی،

یا خود یسوع کو اپنا تعارف کرانا پڑا؛ جب کہ یسوع نے ہیکل میں اور مختلف جگہوں پر تقریر کر کے دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دیا۔ اور بار باران کو ملامت کی اور ان کے معجزات کی وجہ سے ایک بھیڑ ان کے ساتھ رہتی تھی؛ اسی لیے تو خود یسوع نے اس موقع پر ان سے کہا ، کیا تم تلواریں اور لاٹھیاں لے کر ڈاکوؤں کی طرح پکڑنے نکلے ہو، میں ہر روز تمہارے سامنے ہیکل میں تعلیم دیتا تھا اور تم نے مجھے نہیں پکڑا۔

کتنے تناقضات اور اختلاف کی نشاندہی کی جائے ،لوقا کی انجیل میں یسوع یہودا کو اس کام پر ملامت کر رہا ہے، متی کی انجیل میں اس کام کے لیے آمادہ کر رہا ہے اور اس طرح جب شمعون پطرس نے تلوار چلائی اور سردار کاہن کے نوکر کا داہنا کان اڑا دیا، تو انجیل یوحنا میں ہے کہ یسوع نے پطرس سے کہا، تلوار کو میان میں کر، جو پیالہ باپ نے مجھ کو دیا کیا میں اس کو نہ پیوں ،اور انجیل لوقا باب ۲۲/ میں ہے کہ یسوع نے جواب میں کہا: اتنے پر کفایت کر اور اس کے کان کو چھو کر اچھا کیا۔ اور انجیل متی ۲۶/ میں ہے کہ یسوع نے کہا، جو تلوار کھینچتے ہیں وہ سب تلوار سے ہلاک کیے جائیں گے۔ آیا تو نہیں سمجھتا کہ میں اپنے باپ سے مَنّت کر سکتا ہوں اور وہ فرشتوں کے بارہ تمن (سپاہیوں کی فوج) سے زیادہ میرے پاس ابھی موجود کر دے گا۔ یسوع نے پطرس کے جواب میں ان باتوں میں سے کونسی بات کہی ان سب باتوں کو کہا۔ تو سب انجیلوں نے اس کو کیوں نہیں ذکر کیا۔ کیا الہام میں ایسا تفاوت اور تناقض ہوتا ہے۔ اور اگر انہوں نے اپنی یادداشت سے نقل کیا اور جس کو جیسا یاد تھا۔ ویسا ذکر کیا، تو دوسری مسترد انجیلوں کا کیا قصور ہے کہ اس کا بیان معتبر نہیں۔

یسوع کی یہودیوں کی عدالت میں پیشی

یسوع کے پکڑنے والے اس کو سردار کاہن کے پاس لے گئے، جہاں فقیہہ اور بزرگ جمع ہو گئے تھے، پطرس فاصلہ پر اس کے پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانے

تک گیا، اور اندر جا کر پیادوں کے ساتھ نتیجہ دیکھنے بیٹھ گیا۔ اور سردار کاہن اور سارے عدالت والے یسوع کو مار ڈالنے کے واسطے اس کے خلاف جھوٹی گواہی ڈھونڈنے لگے؛ مگر نہ پائی گو کہ بہت سے جھوٹے گواہ آئے؛ لیکن آخر کار دو گواہوں نے آ کر کہا کہ اس نے کہا ہے کہ میں خدا کے مقدس کو ڈھا سکتا ہوں، اور تین دن میں اسے بنا سکتا ہوں۔ سردار کاہن نے کھڑے ہو کر اس سے کہا۔ تو جواب نہیں دیتا ہے یہ تیرے خلاف کیا گواہی دیتے ہیں؛ مگر یسوع چپکا ہی رہا۔ سردار کاہن نے کہا کہ میں تجھے زندہ خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر تو خدا کا بیٹا مسیح ہے، تو ہم سے کہ دے، تو یسوع نے اس سے کہا: تو نے خود کہہ دیا؛ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی دا ہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے، اس پر سردار کاہن نے یہ کہہ کر اپنے کپڑے پھاڑے کہ اس نے کفر بکا۔ اب ہمیں گواہوں کی کیا حاجت ہے؟ دیکھو تم نے ابھی یہ کفر سنا ہے تمہاری کیا رائے ہے انہوں نے جواب میں کہا، وہ قتل کے لائق ہے، اس پر انہوں نے اس کے منہ پر تھوکا۔ اور اس کے مکے مارے، اور بعض نے طمانچے مار کر کہا: اے مسیح ہمیں نبوت سے بتا کہ تم کو کس نے مارا، (متی باب ۲۶/)

انجیل یوحنا کے مطابق یسوع کو پہلے حنا کے پاس لے گئے، تب سپاہوں اور ان کے صوبہ اور یہودیوں کے پیادوں نے یسوع کو پکڑ کر باندھ لیا۔ اور پہلے حنا کے پاس لے گئے۔ وہ برس کے سردار کاہن کائفا کا سسر تھا۔ یہ وہی کائفا تھا، جس نے یہودیوں کو صلاح دی تھی کہ امت کے واسطے ایک آدمی کا مرنا بہتر ہے۔ پھر سردار کاہن نے یسوع سے اس کے شاگردوں اور اس کی تعلیم کے بابت پوچھا۔ یسوع نے اسے جواب دیا کہ میں نے دنیا سے علانیہ باتیں کی ہیں۔ میں نے ہمیشہ عبادت خانوں اور ہیکل میں جہاں سب یہودی جمع ہوتے ہیں، تعلیم دی اور پوشیدہ کچھ نہیں کہا، تو مجھ سے کیوں پوچھتا ہے، سننے والوں سے پوچھ کہ میں نے ان سے کیا کہا ہے؟ دیکھ ان کو معلوم ہے کہ میں نے کیا کیا

کہا؟ جب اس نے یہ کہا تو پیادوں میں سے ایک شخص نے جو پاس کھڑا تھا، یسوع کے طمانچہ مار کر کہا، تو سردار کاہن کو ایسا جواب دیتا ہے۔ یسوع نے اسے جواب دیا کہ اگر میں نے برا کہا تو اس برائی پر گواہی دے۔ اور اگر اچھا کہا تو مجھے مارتا کیوں ہے؟ پس حنا نے اسے بندھا ہوا سردار کائفا کے پاس بھیج دیا، (یوحنا باب/۱۸)

حنا کے یہاں لے جانے اور اس کے سوال وجواب کی بات اس انجیل کے سوا کسی اور انجیل میں نہیں ہے؛ بلکہ انجیل متی مرقس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح کے مقدمات کی تحقیق کائفا کے یہاں رات ہی میں ہوئی اور انجیل لوقا سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سپاہی رات میں گرفتار کر کے لے گئے تو انہوں نے رات میں مسیح کو مارا پیٹا اور ٹھٹھا کیا، اور صبح کو عدالتِ یہود میں پیشی ہوئی اور جو آدمی یسوع کو پکڑے ہوئے تھے، اس کو ٹھٹھے میں اڑاتے اور مارتے تھے، اور اس کی آنکھیں بند کر کے اس سے کہہ کر پوچھتے تھے، نبوت سے بتا کس نے تجھے مارا، اور انہوں نے طعنہ سے اور بہت سی باتیں ان کے خلاف کہیں، جب دن ہوا تو سردار کاہن اور فقیہہ یعنی قوم کے بزرگوں کی مجلس جمع ہوئی، اور انہوں نے اسے اپنی صدر عدالت میں لے جا کر کہا۔ (لوقا باب/۲۲)

یہ تناقضات ایسے ہیں جس کو کسی طرح دفع نہیں کیا جا سکتا، اگر یہ کتابیں الہامی ہیں تب تو اس میں کسی قسم کا اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ اور اگر تاریخی حیثیت سے دیکھا جائے تو بھی صحیح نہیں؛ اس لیے کہ اس واقعہ کا عینی شاہد تین انجیلوں کے مطابق پطرس ہے اور انجیل یوحنا کے مطابق پطرس ویوحنا دونوں ہیں۔ اور ایک چشم دید واقعہ میں ایسا اختلاف وتناقض ممکن نہیں۔

مجلس کے استفسار پر یسوع کے جواب میں بھی اختلاف ہے۔ انجیل متی سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یسوع گونگا ہے، کوئی جواب ہی نہیں دیتا۔ اور جب زندہ خدا کی قسم دے کر پوچھا جاتا ہے تو بس اتنا کہتا ہے کہ تو نے خود کہہ دیا؛ بلکہ میں تم سے کہتا ہوں کہ

اس کے بعد تم ابن آدم کو قادر مطلق کی داہنی طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے۔

اور انجیل مرقس میں بجائے ''تو نے کہہ دیا'' کے یہ جملہ ہے: یسوع نے کہا: ہاں، انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ کائفا کے دربار میں کوئی تفتیش نہیں ہوئی؛ بلکہ کائفا کے پاس سے قلعہ کو لے گئے۔ اور صبح کا وقت تھا حنا کے یہاں تفتیش ہوئی۔ لوقا کی انجیل میں یسوع کا جواب نقل کیا ہے کہ اس نے ان سے کہا: اگر میں تم سے کہوں تو یقین نہ کرو گے اور اگر پوچھوں تو جواب نہ دو گے؛ لیکن اب سے ابن آدم قادر مطلق خدا کی داہنی طرف بیٹھا رہے گا۔ آیا یسوع نے یہ سب باتیں کہیں، جو انجیلوں میں موجود ہیں، یا کسی ایک انجیل کی بات کہی، اس تناقض وتضاد کی کیا تاویل کی جائے؟

یسوع کی گرفتاری کے بعد از خود تمام شاگرد بھاگ گئے متی باب ۲۶ میں ہے اس پر تمام شاگرد اسے چھوڑ کر بھاگ گئے؛ مگر ایک نوجوان ننگے بدن پر مہین چادر اوڑھے ہوئے۔ اس کے پیچھے ہو گیا اسے لوگوں نے پکڑا؛ مگر وہ چادر چھوڑ کر ننگا بھاگ گیا۔ انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام شاگردوں کے بارے میں خود یسوع نے سفارش کی، ان کو چھوڑ دیا جائے، پس اگر مجھے ڈھونڈتے ہو تو انہیں جانے دو۔ یہ اس نے اس لیے کہا کہ اس کا وہ قول پورا ہو کہ جنھیں تو نے مجھے دیا، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نہ کھویا اور انجیل لوقا میں اس کی بابت کچھ بھی مذکور نہیں ہے۔

یہودی یسوع کو گرفتار کر کے جا رہے تھے تو پیچھے پیچھے پطرس بھی ہو لیا تھا۔ اس کے بارے میں تفتیش ہو رہی تھی تو اس کے بیان میں بھی تناقض ہے۔ پطرس پیچھے پیچھے سردار کاہن کے دیوان خانہ کے اندر تک گیا اور پیادوں کے ساتھ بیٹھ کر آگ تاپنے لگا۔

جب پطرس نیچے صحن میں تھا تو سردار کاہن کی لونڈیوں میں سے ایک وہاں آئی اور پطرس کو آگ تاپتے دیکھ کر اس پر نظر کی، اور کہنے لگی۔ تو بھی اس ناصری یسوع کے ساتھ تھا۔

اس نے انکار کیا اور کہا میں نہ تو جانتا ہوں اور نہ سمجھتا ہوں کہ تو کیا کہتی ہے، پھر وہ باہر ڈیوڑھی میں گیا۔ اور مرغ نے بانگ دی، وہ لونڈی اسے دیکھ کر ان سے جو پاس کھڑے تھے۔ پھر کہنے لگی؛ یہ ان میں سے ہے؛ مگر اس نے پھر انکار کیا۔ اور تھوڑی دیر بعد انہوں نے جو پاس کھڑے تھے، پطرس سے پھر کہا، بیشک تو ان میں سے ہے؛ کیوں کہ تو گلیلی بھی ہے؛ مگر وہ لعنت کرنے اور قسم کھانے لگا کہ میں اس آدمی کو جس کا تم ذکر کرتے ہو نہیں جانتا اور فی الفور مرغ نے دوسری بار بانگ دی، پطرس نے وہ بات جو یسوع نے اس سے کہی تھی یاد آئی کہ مرغ کے دوبار بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا، وہ اس پر غور کر کے رو پڑا، مرقس باب ۱۴/ اور انجیل متی باب ۲۶/ میں یہی واقعہ ہے؛ مگر آگ تاپنے کا ذکر نہیں ہے، نیز اس میں دوسری بار دوسری لونڈی کہنے والی ہے بخلاف مرقس کے اس میں دوسری مرتبہ بھی وہی لونڈی دوبارہ کہتی ہے۔ اور متی میں یسوع کا جملہ ہے، مرغ کے بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا جس کی وجہ سے متی نے ایک بار مرغ کے دوبار بانگ دینے کا ذکر کیا۔ اور مرقس میں یسوع کا جملہ ہے، مرغ کے دوبار بانگ دینے سے پہلے تو تین بار میرا انکار کرے گا؛ اس لیے اس میں مرغ کے دوبار بانگ دینے کا ذکر ہے۔ انجیل لوقا میں آگ تاپنے کا ذکر ہے؛ مگر پطرس سے پوچھنے والی پہلی مرتبہ لونڈی ہے اور دوسری مرتبہ میں ایک شخص اور تیسری میں ایک دوسرا شخص ہے، مرقس ومتی میں پطرس کو یسوع کی بات خود یاد آئی، اور لوقا میں یسوع کے یکھنے سے آئی۔ خداوند نے پھر پطرس کی طرف دیکھا۔ اور پطرس کو خداوند کی وہ بات یاد آئی؛ البتہ اس میں یسوع پر لعنت کرنے کا ذکر نہیں، انجیل یوحنا میں ان تینوں انجیلوں سے بالکل الگ نوعیت کا بیان ہے، پطرس یسوع کے پیچھے ہولیا اور ایک شاگرد بھی یعنی خود یوحنا۔ پطرس دروازہ پر باہر کھڑا رہا۔ دوسرا شاگرد جو سردار کاہن کے جان پہچان کا تھا باہر نکلا اور دربانی سے کہہ کر پطرس کو اندر لے گیا۔ اس لونڈی نے جو دربانی تھی پطرس

سے کہا، کیا تو بھی اس شخص کے شاگردوں میں سے ہے، وہ بولا میں نہیں ہوں، متی ومرقس ولوقا یسوع کے پیچھے پیچھے جانے والوں میں صرف پطرس کا ذکر کرتے ہیں۔ جب کہ یوحنا خود بھی اپنے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ کیا تینوں سینٹ کو یوحنا سے حسد ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کیا۔ یا کسی نے اس میں اس جملہ کو بڑھا دیا ہے پھر یوحنا کی سب سے جان پہچان ہے جس کی وجہ سے وہاں پطرس کو بھی اندر لے گیا؛ مگر غیر معروف پطرس پر یسوع کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اعتراض ہوتا ہے اور یوحنا برابر آرہا ہے اور جارہا ہے، اس پر کوئی گرفت کرنے والا نہیں، مرقس ومتی کی انجیل میں پطرس کا صرف یسوع کا انکار کرنا ہی نہیں؛ بلکہ یسوع کو لعنت کرنا بھی مذکور ہے۔ ان حالات میں پطرس کا انکار کرنا تو اس کی تاویل ممکن ہے؛ مگر جھوٹی قسم کھانا اور لعنت کرنا، اس کی تو کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

پلاطیس کے دربار میں یسوع کی پیشی

جب صبح ہوئی تو سب سردار کاہنوں اور قوم کے بزرگوں نے یسوع کے خلاف مشورہ کیا کہ اسے مار ڈالیں اور باندھ کر لے گئے، اور پلاطیس حاکم کے حوالہ کیا، یسوع حاکم کے سامنے کھڑا تھا اور حاکم نے اس سے یہ پوچھا، کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے۔ یسوع نے اس سے کہا: تو خود کہتا ہے۔ اور جب سردار کاہن اور بزرگ اس پر الزام لگا رہے تھے، تو اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر پلاطیس نے اس سے کہا، کیا تو نہیں سنتا ہے کہ یہ تیرے خلاف کتنی گواہیاں دیتے ہیں، اس ایک بات کا بھی جواب نہ دیا؛ یہاں تک کہ حاکم نے بہت تعجب کیا۔

متی (باب/۱۲۷) نجیل مرقس (باب/۱۵) میں اسی طرح واقعہ نقل کیا ہے۔ انجیل لوقا (باب/۲۳) میں ہے کہ پلاطیس نے اس سے پوچھا کیا تو یہودیوں کا بادشاہ ہے

،اس نے اس کے جواب میں کہا: تو خود کہتا ہے پلاطیس نے سردار کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا میں اس شخص میں کوئی قصور نہیں پاتا؛ مگر وہ اور بھی زور دے کر کہنے لگے، یہ تمام یہودیوں میں؛ بلکہ گلیل سے لے کر یہاں تک لوگوں کو سکھا سکھا کر ابھارتا ہے، یہ سنکر پلاطیس نے پوچھا، کیا یہ گلیلی ہے یہ معلوم کر کے کہ ہیرودیس کی عمل داری کا ہے، اسے ہیرودیس کے پاس بھیجا، وہ بھی ان دنوں یروشلم میں تھا۔ ہیرودیس کو دیکھ کر بہت خوش ہوا؛ کیوں کہ مدت سے اس کے دیکھنے کا مشتاق تھا؛ اس لیے کہ اس کا حال سنا تھا۔ اور اس کا کوئی معجزہ دیکھنے کا امیدوار تھا اور وہ اس سے بہتری باتیں پوچھتا رہا؛ مگر اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سردار کاہن اور فقیہہ کھڑے زور وشور سے اس پر الزام لگاتے رہے۔ پھر ہیرودیس نے اپنے سپاہیوں سمیت اسے ذلیل کیا۔ اور ٹھٹھے اڑایا اور چمک دار پوشاک پہنا کر اس کو پلاطیس کے پاس واپس بھیجا پھر پلاطیس نے سرداروں اور عام لوگوں کو جمع کر کے ان سے کہا کہ تم اس شخص کو لوگوں کا بہکانے والا ٹھہرا کر میرے پاس لاتے ہو اور دیکھو میں نے تمہارے سامنے اس کی تحقیقات کی؛ مگر جن باتوں کا الزام تم اس پر لگاتے ہو، اس کی نسبت نہ میں نے اس میں قصور پایا، نہ ہیرودیس نے؛ کیوں کے اس نے ہمارے پاس واپس بھیجا ہے اور دیکھو اس سے کوئی فعل نہیں ہوا کہ قتل کے لائق ٹھہرتا پس میں اس کو پٹوا کر چھوڑ دیتا ہوں، سب مل کر چلا اٹھے کہ اسے لیجا اور ہمارے خاطر برآبا کو چھوڑ دے۔ یہ کسی بغاوت کے باعث جو شہر میں ہوئی تھی۔ اور خون کے سبب قید ڈالا گیا تھا؛ مگر پلاطیس نے چھوڑنے کے ارادہ سے پھر ان سے کہا؛ لیکن وہ چلا کر بولے کہ اس کو صلیب دے، صلیب دے، اس نے تیسری بار ان سے کہا کیوں؟ اس نے کیا برائی کی ہے؟ میں نے اس میں قتل کی کوئی وجہ نہیں پائی۔۔ پس میں اسے پٹوا کر چھوڑ دیتا ہوں؛ مگر وہ چلا چلا کر سر ہوتے رہے کہ اسے صلیب دی جائے! اور ان کا چلانا کارگر ہوا پس پلاطیس نے حکم دیا کہ ان کی درخواست کے مطابق ہو اور جو شخص بغاوت اور خون

کرنے کے سبب قید میں پڑا تھا اور جسے انہوں نے مانگا تھا، اسے چھوڑ دیا؛ مگر یسوع کو ان کی مرضی کے موافق سپاہیوں کے حوالہ کیا۔

یسوع کا رومی حاکم کی عدالت سے ہیرودیس کی عدالت میں جانا پھر ہیرودیس کی عدالت سے رومی حاکم کی عدالت میں واپس آنا۔جس میں یسوع ایک حکومت کی ولایت سے دوسری حکومت کی ولایت میں جاتے ہیں۔ایسا اہم واقعہ ہے؛ مگر لوقا کی انجیل کے علاوہ کسی انجیل میں یہ واقعہ نقل نہیں ہے حتی کہ یوحنا جو اپنے بارے میں ثابت کرتا ہے کہ شروع سے آخر تک، یہاں تک کہ یسوع کو صلیب دی گئی، موجود تھا؛ مگر وہ بھی اس واقعہ کو ذکر نہیں کرتا ہے۔ یا تو یوحنا جھوٹا جو کہتا ہے کہ میں شروع سے آخر تک اس واقعہ کا عینی شاہد ہوں، یا پھر لوقا کا بیان غلط ہے، اور انجیل متی میں ہے کہ جب پلاطیس نے دیکھا کچھ نہیں پڑتا ہے؛ بلکہ الٹا بلوا ہوا جاتا ہے تو پانی لے کر لوگوں کے روبرو اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں اس راست باز کے خون سے بری ہوں، تم جانو تو سب لوگوں نے جواب دے کر کہا کہ اس کا خون ہماری اور ہماری اولاد کی گردن پر، اس پر اس نے برآبا کو چھوڑ دیا اور یسوع کو کوڑے لگوا کر حوالہ کیا؛ تاکہ صلیب دی جائے، صرف متی اس واقعہ کو نقل کرتا ہے۔تینوں انجیل اس واقعہ کے بیان سے خاموش ہیں، انجیل یوحنا میں یہ واقعہ تینوں انجیلوں سے بہت ہی مختلف نقل کیا گیا ہے، تینوں انجیل کا بیان ہے کہ پلاطیس کے دربار میں سب لوگ گئے، اور پلاطیس نے سب کے سامنے یسوع سے تحقیق وتفتیش کی؛ مگر انجیل یوحنا میں ہے کہ وہ لوگ قلعہ کے اندر نہیں گئے؛ بلکہ پلاطیس نے اندر یسوع کو بلا کر تحقیق کی، اور اس میں یسوع روانی سے جواب دے رہا ہے۔پھر یسوع کو کائفا کے پاس سے قلعہ کو لے گئے، اور صبح کا وقت تھا، وہ خود قلعہ میں نہ گئے؛ تاکہ ناپاک نہ ہوں، تاکہ فسح کھا سکیں پس پلاطیس باہر نکل کر ان کے پاس آیا، اور کہا تم اس آدمی کی کیا فریاد کرتے ہو، انہوں نے جواب میں اس سے کہا، اگر یہ بدکار نہ ہوتا۔تو ہم اسے تیرے

حوالے نہ کرتے، پلاطیس نے ان سے کہا کہ اسے لے جا کر تم ہی اپنی شریعت کے مطابق اس کا فیصلہ کرو..... یہودیوں نے اس سے کہا کہ ہمیں روا نہیں ہے کہ کسی کو جان سے ماریں، پس پلاطیس قلعہ میں پھر داخل ہوا۔ اور یسوع کو بلا کر اس سے کہا کیا یہودیوں کا بادشاہ ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ تو یہ بات آپ سے کہتا ہے، یا اوروں نے میرے حق میں تجھ سے کہی، پلاطیس نے جواب دیا کہ کیا میں یہودی ہوں، تیری ہی قوم اور سردار کاہنوں نے تجھ کو میرے حوالہ کیا۔ تو نے کیا کہا ہے، یسوع نے جواب دیا کہ میری بادشاہت دنیا کی نہیں، اگر میری بادشاہت دنیا کی ہوتی تو میرے خادم لڑتے؛ تاکہ میں یہودیوں کے حوالے نہ کیا جاتا پھر میری بادشاہت یہاں کی نہیں، پلاطیس نے اس سے کہا، کیا تو بادشاہ ہے۔ یسوع نے جواب دیا کہ تو خود کہتا ہے کہ میں بادشاہ ہوں میں اس لیے پیدا ہوا۔ اور اس واسطے دنیا میں آیا ہوں کہ حق کی گواہی دوں، جو کوئی سچائی کا ہے میری آواز سنتا ہے پلاطیس نے اس سے کہا، سچائی کیا ہے۔ (یوحنا باب:۱۸)

یسوع کے صلیب دیے جانے کا حال

حاکم سپاہیوں نے یسوع کو قلعہ میں لے جا کر ساری پلٹن اس کے گرد جمع کی اور اس کے کپڑے اتار کر اسے قرمزی چوغہ پہنایا اور کانٹوں کا تاج بنا کر اس کے سر پر رکھا۔ اور ایک سرکنڈا اس کے داہنے ہاتھ میں دیا اور اس کے آگے گھٹنے ٹیک کر اسے ٹھٹھوں میں اڑانے لگے کہ اے یہودیوں کے بادشاہ اور اس پر تھوکا اور وہی سرکنڈا لے کر اس کے سر پر مارنے لگے، اور جب اس کا ٹھٹھا کر چکے تو چوغے کو اس پر سے اتار کر، پھر اس کے کپڑے پہنا دیے، اور صلیب دینے کو لے گئے، جب باہر آئے تو شمعون نامی ایک کرینی ملا، اسے بیگار میں پکڑا کہ اس کی صلیب اٹھائے، اور اس جگہ جو گلگتا یعنی کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے۔ پہنچ کر پت ملی ہوئی مے اسے پینے کو دی؛ مگر اس نے چکھ کر پینا نہ چاہا اور انہوں نے صلیب پر چڑھایا اور اس کے کپڑے قرعہ ڈال کر بانٹ لیے، اور وہاں بیٹھ

کراس کی نگہبانی کرنے لگے اور اس کا الزام لکھ کر اس کے سر سے اوپر لگایا کہ یہ یہودیوں کا بادشاہ یسوع ہے اس وقت اس کے ساتھ دو ڈاکو صلیب پر چڑھائے گئے، ایک داہنے اور ایک بائیں، اور راہ چلنے والے سر ہلا کر اس پر لعن طعن کرتے تھے اور کہتے تھے، اے مقدس کے ڈھانے والے، اور تین دن میں بنانے والے، اپنے تئیں بچا اگر تو خدا کا بیٹا ہے، صلیب پر سے اُتر ا، اسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھے سے کہتے تھے، اس نے اوروں کو بچایا اور اپنے تئیں نہیں بچا سکتا، تو اسرائیل کا باشاہ ہے، اب صلیب پر سے اتر آئے تو ہم ایمان لائیں اس نے خدا پر بھروسہ رکھا ہے، اگر وہ اسے چاہتا ہے تو اب سے وہ اس کو چھڑا لے؛ کیوں کہ اس نے کہا تھا، میں خدا کا بیٹا ہوں، اسی طرح ڈاکو بھی جو اس کے ساتھ صلیب پر چڑھائے گئے تھے، اس پر لعن طعن کرتے تھے۔ (متی باب ۲۷/ مرقس باب ۱۵/) میں قریب قریب اسی طرح ہے۔ انجیل لوقا باب ۲۳/ میں متی سے کچھ اضافہ کے ساتھ اس واقعہ کو نقل کیا گیا ہے، اور لوگوں کی ایک بڑی بھیڑ اور بہت سی عورتیں جو اس کے واسطے روتی پیٹتی تھیں، اس کے پیچھے پیچھے چلیں، یسوع نے ان کی طرف پھر کے کہا۔ اے یروشلم کی بیٹیو! میرے لیے نہ روؤ! بلکہ اپنے اور اپنے بچوں کے لیے روؤ! کیوں کہ دیکھو وہ دن آتے ہیں، جن میں کہیں گے مبارک ہے، بانجھیں، اور وہ پیٹ جو نہ جنیں، اور وہ چھاتیاں جنہوں نے دودھ نہ پلایا اس وقت پہاڑوں سے کہنا شروع کریں گے کہ ہم پر گر پڑو، اور ٹیلوں سے کہ ہم کو چھپالو؛ کیوں کہ ہر ہر درخت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں، تو کیا سوکھے کے ساتھ کچھ نہ کیا جائے گا (باب/۲۳)

اور انجیل یوحنا باب/۱۹ میں ہے، اور وہ اپنی صلیب آپ اٹھاتے ہوئے اس جگہ تک باہر گیا، جو کھوپڑی کی جگہ کہلاتی ہے، جس کا ترجمہ عبرانی میں گلگتا ہے، وہاں انہوں نے اس کو اور دو شخصوں کو صلیب دی، ایک کو ادھر ایک اُدھر، اور یسوع کو بیچ میں۔

جس کو صلیب پر چڑھایا جاتا ہے، قانون کے مطابق وہ خود اپنی صلیب اٹھاتا ہے؛

مگر تین انجیلوں کا بیان ہے کہ انہوں نے شمعون نامی ایک کرینی کو پکڑ کے صلیب اس پر رکھ دی، اور انجیل یوحنا کا بیان ہے کہ یسوع خود اپنی صلیب آپ اٹھائے ہوئے، اس جگہ تک باہر گیا، اب ناظرین ہی فیصلہ کریں کہ کس کے الہام اور کس کی بات کو صحیح کہا جائے، اور کس کو غلط بتایا جائے، اسی طرح یسوع کا عورتوں سے خطاب کرنا لوقا کے علاوہ کوئی نقل نہیں کرتا ہے؛ حتی کہ یوحنا بھی ذکر نہیں کرتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ میں یسوع کے صلیب پر جان دینے تک برابر اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ چاروں انجیلیں متفق ہیں کہ یسوع کے ساتھ دو ڈاکوؤں کو بھی صلیب دی گئی۔ انجیل متی مرقس کا بیان ہے کہ یہ دونوں ڈاکو بھی جو صلیب پر چڑھائے گئے تھے، اس پر لعن طعن کر رہے تھے، اور یوحنا ان دونوں ڈاکوؤں کے بارے میں صرف اتنا نقل کرتا ہے کہ وہاں انہوں نے اس کو اور اس کے ساتھ دو شخصوں کو صلیب دی، ایک اِدھر ایک اُدھر؛ مگر لوقا نقل کرتا ہے، جو بدکار صلیب پر لٹکائے گئے تھے، ان میں سے ایک یوں طعنہ دینے لگا کہ کیا تو مسیح نہیں، تو اپنے آپ کو اور ہم کو بچا؛ مگر دوسرے نے اس کو جھڑپ کر جواب دیا کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا؛ حالانکہ اسی سزا میں گرفتار ہے اور ہماری سزا تو واجبی ہے؛ کیوں کہ اپنے کاموں کا بدلہ پا رہے ہیں؛ لیکن اس نے کوئی بیجا کام نہیں کیا۔ پھر اس نے کہا اے یسوع جب تو اپنی بادشاہت میں آئے تو مجھ کو یاد کرنا۔ اس نے اس سے کہا۔ میں تجھ کو سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔

آپ نے ان چاروں انجیلوں کے اختلاف وتناقص کو ملاحظہ کیا، دو انجیلیں ذکر کرتی ہیں کہ دونوں ڈاکو یسوع کو طعنہ دے رہے تھے اور لوقا کی انجیل بتاتی ہے کہ ایک طعنہ دے رہا تھا دوسرا اس کی حمایت کر رہا تھا اور یسوع سے اس کی بادشاہت میں یاد کرنے کی درخواست کرتا تھا اور یسوع جواب میں کہتا ہے کہ آج ہی تو میرے ساتھ فردوس میں ہوگا۔ اور عینی شاہد یسوع کے پیچھے پیچھے اس کے تمام گذرنے والے واقعات

کو دیکھنے والا، یوحنا، ان دونوں ڈاکوؤں کو اس طرح ذکر کرتا ہے کہ کوئی مکالمہ ہی نہیں ہوا۔ صلیب کا عبرتناک منظر ہے۔ صلیب کے تختہ پر ہر ایک کے دونوں ہاتھ و پیر کو کیلوں سے ٹھونک دیا گیا ہے، کیا ایسے وقت میں ان کے لیے دائیں بائیں پھرنا ممکن ہے، کیا ایسے وقت میں آدمی کے ہوش وحواس صحیح رہتے ہیں، کیا یہ موقع نکتہ آفرینی اور درسِ حکمت کا ہے یا آہ وبکا اور جزع وفزع کا ہے۔ لوقا اپنی انجیل میں یسوع کی ایک اور اہم بات نقل کرتا ہے، جس میں یسوع کہتے ہیں:

اے باپ ان کو معاف کر! کیوں کہ جانتے نہیں کیا کرتے ہیں؛ مگر ایسی اہم بات کے تذکرے سے تینوں انجیلیں خاموش ہیں، کیا یسوع کا یہ درس قابلِ فراموش تھا یا ان تینوں کو اس کا الہام ہی نہیں ہوا۔

یسوع کے مرنے کا منظر

متی اور مرقس یسوع کے مرنے کا منظر بیان کرتے ہیں کہ یسوع جیسے گھبرایا ہوا اور پریشان ہوا۔ اور خدا سے شاکی ہوا، تیسرے پہر کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے چلا کر کہا: اِیلِیْ، اِیلِیْ لِمَا سَبَقَنِیْ ، یعنی اے میرے خدا، اے میرے خدا تو نے مجھے چھوڑ دیا، ایک شخص نے اس اسفنج لے کر سرکہ میں ڈوبایا اور سرکنڈے پر رکھ کر چوسایا (متی باب ۲۷/ مرقس باب ۱۵/) اور انجیل لوقا سے معلوم ہوتا کہ یسوع بہت مطمئن تھا، راضی بہ قضا تھا، یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا، اے باپ میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں اور یہ کہ کر دم دیا۔ باب ۲۴/، اور یوحنا ان سب سے مختلف باتیں نقل کرتا ہے، جس میں یسوع کے نہ چلانے کا ذکر ہے، نہ گھبرانے کا ذکر ہے، نہ لوگوں کے لیے مغفرت کی دعا کی ہے، صرف ایک بات ان کے منھ سے نکلی کہ تمام ہوا، اور سر جھکا

کر جان دے دی۔ (یوحنا باب:۲۰)

اگر صلیب پانے والا یسوع ہے جسے موت وحیات پر اس قدر اختیار ہے کہ مرنے کے تین دن بعد دوبارہ زندہ ہو جائے گا .....اور صلیب کا پیالہ اپنے اختیار سے پی رہا ہے، جیسا کہ انا جیل میں یہ سارا بیان موجود ہے۔ تو اس کو اس درجہ ناامیدی کیوں؟ اور اس پر خوف وہراس کیوں طاری ہے؟ کیا نبیوں کی ہمت اور ان کا حوصلہ اسی طرح کا ہوتا ہے کہ ان کا ایمان ایک عام مومن سے بھی کم تر ہے، جو ہنستے کھیلتے موت کا مقابلہ کرتا ہے متیؔ یسوع کے جان دے دینے کے وقت ایک عجیب وغریب معجزے کا ذکر تا ہے، یسوع پھر بڑی آواز سے چلایا اور جان دیدی، اور مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی، اور چٹانیں تڑک گئیں، اور قبریں کھل گئیں، اور بہت سے جسم ان مقدسوں کا پردہ اوپر سے جو سو گئے تھے، جی اٹھے، اور مرقس اتنا نقل کرتا ہے کہ مقدس کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گئے۔

اور لوقا اس واقعہ کو اس طرح نقل کرتا ہے، پھر دوپہر کے قریب سے تیسرے پہر تک تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہا، اور سورج کی روشنی جاتی رہی اور مقدس کا پردہ بیچ میں سے پھٹ گیا، پھر یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا:

اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں؛ مگر یوحنا خوف ومحبت کے جذبات کے ساتھ شروع سے آخر تک اس کے پیچھے پیچھے رہا وہ اس طرح کا کوئی واقعہ نقل نہیں کرتا ہے، اتنا بڑا واقعہ کہ مردے اپنی قبروں سے اٹھ کر اپنے خاندان کے لوگوں سے ملاقات کریں زلزلہ آجائے، تمام ملک میں اندھیرا چھایا رہے، اس کا چرچا تو پورے ملک میں ہونا چاہیے تھا، اور ہزار ہا آدمیوں کو دینِ عیسائیت قبول کرنا چاہیے تھا۔

عید پنتیکست کے دن جب روح القدس کا نزول ہوا، اور غیر زبانیں بولنے لگے تو تین ہزار آدمی عیسائی ہو گئے، یہ معجزہ تو اس سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے؛ مگر نہ کوئی ایمان

لایا اور نہ اس کا کسی اور تاریخی کتاب میں تذکرہ ہے، حتی کہ یوحنا بھی اس کو ذکر نہیں کرتا ہے اور یہ تینوں انجیلیں اس کے بیان میں کس قدر مختلف ہیں کہ پہلی دو انجیلیں کہتی ہیں کہ یہ واقعہ یسوع کے جان دینے کے بعد ہوا۔

اور تیسری انجیل کہتی ہے کہ یہ واقعہ یسوع کے جان دینے سے پہلے ہوا، اور مرقس صرف مقدس کے پردے کے پھٹنے کا ذکر کرتا ہے؛ جب کہ متی زلزلہ اور قبروں سے مردوں کے جی اٹھنے اور مقدس شہر میں جا کر لوگوں سے ملاقات کرنے کا ذکر کرتا ہے۔

انجیل یوحنا میں یسوع کے سلسلے میں ایک اور حادثہ کا ذکر ہے۔ جس کے بیان سے تینوں انجیلیں خاموش ہیں، پس چونکہ تیاری کا دن تھا۔ یہودیوں نے پلاطیس سے درخواست کی کہ ان کی ٹانگیں توڑی جائیں؛ تا کہ سبت کے دن صلیب پر نہ رہیں۔ پس سپاہیوں نے آ کر پہلے اور دوسرے شخص کی ٹانگیں توڑیں، جو ان کے ساتھ مصلوب ہوئے تھے؛ مگر ان میں سے ایک سپاہی نے بھالے سے اس کی پسلی چھیدی، اور فی الفور اس سے پانی اور خون بہ نکلا۔

انجیل مرقس میں ہے کہ یوسف نے جرأت سے پیلاطیس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی، اور پیلاطیس نے تعجب کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبے دار کو بلا کر اس سے پوچھا کہ اس کو مرے ہوئے دیر ہوگئی، جب صوبیدار سے حال معلوم کر لیا۔ تو یوسف کو لاش دلا دی، ان دونوں بیانوں کو ایک دوسرے سے ملا کر دیکھا جائے، تو ذہن میں طرح طرح کے سوالات پیدا ہوتے ہیں، جس کو سولی دی گئی کیا واقعتاً مر گیا۔ کیا مصلوب شخص یسوع ہی تھا تو اتنی جلدی کیسے مر گیا؟ جب کہ اس میں زندگی کی قوت دوسروں سے زیادہ ہے۔ کس کی اجازت سے سپاہی نے اس کی پسلی کو بھالے سے چھیدا اور پسلی کو بھالے سے چھیدنے کی ضرورت کیا پیش آئی۔

یسوع کے دوبارہ زندہ ہونے کا قصہ

یوسف جوارتیہ کا رہنے والا تھا یسوع کی لاش کو پیلاطیس کی اجازت سے لے گیا اور نیک دیمس یہ دونوں پچاس سیر کے قریب مر اور عود ملا ہوا لائے، پس انہوں نے یسوع کی لاش لے کر اسے سوتی کپڑے میں خوشبودار چیزوں کے ساتھ کفنایا، وہیں ایک باغ تھا، وہیں ایک نئی قبر تھی، یسوع کو اسی میں دفن کر دیا؛ کیوں کہ یہ قبر نزدیک تھی۔

موجودہ عیسائیت کے بنیادی عقیدوں میں سے ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ یسوع قبر میں دفن ہونے کے بعد تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے، اور حواریوں کو کچھ ہدایت دینے کے بعد آسمان پر چلے گئے، یسوع کے دوبارہ جی اٹھنے اور مختلف لوگوں کے دکھائی دینے کا بیان چاروں انجیلوں میں نقل ہے؛ مگر ان میں باہم اس درجہ اختلاف اور تضاد ہے، جس سے یہ حادثہ ایک خیالی کہانی معلوم ہوتا ہے، جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔

انجیل متی میں اس طرح ذکر ہے کہ سبت کے بعد ہفتہ کے پہلے دن پو پھٹتے وقت مریم مگدلینی اور دوسری مریم قبر کو دیکھنے آئیں۔ اور دیکھو ایک بہت بڑا بھونچال آیا؛ کیوں کہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اُترا اور پاس آ کر پتھر کو لڑھکایا اور اس پر بیٹھ گیا۔ اس کی صورت بجلی کی مانند تھی۔ اور اس کی پوشاک برف کے مانند سفید تھی۔ اور اس کے ڈر کے مارے نگہبان کانپ اٹھے، اور مردہ سے ہو گئے، اور فرشتے نے عورتوں سے کہا کہ تم نہ ڈرو، کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تم مسیح کو ڈھونڈتی ہو، جو مصلوب ہوا تھا، وہ یہاں نہیں ہے؛ کیوں کہ وہ اپنے کہنے کے موافق جی اٹھا ہے، آؤ، یہ جگہ دیکھو جہاں خداوند پڑا تھا اور جلد جا کر ان شاگردوں میں کہو کہ وہ جی اٹھا ہے، اور دیکھو وہ تم سے پہلے گلیل کو جاتا ہے۔ وہاں تم اسے دیکھو گے، دیکھو میں نے تم سے کہہ دیا، اور وہ خوف اور بڑی خوشی کے ساتھ قبر سے جلد روانہ ہو کر اس کے شاگردوں کو خبر دینے دوڑیں اور دیکھو یسوع انہیں ملا،

اور کہا: سلام! انہوں نے پاس آ کر اس کے قدم پکڑے اور سجدہ کیا۔ اس پر یسوع نے ان سے کہا، ڈرو نہیں جاؤ، میرے بھائیوں کو خبر دو؛ تا کہ وہ گلیل کو چلے جائیں، وہاں مجھے دیکھیں گے۔ (متی باب/۲۸)

مرقس اسی واقعہ کو اس طرح نقل کرتا ہے کہ دو عورتیں نہیں تھیں؛ بلکہ تین تھیں، مریم مگدلینی، اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومی، اور قبر دیکھنے نہیں آئی تھیں؛ بلکہ خوشبودار چیزیں مول لے کر آئیں؛ تا کہ اس پر ملیں، متی کی انجیل میں پو پھٹتے وقت میں آئیں اور مرقس میں طلوعِ آفتاب کے وقت میں اور لوقا کی انجیل میں بہت سی عورتیں تھیں، متی کو انجیل میں ان عورتوں کے سامنے بھونچال آیا، اور فرشتہ نے پتھر کو ان کے سامنے لڑھکا دیا اور یہ عورتیں قبر کے اندر نہیں گئیں اور مرقس کی انجیل میں پتھر پہلے سے لڑھکا ہوا تھا، قبر کے اندر جا کر دیکھا تو وہاں ایک جوان سفید جامہ پہنے ہوئے بیٹھا تھا اور بتایا کہ جا کر شاگردوں سے کہ دینا کہ تم سے پہلے گلیل جائے گا۔ وہیں تم ان کو دیکھو گے، اسی طرح انجیل لوقا میں بھی ہے؛ مگر اس میں پہلے سے کوئی بیٹھا ہوا آدمی نہیں ہے؛ بلکہ لاش نہ پا کر حیران ہوئے تو ایک کے بجائے دو شخص براق پوشاک پہنے ہوئے ان کے سامنے آ کھڑے ہوئے، اس نے ان سے یہ نہیں کہا کہ جا کر شاگردوں سے تم کچھ کہو؛ بلکہ ان عورتوں نے از خود جا کر گیارہ کو اور باقی لوگوں کو بتایا تو ان کو یہ باتیں کہانی سی معلوم ہوئیں اور انہوں نے ان کا یقین نہ کیا، اس پر پطرس اٹھ کر قبر تک دوڑا گیا۔ اور جھک کر نظر کی، اور دیکھا تو صرف کفن ہی کفن ہے۔

اور اس ماجرا سے تعجب کرتا ہوا، اپنے گھر چلا گیا اور انجیل یوحنا سے معلوم ہوتا ہے کہ اکیلی مریم مگدلینی ہی تڑکے ابھی اندھیرا ہی تھا کہ قبر پر آئی، اور پتھر کو قبر سے ہٹا ہوا دیکھ کر پطرس اور دوسرے شاگردوں کے پاس دوڑی ہوئی گئی، اور ان سے کہا کہ خداوند کو قبر سے نکال لے گئے، ہمیں معلوم نہیں کہ اسے کہاں رکھ دیا، پس پطرس اور دوسرا شاگرد نکل

کر قبر کی طرف چلے، اور دونوں ساتھ ساتھ دوڑے ؛مگر دوسرا شاگرد پطرس سے آگے بڑھ کر قبر پر پہلے پہنچا ،اس میں جھک کر نظر کی ،اور سوتی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے؛ مگر اندر نہ گیا پطرس اس کے پیچھے پیچھے پہنچا،اور اس نے قبر کے اندر جا کر دیکھا کہ سوتی کپڑے پڑے ہیں،اور وہ رومال جو ان کے سر پر بندھا ہوا تھا۔ کپڑوں کے ساتھ نہیں؛ بلکہ لپٹا ہوا، الگ پڑا ہے،اور اس پر دوسرا شاگرد بھی جو پہلے قبر پر آیا تھا، اندر گیا اور اس نے دیکھ کر یقین کر لیا،ان دونوں شاگرد کے واپس ہو جانے کے باوجود مریم قبر کے پاس کھڑی روتی رہی ،روتے روتے قبر کی طرف جھک کر نظر کی تو دو فرشتوں کو سفید پوشاک پہنے ہوئے ایک کو سرہانے اور ایک کو پائنتی بیٹھے دیکھا۔ انہوں نے عورت سے پوچھا کیوں روتی ہے؟ اور فرشتوں نے کچھ نہیں بتایا ؛ بلکہ ان سے بات کر کے پیچھے پھری تو یسوع نظر آیا۔ اس کو نہ پہچانا،اور اس سے کہا کہ تو نے اگر یسوع کو یہاں سے اٹھایا ہے تو مجھے بتا دے،تو یسوع نے اس سے کہا مریم تب اس نے پہچانا، یسوع نے اس سے کہا مجھے نہ چھو کہ میں باپ کے پاس اوپر نہیں گیا ،میرے بھائیوں کے پاس جا کہ دینا میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔

ناظرین اس میں سے کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غلط سمجھیں، پھر انجیل متی میں اس سے متعلق ایک اور واقعہ نقل کیا ہے کہ کاہنوں اور فریسیوں نے پیلاطیس کے پاس جمع ہو کر کہا خداوند ہمیں یاد ہے کہ دھوکہ باز نے جیتے جی کہا تھا کہ میں تین دن کے بعد جی اٹھوں گا پس حکم دے کہ تیسرے دن تک قبر کی حفاظت کی جائے ،کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے شاگرد چرا لے جائیں ،اور لوگوں سے کہہ دیں کہ وہ مردوں میں جی اٹھا ہے۔ تو یہ پچھلا دھوکہ پہلے سے بھی بڑا ہوگا ۔ پیلاطیس نے ان سے کہا: تمہارے پاس پہرے والے ہیں، جاؤ جہاں تک ہو سکے اس کی حفاظت کرو، پس پہرے والے کو ساتھ لے کر گئے ،اور پتھر پر مہر کر کے قبر کی حفاظت کی۔

عیسائی مذہب میں یسوع کے مردوں سے جی اٹھنے کی گواہی میں یہی گواہی سب سے قوی ہے یعنی تیسرے دن قبر کے پاس گئے، اور قبر کو خالی پایا؛ لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہودیوں نے قبر پر پہرا بٹھا رکھا تھا؛ اس لیے کہ ان کو یہ خطرہ تھا کہ قبر سے لاش کو چرا لے جائیں گے، اور لوگوں میں مشہور کر دیں گے کہ وہ مردوں میں سے جی اٹھا ہے تو پہرے دار کیا کرتے رہے، اور یہودی جو تاک میں لگے ہوئے تھے، وہ کہاں چلے گئے کہ اس طرح سے اس کے شاگرد بلا روک ٹوک چلے آرہے ہیں، اور قبر کے اندر جا رہے ہیں اور کوئی شاگرد چھپ چھپا کر آجائے تو یہ بھی بہ ظاہر ممکن ہے؛ لیکن یہ عمل بار بار کھلم کھلا کیسے ہوا؟ کیا وہ لوگ دوبارہ اس قبر پر پتھر نہیں رکھ سکتے تھے؟ آخر پیلاطیس سے کس لیے درخواست کی تھی؟ پھر جب پچاس میر کے قریب مر اور عود ملا کر یوسف نے یسوع کی لاش کو کفنایا تھا، تو پھر دوبارہ خوشبو لگانے کا کیا مطلب ہے؟ اور کیا تین دن کے بعد مردے کی لاش ایسی رہ جاتی ہے کہ اس کے بدن پر خوشبو رہ جائے؟ یہ سب باتیں واقعاتی دنیا کی نہیں معلوم ہوتی ہیں؛ بلکہ خواب کی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور لوقا کے اس جملے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جب دو آدمی گاؤں کی طرف جا رہے تھے، تو اُن عورتوں کی بھی بات کر رہے تھے کہ ہم میں سے چند عورتوں نے بھی ہم کو حیران کر دیا ہے۔ جو سویرے ہی قبر پر گئی تھیں اور جب اس کی لاش نہ پائی تو یہ کہتی ہوئی آئیں کہ ہم نے رویا میں فرشتوں کو بھی دیکھا، انہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے۔ (لوقا باب ۲۴/)

قرآن کا بیان

﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا - وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا - وَقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ

عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَاقَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مَالَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ وَمَاقَتَلُوْهُ يَقِيْنًا – بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾

(سورہ نساء:۱۵۵-تا-۱۵۹)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر چھ سو ۶۰۰ سال گزر چکے تھے، اس کے دوران لوگ حضرت عیسیٰ کی شخصیت کے زاویے بدلتے رہے، ان کے ماننے والے آخر میں اس بات پر متفق ہو گئے کہ وہ خدا ہے، وہ خدا اور اقانیم ثلاثہ کا ایک اقنوم ہے اور اس کے دشمن یہود شروع سے آخر تک ایک ہی خیال میں جمے رہے کہ وہ خدا کی شان میں گستاخی کرنے والا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم نے اس کو صلیب دیا، اور ہمارا صلیب دینا اپنے قانون اور ناموس کے مطابق بالکل صحیح اور درست تھا۔ چھ سو برس کے بعد قرآن نازل ہوتا ہے، اور مسیح کی شخصیت اور ان کے تمام گوشوں اور زاویوں کو صاف کرتا ہے، جس سے دشمنوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں بدزبانی کرنے کا موقع ملا۔

یا ان کے ماننے والوں کے ذہنی اضطراب کا باعث بنا، جس سے انہوں نے ایک انسانی جسم کے اندر خدا دیکھا قرآن نے دلائل کی روشنی میں قطعی فیصلہ کر دیا کہ وہ خدا کی مخلوق تھا، اور انسانوں میں سے ایک انسان تھا، اور برگزیدہ سول تھا؛ اس لیے قرآن کے اپنے اعتبار سے مسیح اپنی طبعی موت سے مریں یا صلیب پائیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا؛ اس لیے کہ کتنے ہی انبیاء اور صدیقین اور صالحین میدانِ جہاد میں شہید ہوئے اور کتنے ہی طرح کے لوگوں کو ان کی ظالم قوم نے قتل کر دیا۔ ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْقُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران:۱۴۴) اس لیے قرآن کے حساب سے یہ کوئی بنیادی مسئلہ نہیں تھا؛ بلکہ اس کے نقطۂ نظر سے ایک تاریخی واقعہ تھا۔ جیسے اصحابِ کہف کا واقعہ ذوالقرنین کا قصہ؛ اس لیے صلیب کے واقعہ

کے ہونے نہ ہونے سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس اور کسی عقیدہ پر اثر نہیں پڑتا ہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی اصلیت کو اس انداز میں ظاہر فرمایا کہ یہود کے جرائم کی سنگینی سامنے آئے، اگر اس قوم کے کچھ لوگوں میں ضمیر نام کی کوئی چیز باقی ہے تو شرمندگی کے ساتھ اصلاحِ احوال کی کوشش کریں اور جو لوگ مجرمانہ ذہنیت سے باز نہ آنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ مبہوت وسرگرداں رہیں، اور حسرت وافسوس اور رنج وغم سے ہاتھ ملتے رہیں کہ ہمیں جس مسیح کا شدت سے انتظار تھا جو ہماری امیدوں کا چراغ تھا، وہ یہی مسیح تھا، اس کے بعد اور کوئی دوسرا مسیح آنے والا نہیں ہے، ہائے ہم نے خود اپنے ہاتھوں بدترین قسم کا اس کے ساتھ سلوک کر کے، اپنے امیدوں کے چراغ گل کرنے کی پوری کوشش کی، اور دنیا وآخرت میں اس کے ناحق خون کو اپنی گردن پر لیا؛ جب کہ ہم اس کو قتل بھی نہ کر سکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ :

قرآن نے یہودیوں کے دعویٰ قتل کو کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کو قتل کیا نقل کرنے سے پہلے کئی ایک باتیں یہودیوں سے متعلق نقل کیں جس کی وجہ سے ان کا دعویٰ قتل قرینِ قیاس ہو جاتا ہے، گو وہ لوگ قتل نہ کر سکے، انبیاء سے متعلق ان کی تاریخ نہایت تاریک ہے۔ وہ انبیاء ورسل کو طرح طرح سے ایذاء وتکلیف پہنچاتے رہے ہیں، یہاں تک کہ ان کے قتل سے بھی گریز نہیں کیا۔ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، اور خاص طور سے حضرت مسیح کے ساتھ تو ان کا ظلم اور زبانی ایذاء رسانی اس حد تک پہونچ گئی تھی کہ ان کی ماں پر تک زبردست الزام اور بہتان لگایا۔ وَكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِم عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَاناً عَظِيْمًا؛ اس لیے اگر وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے زعم میں مسیح کو قتل کر دیا ہے۔ تو ان کے حال سے بعید اور حیرت کی بات نہیں، قرآن نے ان کے اعتراف کو نقل کیا کہ وہ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو اللہ کا رسول تھا قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ واضح انداز میں خبر دیتا ہے کہ وہ لوگ نہ ان کو قتل کر سکے اور نہ سولی پر چڑھا سکے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے بحفاظت تمام ان کو آسمان پر اٹھالیا؛ البتہ ان کو ان کے بے باکانہ اعتراف نے ایسے شدید قسم کے جرم کے وبال کا مستحق بنادیا؛ اس لیے کہ اتفاق سے جس کو قتل کیا وہ مسیح نہیں تھے؛ مگر اس سے ان کے جرم کی کوئی تخفیف نہیں ہوئی؛ اس لیے کہ انہوں نے اپنی دانست میں اور اپنے حساب سے اس بھیانک جرم کا ارتکاب کر کے اس کو انجام تک پہونچا ہی دیا۔ ﴿لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ﴾

ایک تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار کرنا ممکن نہیں ہے کہ وہاں ایک شخص ہے جس کو عیسیٰ کے نام سے سولی دی گئی، اب وہ کون ہے؟ آیا عیسیٰ بن مریم ہیں، یا کوئی اور شخص؟ یہود جو حضرت عیسیٰ کے دشمن ہیں، اسی طرح وہ لوگ جو حضرت عیسیٰ کے اتباع کا دعویٰ کرتے ہیں دونوں بیک زبان کہتے ہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ تھے۔

قرآن دونوں فریق کو خبردار کر رہا ہے کہ وہ مصلوب شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں اس باب میں ان کے لیے صورتِ حال مشتبہ ہوگئی۔ صحیح صورت حال کیسے مشتبہ ہوگئی، کس نے مشتبہ کر دیا۔ قرآن اس کی تفصیل نہیں بیان کرتا، بس اس اجمال پر اکتفا کرتا ہے۔ آگے جو بھی اس کی تفصیل بیان کی جائے گی، وہ قرآن کا بیان نہیں ہوگا؛ بلکہ تفصیل کرنے والے کی اپنی ذاتی رائے اور تحقیق ہوگی۔

قرآن تو اسی اجمال پر اکتفا کرتے ہوئے آگے کہتا ہے کہ تمہارے سامنے اس اختلاف کے فیصلہ کے لیے جو شک، گمان کی بنیادوں پر قائم تھا، علم الیقین کی روشنی آچکی ہے، پھر بھی تم اپنے فاسد اور غلط اوہام پر اصرار کر رہے ہو۔ اور حضرت مسیح سے متعلق باطل عقیدہ کو ترک کرنے کے لیے تیار نہیں ہو۔ تو سن لو۔ تمہاری نسلوں پر بھی وہ وقت آنے والا ہے کہ قرآن کے اس صحیح فیصلہ کا وہ لوگ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کریں گے اور حضرت مسیح آسمان سے دنیا میں تشریف لائیں گے، اور ان کی یہ آمد ایسی مشاہد ہوگی کہ یہود ونصاریٰ میں سے کوئی ایک فرد بھی ایسا نہ رہے گا، جو ان پر یقین نہ کرے کہ وہ بلاشبہ

خدا کے سچے رسول ہیں، خدا کے بیٹے نہیں ہیں اور مصلوب ومقتول نہیں ہوئے تھے۔ ﴿وَاِنْ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ (النساء:۱۵۹)

قرآن کا بیان کہ صورتِ حال مشتبہ ہوگئی یا مشتبہ کردی گئی، اس کی تائید انجیل کے بیانات سے بھی ہورہی ہے؛ اس لیے کہ اس حادثہ کو چاروں انجیلوں نے ذکر کیا ہے، مگر ان کے بیانات میں آپس میں اس قدر اختلاف اور تضاد ہے، جو پڑھنے والے کے ذہن میں طرح طرح کے شکوک وشبہات اور سوالات پیدا کرتے ہیں، اور وہ شبہ میں مبتلا ہوجاتا ہے کہ مصلوب شخص مسیح ہے یا کوئی اور چونکہ انجیلوں کے اس اختلاف وتضاد کو ماقبل میں قدرے تفصیل سے ذکر کیا جاچکا ہے؛ اس لیے مختصر طور سے اس موقعہ پر ذکر کیا جارہا ہے۔

(۱) انجیل یوحنا سے نقل کیا جاچکا ہے کہ یہودی جب سازش کررہے تھے، اسی وقت حضرت عیسیٰؑ نے براہِ راست یہودیوں کو اور اس کے بعد اپنے حواریوں کو صاف صاف بتلایا تھا کہ میں تھوڑے دنوں تک تمہارے پاس ہوں، پھر بھیجنے والے کے پاس چلا جاؤں گا، اور جہاں میں ہوں تم نہیں آسکتے، اگر مسیح کے ساتھ صلیب کا حادثہ پیش آیا ہو تو حضرت مسیح کی یہ ساری باتیں جو انہوں نے یہودیوں اور اپنے حواریوں سے کہیں یکسر غلط ہوجائیں گی۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عوام وخواص ہر ایک جانتے پہنچانتے تھے؛ اس لیے کہ آپ برابر لوگوں کے مجمع میں عبادت خانوں میں ہیکل میں دعوت وتبلیغ کرتے پھرتے تھے۔ اسی طرح برابر عید کے موقع پر بھی ہیکل میں تشریف لے جاتے تھے، ان کے وعظ کو سن سن کر لوگ تعجب کرتے کہ یہ کیا یوسف نجار کا بیٹا نہیں، کیا ان کی ماں مریم نہیں، اس کو حکمت ودانائی کی باتیں کہاں سے آگئیں۔ جو شخص اس قدر معروف ومشہور ہو۔ اس کو پہنچوانے کے لیے اس کے کسی حواری کو بتانے کی ضرورت ہوگی کہ جس کو میں بوسہ دوں وہی مسیح ہے، اسی طرح کیا انجیل کا یہ بیان قرینِ قیاس ہے کہ یسوع نکل کر پوچھتا

ہے کہ کس کو پکڑنے آئے ہو؟ تو انہوں نے کہا کہ یسوع کو، تو یسوع نے کہا کہ میں ہی یسوع ہوں، یسوع کو ایسا دوبار کہنا پڑا، آخر وہ لوگ کیوں نہیں ان کو پہچان پاتے ہیں۔۔ اسی طرح پطرس حواری کا بار بار انکار کرنا کہ یہ یسوع نہیں ہے، کیا معنی رکھتا ہے؟

(۳) سردار کاہن جب جب اس کو زندہ خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہے تو کیوں وہ خاموش رہتا ہے اور اپنا تعارف کیوں نہیں کراتا؛ جب کہ وہ اسی کام کے لیے دنیا میں بھیجا گیا، اسی طرح ان لوگوں نے بارہا ان کے وعظ کو سنا پھر ان سے سوال وجواب کی آج کیا ضرورت پڑی اور کیا شبہ ہوا کہ قسم دے کر ان کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

(۴) پیلاطیس کی عدالت سے جب اس کو ہیرودیس کے پاس لا گیا، اس نے ان کی شہرت اور دوسرے کے ذریعہ ان کے وعظ ونصیحت اور ان کے معجزات کو سن رکھا تھا تو شروع میں بہت خوش ہوا کہ ان سے بات کرے گا کسی معجزہ کو دیکھے گا، اور بات چیت کے بعد بڑا تعجب ہو کیا یہی یسوع ہے؟ اسی طرح پیلاطیس کو اس کے جواب نہ دینے اور خاموش رہنے پر بڑا تعجب ہوا کہ یہی یسوع ہے۔

(۵) پھر اس کا چلا چلا کر جان دینا اور خدا سے شکایت کرنا کسی نبی اور رسول کی شان نہیں ہوسکتی ہے، تو حضرت عیسیٰ جیسا اولوالعزم پیغمبر خدا سے شکایت کرتے ہوئے کیسے جان دے گا، اسی طرح انجیل کے بیان کے مطابق یہودا کو حضرت عیسیٰ کا یہودیوں کے پاس مخبری کے لیے بھیجنا کہ اس کام کو جلدی سے کرلو کیا غمازی نہیں کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اور یہودا میں پہلے سے کوئی گفتگو ہو چکی ہے، اگر ایسا ہے تو عین ممکن ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہودا سے کہا ہو کہ تم میری جگہ پر صلیب پر چڑھنے کے لیے تیار ہو جاؤ ،اور وہ اپنی جاں نثاری کی وجہ سے خوشی خوشی تیار ہو گیا ہو، اور اشتباہ ہی پیدا کرنے کے لیے رات کا وقت مخبری کے لیے مقرر کیا گیا ہو، اگر واقعہ ایسا ہوا ہو تو انجیل کے بہت سے بیانات قرین قیاس اور معقول نظر آنے لگیں گے، مثلاً پطرس کا قسم کھا کر اس کے یسوع

ہونے کا انکار کرنا، ہیرودیس اور پیلاطیس کا تعجب کرنا کہ کیا یہی یسوع ہے، اسی طرح باہر نکل کر محاصرہ کرنے والوں سے پوچھنا کہ تم لوگ کس کو تلاش کرتے ہو۔ تو انہوں نے کہا کہ یسوع کو تو خود ہی اپنے تعارف کے لیے کہنا کہ میں ہی یسوع ہوں، اس صورت میں یہودا ملعون بھی نہیں ہوگا، اور حضرت عیسیٰؑ کا وہ الہام بھی صحیح ہو جائے گا کہ یہودا بھی بارہ تختوں میں سے ایک تخت پر بیٹھ کر بنی اسرائیل کی عدالت کرے گا پھر حضرت عیسیٰؑ کا مصلوب ہونا۔ تمام عیسائیوں کا متفقہ قول نہیں ہے؛ بلکہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کے اور ان کے قریبی دور کے عیسائی خاص طور سے جہاں حضرت مبعوث ہوئے، یعنی فلسطین اور شام ان جگہوں کے عیسائیوں کا عام طور سے یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ مصلوب نہیں ہوئے؛ بلکہ ان کی جگہ دوسرا شخص مصلوب ہوا تھا۔

عیسائیوں میں ایک فرقہ باسلیدی، دوسرا سرنہتی، تیسرا کارپوک راطی، چوتھا دوسیتی، یہ چاروں فرقے حضرت مسیح کے قریبی زمانے میں تھے، یہ سب کہتے تھے کہ حضرت یسوع مصلوب نہیں ہوئے ہیں؛ بلکہ شمعون نامی ایک قرینی کو پکڑ کر صلیب دیا گیا۔ عیسائی علماء نے ۱۸۴۴ء میں الٰہ آباد سے قرآن کا رومن ترجمہ طبع کرایا تھا۔ ان لوگوں نے سورۂ آل عمران کی آیت اِنِّی مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے کہ اسلام سے پہلے عیسائیوں میں ایک باسلیدی فرقہ تھا، جو خیال کرتے تھے کہ مسیح آپ مصلوب نہیں ہوا، پر شمعون ایک قرینی کو اس کے عوض پکڑ لیا، اور وہی مصلوب ہوا، پھر سرنہتی اور کارپوک راطی اور دوسیتی تین فرقے تھے۔ زمانۂ اسلام سے بیشتر وہ بھی یہی خیال کرتے تھے انتہی۔ (امان الایمان، ص:۱۴۲)

اس کی تائید تینوں انجیل متی، مرقس، لوقا، کے بیان سے بھی ہوتی ہے، تینوں انجیل نے نقل کیا ہے کہ مسیح کو جب صلیب دینے کے لیے لے جا رہے تھے تو شمعون نامی ایک قرینی کو پکڑ کر صلیب اس پر رکھ دی اور رومی قانون کے مطابق جس کو صلیب دیا جاتا ہے،

وہ اپنی صلیب خود لے جاتا ہے اور متی باب ۲۷/۲۸ کے تحت رومن تفسیر اسکاٹ میں لکھا ہے کہ بعض برگشتہ عیسائی انجیل سے ناواقف اور اپنی فیلسوفی کے وہم میں گرفتار ہوکر کہنے لگے کہ خدا نے یسوع کو اس وقت اٹھالیا اور یہودیوں کے ہاتھ میں اس کی ایک شبیہ دیا کہ یہی مصلوب ہوا۔ اسی طرح دین حق کی تحقیق جس کا مصنف ایک پادری ہے، اس میں لکھا ہے کہ عیسیٰ مسیح کا احوال کہ وہ کس طرح ہنڈولے میں بولا، مٹی کی چڑیا بنائیں، اور یہ کہ وہ نہیں مارا گیا؛ بلکہ اس کے عوض دوسرا مصلوب ہوا، یہ باتیں محمد نے ناصریوں کے قصہ سے نکالیں.....(امان الایمان، ص:۱۴۴)

اس سے معلوم ہوا کہ عیسائیوں کا ایک فرقہ ناصری یہ بھی حضرت مسیح کے مصلوب ہونے کا منکر ہے۔ اسی طرح اور بہت سے قدیم عیسائی فرقے جو فلسطین اور ملک شام کے رہنے والے تھے۔ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے ہیں، اور ان فرقوں کے ناموں کو ''الفارق بین الخالق اور المخلوق'' میں تفصیل سے ذکر کیا ہے۔

اور انجیل برنابا میں ہے کہ یہودا کی بولی اور چہرہ بدل کر حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگیا یہاں تک کہ ہم لوگوں کو بھی خیال ہوا کہ وہی یسوع ہے۔ اور آج کل انجیل پطرس دستیاب ہوئی ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کو سولی دینے سے پہلے آسمان پر اٹھا لیا گیا۔

اسی قدر بیان پر اکتفا کرتے ہوئے اس محاضرہ کو پورا کیا جارہا ہے، اور کلیسا کی عیسائیت اس کی تحقیق اور اس پر تنقید کو انشاء اللہ دوسرے محاضرے میں پیش کیا جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

تیسرا محاضرہ

(عیسائیت کلیسا کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

موجودہ عیسائیت کے عقائد

عیسائیت میں خدا کا تصور اور عقیدۂ تثلیث وحلول وتجسم

اناجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صریح اقوال موجود ہیں کہ ''خدا، بس ایک خدا ہے، اس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں اور توحید ہی اصل دین ہے'' جس کی وجہ سے تمام عیسائی اس کا اعتقاد بھی رکھتے ہیں، ان کے لیے اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے؛ مگر اس کے بعد، موجودہ عیسائیت، اس کی جو تفصیلات بیان کرتی ہے، وہ نہایت پُر پیچ، نیز عیسائیوں کے درمیان اس کی تفصیل میں باہم شدید اختلاف ہے، ہم یہاں کلیسا کے نزدیک اس کی معتبر ومستند تشریح وتفصیل کا تذکرہ پہلے کرتے ہیں۔

توحید في التّثليث

خدائی ذات میں تین طرح کے خواص ازل سے موجود ہیں، جن کا ظہور، تین اقنوم

کی شکل میں ہوا، اس طرح خدائی ذات، اقانیم سے عبارت ہے، جس کو اب، ابن، اور روح القدس کہا جاتا ہے۔ ڈاکٹر پوسٹ اپنی کتاب ''تاریخ الکتاب المقدس'' میں لکھتا ہے: طبیعةُ اللّٰہِ عبارةٌ عَنْ ثلاثةِ اَقَانِیْمَ مُتَسَاوِیَةٍ : اللّٰہُ الأبُ ، واللّٰہُ الابنُ ، واللّٰہُ الرّوحُ القدسُ .فإلی الأب ینتمی الخلق بواسطة الابن، وإلی الابن الفداء وإلی الرّوح القدس التّطهیر . (النّصرانیة، ص:۱۲۱)

ترجمہ: خدائی تین اقانیم سے عبارت ہے، جو ماہیت اور درجہ میں برابر ہیں: اللہ باپ، اللہ بیٹا، اور اللہ روح القدس۔ تخلیق کا سلسلہ، بیٹے کے واسطے سے باپ تک پہنچتا ہے، اور بیٹے کی طرف، فدیہ وکفارہ کا انتساب ہے اور روح القدس سے تطہیر وتزکیہ منسوب ہے۔

نصاریٰ کا متفقہ عقیدہ، نوفل بن نعمت اللہ جرجیس النصرانی اپنی کتاب سوسنۂ سلیمان میں نقل کرتا ہے:

إن عقیدةَ النّصاریٰ الّتي لا تختلفُ بالنّسبةِ لها الکنائسُ ، و هي أصل الدّستورِ الّذی بینه المجمع النیقاوی هی الإیمان بإله واحد، أب واحد، ضابط الکل، خالق السماء والأرض وکل ما یری ومالایریٰ ،و برب واحد یسوع الأبن الوحید المولود من الأب قبل الدهور من نور مولود، غیر مخلوق ،مساوٍ لأب في الجوهر الّذی به کان کلّ شئ .والّذی من أجلنا نحن البشر ومن أجل خطایانا نزل من السماء ، و تجسد من الروح القدس ، ومن مریم العذراء تأنس وصلب عنا علی عهد بیلاطیس ، وتألم وقبر وقام من الأموات فی الیوم الثالث علی ما فی الکتب ، وصعد إلی السماء ،وجلس علی یمین الرب، وسیاتی بمجد، لیدین الأحیاء ،والأموات ولافناء لملکه، والإیمان بالروح القدس الرب الحی المنبثق من الأب الّذي هو مع الابن یسجد له ، و یمجد النّاطق بالأنبیاء .

(النّصرانیّة،ص:۱۲۰)

ترجمہ: ''ایک خدا پر ایمان، جو اکیلا باپ ہے، ہر چیز کا انتظام کرنے والا ہے، زمین وآسمان کا خالق، اور ہر چیز کا خالق ہے، جو نظر آ رہی ہے، اور جو نظر نہیں آ رہی ہے۔ اور ایک رب پر ایمان جو یسوع ہے، اکلوتا بیٹا ہے، جو زمانہ سے پہلے، خدا کے نور سے پیدا ہوا۔ خدائے برحق سے پیدا شدہ برحق خدا ہے، مخلوق نہیں ہے اور وہ جوہر میں باپ کے برابر ہے، جس سے ہر شئی نکلی ہے، جو ہم انسانوں اور ہمارے گناہوں کے سبب آسمان سے اترا، اور روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کیا، اور انسان بنا اور پیلاطیس گورنر کے زمانہ میں ہماری طرف سے سولی پر چڑھا، اور تکلیف اٹھائی، اور قبر میں دفن ہوا، اور تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھا، کتابوں میں لکھنے کے مطابق، اور آسمان پر چڑھ کر رب کے دائیں جانب بیٹھ گیا، اور کمالِ بزرگی کے ساتھ آئے گا مردوں اور زندوں کا حساب وکتاب لے کر بدلہ دے گا، اس کی سلطنت کے لیے فنا نہیں ہے اور خدائے روح القدس پر ایمان جو زندوں کو مردہ کرنے والا ہے۔ اور باپ ظاہر ہو کر، باپ اور بیٹے کے ساتھ وہ بھی مسجود اور بزرگ ہے۔ جس کے زیر اثر انبیاء بولتے ہیں۔''

تثلیثی وحدت کی تفصیل

خدائی ذات جن تین اقانیم سے عبارت ہے، وہ اب، ابن، اور روح القدس ہیں۔

۱۔اب:

اس سے مراد خدا کی ذات، جس میں صفت کلام وحیات سے قطع نظر کی گئی ہے۔

۲۔ابن:

اس سے مراد خدا کی صفت کلام ہے، ہم میں صفت کلام، عرض کے قبیل سے ہے، جس کا جوہری وجود نہیں؛ مگر خدا کی صفت کلام کا جوہری وجود ہے، خدا کی یہی صفت ہے، جس سے اس کو تمام معلومات حاصل ہوتی ہیں اور اس کی صورتِ علمیہ ہے، اور اسی

صفت کلام کے ذریعہ خدا تمام چیزوں کو پیدا کرتا ہے۔ اور خدا کی یہی صفت کلام یسوع کی انسانی شکل میں حلول کر گئی تھی، جس کی وجہ سے یسوع کو، ابن اللہ، اور کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے۔ باپ اور بیٹا کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ باپ کا وجود پہلے اور بیٹے کا وجود بعد میں ہے؛ بلکہ باپ اور بیٹا دونوں ازلی ہیں، اور یہ ولادت جسمانی نہیں؛ بلکہ ولادت روحانی ہے کہ باپ اور بیٹے کی اصل ہے، جیسا کہ دنیا میں باپ، بیٹے کی اصل ہوتا ہے؛ اس لیے بیٹے کو مولود کہا جائے گا، مخلوق ومصنوع نہیں کہا جائے گا۔ اقنوم اوّل: اب: نہ مصنوع ہے، نہ مولود، نہ مخلوق، اور ابن: صرف، اب سے مولود ہے، کسی کا مخلوق ومصنوع نہیں ہے۔

۳۔ روح القدس:

اس سے مراد خدا کی صفتِ حیات ومحبت ہے، یہ صفت بھی کلام کی طرح اپنا جوہری وجود رکھتی ہے، اور باپ بیٹے کی طرح قدیم وازلی ہے، یہ مولود، ومصنوع ومخلوق نہیں؛ بلکہ ایک قول کے مطابق صرف باپ سے اس کا ظہور وانبثاق ہے، اور جمہور کے یہاں، باپ اور بیٹے دونوں سے اس انبثاق ہے، باپ بھی خدا، بیٹا بھی خدا، اور روح القدس بھی خدا؛ مگر تین خدا نہیں؛ بلکہ ایک خدا ہیں، جیسے باپ ضابط الکل، بیٹا اور روح القدس بھی ضابط الکل ہیں۔

الحاصل اقانیمِ ثلاثہ آپس میں متمیز ہیں۔ اب، ابن نہیں، ابن، اب نہیں، اور نہ ہی روح القدس ہے۔ اسی طرح روح القدس ہے۔ اسی طرح روح القدس، اب نہیں، ابن نہیں، اس کے باوجود اقانیم ثلاثہ میں ایک شئ واحد ہیں:

أمّا الأقانيم فمع تميز أحدهم مع الآخر في الأقنومية ، هم واحد في الجوهر بكلّ صفاته وخصائصه ، ومميزاته لأنّهم ذات اللّٰه الواحد. (المسيح في القرآن، ص:۲۶۶) یہ اقانیم ایک دوسرے سے ممتاز بھی ہیں اور پھر ماہیت وطبیعت الٰہی میں جملہ صفات وخواص کے ساتھ ایک بھی ہیں۔

عقیدۂ تثلیث کی تردید

توحید بھی حقیقی ہے، تثلیث بھی حقیقی، یہ درحقیقت نقیضین ہے۔ جس کو ہر شخص کی عقل ممتنع ومحال کہتی ہے، اور عیسائیوں کا یہ کہنا کہ اگر چہ توحیدِ حقیقی اور تثلیثِ حقیقی ایک دوسرے کی ضد ہیں؛ مگر ان کا ضد ہونا ممکنہ اشیاء میں ہے، واجب میں ایک دوسرے کی ضد نہیں، یہ بالکل غلط ہے؛ اس لیے کہ جب دو چیزیں اپنی ذات کے اعتبار سے باہم ایک دوسرے کی ضد ہیں اور نقیض ہیں، تو ایک زمانہ میں، ایک جہت سے کسی بھی واحد شخص میں اجتماع محال ہوگا، چاہے وہ واجب ہو کہ ممکن۔

پھر اقانیمِ ثلاثہ میں حقیقی امتیاز ہے، تو مابہ الامتیاز، وجوبِ ذاتی کے علاوہ کوئی اور چیز ہوگی؛ اس لیے کہ وجوبِ ذاتی اقانیمِ ثلاثہ میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔ اس صورت میں ہر ایک اُقنوم دو چیز سے مرکب ہوگا: ایک مابہ الامتیاز، دوسری مابہ الاشتراک۔ اور جو شئی مرکب ہوتی ہے، وہ ممکن ہے۔

تینوں اقنوم، مرتبے صفات اور ہر بات میں ایک دوسرے کے مساوی ہیں، اسی طرح جو باپ ہے، اس کو بیٹا، روح القدس نہیں کہہ سکتے اور بیٹے کو روح القدس یا باپ نہیں کہہ سکتے، تو اس میں وجہِ تفریق کیا ہے؟ اور ان میں تمیز کس طرح ہوگی کہ فلاں باپ ہے، فلاں بیٹا اور فلاں روح القدس؟

افسوس کہ عیسائی اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ خدا کی ذات، مستغنی، بے نیاز، اور کامل ترین ذات ہے، جس کی طرف ہر شئے دستِ نیاز پھیلائے ہوئے ہے، وہ کسی کی پرواہ اور حاجت نہیں رکھتا۔ تو الوہیت کے اقانیمِ ثلاثہ: باپ بیٹا، روح القدس۔ جب ہر یک بذاتہ کامل خدا ہے، اور کاملیت کے اس درجہ پر ہے کہ اس سے بڑھ کر کامل ہونا ممکن نہیں، تو ایک کے بعد باقی دو کی کیا ضرورت پڑی، اس میں کون سا نقص پایا گیا کہ دوسرے اور تیسرے مساوی

وجود کی ضرورت پڑی؟ اگر یہ تینوں مل کر کامل خدا ہیں اور ہر ایک علاحدہ علاحدہ ناقص خدا ہیں تو اپنے کامل ہونے میں باقی دو کی ضرورت پڑی، تو ان میں کوئی بھی خدا نہ رہا۔

تثلیث کی حقیقت اور اس کا مفہوم کہ خدا کی ذات میں تین ذات جمع ہیں۔ جو اپنے جملہ صفات وخصائص میں یکساں اور مساوی ہیں، اور پھر باہم ممتاز بھی ہیں، اور تینوں کے جمع ہونے کے باوجود خدا کی ذات ایک ہے، اس کے سمجھنے سے عقل قاصر ہے، عیسائیت، اس معمہ اور چیستاں کو آج تک حل نہ کرسکی۔ هذا كلامٌ له خبئی معناه ليست لنا عُقول .

عیسائیوں کا فریب

آخر میں عاجز آکر کہتے ہیں کہ یہ ایک خدائی راز ہے، جس کے سمجھنے کی ہم میں طاقت نہیں، مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لیے کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ تثلیث ایسا ہی ہے، جیسے تم لوگوں کے یہاں متشابہات ہوتے ہیں، عقیدۂ تثلیث کو متشابہ قرار دینا دو وجہ سے غلط ہے:

۱۔اس کے غلط ہونے کی پہلی وجہ یہ ہے کہ متشابہ آیتوں میں جو مفہوم پوشیدہ ہوتا ہے، وہ دین کے بنیادی عقائد پر مشتمل نہیں ہوتا، جو ایمان ونجات کی اولین شرط ہوتی ہے؛ بلکہ اس کے نہ جاننے سے چنداں ضرر ونقصان نہیں ہوتا۔

التّشابه لا يقع في القواعد الكلّيّة ، و إنما يقع في الفروع الجزئية، والدّليل على ذلك من وجهين :

الأول: الإستقرار، أن الأمر كذلك .

والثّاني:أن الأصول لو دخلها التّشابه ، لكان أكثر الشّريعة من المتشابه و هذا باطل ..... إن الأصول منوط بعضها ببعض فى التفريع عليها، فلووقع في أصل من الأصول اشتباه لزم سريانه فى جميعها، فلا يكون المحكم أم الكتاب ، لكنه كذلك، فدل على أنّ المتشابه لايكون في شئ من أمّهات

الكتب. (الموافقات: ۳/۹۶)

۲۔اس کے غلط ہونے کی دوسری وجہ، متشابہ کی دو قسمیں ہیں:

(الف) ایک قسم وہ ہے کہ متشابہ عبارت کا کوئی مفہوم ہمارے ذہن میں نہیں آتا، جیسے حروفِ مقطعات الم وغیرہ کہ آج تک اس کا یقینی مفہوم بیان نہیں کیا جاسکا۔

(ب) دوسری قسم وہ متشابہ ہے، جس کے الفاظ سے ظاہری مفہوم ذہن میں آتا ہے؛ لیکن وہ ظاہری مفہوم عقل کے خلاف ہوتا ہے؛ اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں ظاہری مفہوم مراد نہیں اور اس اصل مفہوم ہم کو یقینی طور پر معلوم نہیں ہے جیسے: ﴿الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ اس لفظ کا ایک ظاہری مفہوم ہے کہ اللہ عرش پر سیدھا ہو گیا؛ لیکن یہ مفہوم عقل کے خلاف ہے؛ اس لیے کہ اللہ کسی مکان میں مقید نہیں ہے، جس کی وجہ سے ظاہری مفہوم مراد نہیں؛ بلکہ کچھ اور مراد ہے؛ لیکن وہ یقینی طور پر معلوم نہیں۔ متشابہات سے مراد وہ باتیں نہیں ہوتیں جو عقل کے خلاف ہوں، ہاں وہ عقل سے ماورا ہوتی ہیں، عقیدۂ توحید فی التثلیث میں جو عبارت ہے، اس کا ظاہری مفہوم مراد ہے، کہ خدا تین اقنوم ہے اور یہ تین ایک ہے، گو وہ عقل کے خلاف ہے، اور متشابہت میں ظاہری مفہوم مراد نہیں ہوتا، اور جو مراد ہے وہ عقل کے خلاف نہیں:

قد لا يُدرِكُ العقلُ ماهيةَ الأشياء وكُنهِهَا كما هي، لكن مع ذالك يَحْكُمُ بإمكانها، ولا يلزم من وجودِ هاعندَه استحالةُ ما ولذا تُعَدُّ هذه الاشياء من الممكنات، وقديحكم بداهةً أو بدليلٍ قطعيٍ بامتناعِ بعضِ الأشياءِ، وَيَلْزَمُ من وجودِها عندَه محالٌ ما ولذا تعدّ هذه الأشياءُ من الممتنعاتِ وبين الصورتين فرقٌ جَلِيٌّ . (إظهار الحق، ج:۳، ص: ۸۱٤)

عقیدۂ تثلیث وہ بنیادی عقیدہ ہے، جس کے بغیر ان کے یہاں نجات ممکن نہیں، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہم کو ایسی بات ماننے پر مجبور کرتا ہے، جو ہماری عقل کے بالکل خلاف ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں عیسائی عقیدۂ حلول وتجسم

سوسنہ سلیمان کی عبارت: بِرَبٍ واحدٍ یسوعُ الابنُ الوَحِیْدُ میں حضرت عیسیٰ کے بارے میں عیسائی عقیدہ کا بیان گزر چکا ہے، جس کے بنیادی اجزاء حسبِ ذیل ہیں:

(۱) خدا کی صفت کلام، اس کو اقنوم ابن کہا جاتا ہے، حضرت عیسیٰ کے روپ اور ان کی شکل میں آ گئی، یعنی خدا جو ابن ہے، اپنی خدائی صفت چھوڑے بغیر انسان بن گیا، یعنی جو زمان ومکان میں مقید نہیں تھا، اس نے ہم انسانوں کے وجود کی کیفیات اختیار کر لیں، اور ایک عرصہ تک ہمارے درمیان مقیم رہا، بیٹے کا حضرت عیسیٰ کی شکل اختیار کرنا، اور ان میں حلول کرنا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بیٹا خدائی چھوڑ کر انسان بن گیا؛ بلکہ پہلے صرف خدا تھا، اب انسان بھی بن گیا، حضرت عیسیٰ حقیقتاً خدا بھی ہیں اور انسان بھی۔

(۲) اقنوم ابن ہمارے گناہوں کا فدیہ وکفارہ بننے کے لیے آسمان سے اترا، اور روح القدس یعنی خدا کی صفت حیات ومحبت کے ذریعہ، مریم کے واسطہ سے انسانی وجود کے ساتھ متحد ہو گیا۔

(۳) پیلاطیس کے عہد میں، اس کے حکم سے سولی پر چڑھا دیا گیا، اکثر عیسائی فرقوں کے یہاں اقنوم ابن کو پھانسی نہیں دی گئی؛ بلکہ اس کا مظہر حضرت عیسیٰ جو اپنی انسانی حیثیت میں ایک مخلوق تھے، اس کو پھانسی دی گئی۔

(۴) دفن ہونے کے بعد تیسرے دن پھر زندہ ہو گئے، پھر آسمان پر چلے گئے۔

(۵) یسوع مسیح کی صلیبی موت سے، جو یسوع مسیح پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں، ان کے اصلی گناہ معاف ہو گئے اور ان کو اس سے ایک نئی قوتِ ارادی حاصل ہوئی، جس کو کفارہ اور فدیہ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ نے کبھی ان عقائد کی تعلیم نہیں دی؛ بلکہ تردید کی ہے

انبیاء ورسولوں کی بعثت کا بنیادی مقصد، لوگوں کی اصلاح اوران کوراہ نجات بتانا ہوتا ہے، اور عیسائیوں کے یہاں یہ عقائد اتنے ضروری ہیں کہ ان پر ایمان لائے بغیر کسی کی نجات ممکن نہیں۔ تو فطری طور سے یہ بات ذہن میں آئے گی کہ حضرت عیسیٰ اوران کے حواریوں نے بہت ہی شدومد کے ساتھ ان عقائد کو بیان کیا ہوگا، اوراسی طرح مذہب کی کلیدی کتابوں میں اس مسئلہ کو بہت ہی اہتمام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہوگا؛ مگر حضرت عیسیٰ کے ارشادات کا مطالعہ کرنے والوں اوران کلیدی کتابوں کو دیکھنے والوں کو حددرجہ تعجب ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے حواریوں سے اس عقیدہ کے بارے میں ایک لفظ بھی ایسا منقول نہیں، جوان عقائد پر صراحت کے ساتھ دلالت کریں اسی طری کلیدی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں؛ بلکہ لطف کی بات تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کے جملہ ارشادات اوران کی کلیدی کتابوں سے ان عقائد کی تردید وتغلیط ہوتی ہے انہوں نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ خدا تین اقانیم کے مجموعہ کا نام ہے، اور تین مل کر ایک ہیں، اسی طرح انہوں نے کبھی بھی یہ نہیں فرمایا کہ میں خدا ہوں اور تمہارے گناہوں کو معاف کرانے کے لیے انسانی شکل میں آگیا ہوں؛ بلکہ ہمیشہ انہوں نے توحید کی تعلیم دی، اوراپنے کوابن آدم کہا۔ خدا کا رسول اور ہادی بتایا، اور دیگر احکامات کے بارے میں ان کی صاف صاف ہدایات ملتی ہیں کہ تورات کے احکام واجب العمل ہیں، خود بھی تورات کے احکام بجالاتے تھے اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے، اوراس کے بارے میں یہاں تک فرمایا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں، منسوخ کرنے نہیں؛

بلکہ پورا کرنے آیا ہوں؛ کیوں کہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان وزمین ٹل نہ جائیں، ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے نہ ٹلے گا۔ (متی باب ۵/ ۱۷)

حضرت عیسیٰ کی ان ہی تعلیمات کو انجیل کی عیسائیت میں تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے نیز حضرت عیسیٰؑ نے دعوت کا کام کسی بت پرست قوم میں نہیں شروع کیا تھا؛ بلکہ ان کی دعوت کی مخاطب مسلمان جماعت تھی، جس کا ایک خدا پر ایمان تھا؛ لیکن گناہوں میں ڈوبی ہوئی تھی حضرت عیسیٰؑ کی رسالت کا مقصد ان کو صراطِ مستقیم پر لانا تھا؛ اس لیے یہودیوں سے، خدا کی ذات کے متعلق ان کی کوئی گفتگو نہیں ہوتی تھی؛ بلکہ خدا کی طرف راغب کرنے کے لیے خدائی ثواب وعذاب کا ذکر فرماتے تھے، ان کے اندر اخلاص پیدا کرنے کی تدبیر کرتے تھے، یہودیوں کے ایک فقیہ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا کہ حکموں میں اول کون سا ہے، تو یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل! سن، خدا ہمارا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے سارے دل، اپنی ساری عقل، اور ساری طاقت سے محبت رکھ۔

دوسرا یہ ہے کہ تو اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ، ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ فقیہ نے اس سے کہا: اے استاذ! بہت خوب، تو نے سچ کہا کہ وہ ایک ہی ہے اور اس کے سوا کوئی اور نہیں، اور اس سے سارے دل، ساری عقل، اور ساری طاقت سے محبت رکھنا اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھنا، سب سوختنی قربانیوں سے اور ذبیحوں سے بڑھ کر ہے۔ (مرقس باب ۱۲/ ۲۸۔۳۳)

اگر عقیدۂ تثلیث، ایمان باللہ کے ساتھ ضروری ہوتا، تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کو بیان کرتے، اگر اس میں کوئی اشکال ہوتا تو اس کو حل کرتے، اور اس طرح یہودی قوم جسے پہلے ہی سے خدا کی معرفت اور اس کا علم تھا، ان کو ایک نیا علم عطا کرتے، اور یہ حضرت عیسیٰ کا خاص امتیاز ہوتا؛ لیکن جب انھوں نے بیان نہیں کیا، تو ان لوگوں کا حشر کیا ہوگا، جو خدا پر سادہ طور پر ایمان لائے، اور خدا کی ذات میں ان کو اقانیمِ ثلاثہ کا تصور نہیں تھا،

خود ان حواریوں اور عیسائیت کی تبلیغ کرنے والوں کا حال کیا ہوگا، جن کی زبان سے کبھی بھی ''اقنوم'' کا لفظ نہیں نکلا، اور انہوں نے کبھی بھی اپنا رخ اس خدا کی طرف نہیں کیا جس کی ذات میں یہ تینوں اقنوم موجود ہیں، اور نہ ہی ان اقانیم کو کبھی پکارا۔

فرض کیجیے حضرت عیسیٰ خود خدا تھے ان سے کوئی باز پرس کرنے والا نہ تھا؛ لیکن حواریوں اور رسولوں کو کیسے معاف ودرگزر کیا جائے گا، جب کہ مسیح نے اس کی تبلیغ کی ذمہ داری اور امانت ان کے سپرد کی تھی۔

عیسائی علماء کا اعتراف

حضرت عیسیٰ نے کبھی بھی عقیدۂ تثلیث کی تبلیغ نہیں کی، یہ صرف ہمارا ہی مطالعہ نہیں بتاتا؛ بلکہ ان کے علماء بھی اس کا اقرار واعتراف کرتے ہیں۔ پادری فنڈر اپنی کتاب ''مفتاح الاسرار'' میں لکھتا ہے: وَ إِنْ قُلْتَ: لِمَ لَمْ يُبَيِّنِ الْمَسِيْحُ اُلُوْهِيَّتَهٗ بِبَيَانٍ أَوْضَحَ مِمَّا ذُكِرَ أي أنا اللّٰهُ لا غير. (اظہار الحق: ۳/۸۲۱)

ترجمہ: اگر تم اعتراض کرو کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے خدا ہونے کو واضح طور سے کیوں بیان نہیں کیا۔

پھر خود ہی اس کی حد درجہ لغو وغلط وجہ لکھتا ہے کہ اگر خدا ہونے کو صراحت کے ساتھ بیان کرتے تو خدا، اور ان کے درمیان جو نسبت ہے اس کا سمجھنا دشوار تھا، لوگ غلط فہمی کا شکار ہوتے، حضرت عیسیٰ میں ایک امر باطل کا اعتقاد کرتے کہ وہ جسم کے اعتبار سے خدا ہیں، دوسرے انہوں نے اشارہ وکنایہ میں اپنی خدائی کا تذکرہ کیا، تو یہودی قوم نے مارا ان کو گرفتار کرنے، اور سنگ سار کرنے کا ارادہ کیا، اگر صراحۃً بیان کرتے تو خدا معلوم یہودی کیا کر گزرتے؛ اس لیے یہودیوں نے خوف سے اس کو صاف صاف بیان نہیں کیا یہ عذر گناہ، بدتر از گناہ کے قبیل سے ہے؛ اس لیے کہ عروج آسمانی اور خدا کے دائیں

جانب بیٹھنے کے بعد آج تک عیسائی اس علاقہ کی حقیقت کو بیان نہ کر سکے۔ خود یہ پادری بھی اپنی کتابوں میں اس کا اعتراف واقرار کرتا ہے کہ ایک سربستہ الٰہی راز ہے، جس کو عقل سے نہیں جانا جا سکتا۔ غلط فہمی کا عذر تو حضرت عیسیٰؑ یہ کہہ کر آسانی سے غلط فہمی دور کر سکتے تھے کہ میرے جسم اور اقنوم ابن کے درمیان ایسا علاقہ اور تعلق ہے، جو تمہاری عقل سے بالا ہے، اس پر اجمالی طور پر ایمان لاؤ، اس کی تحقیق کی فکر میں نہ پڑو!

رہی ڈرنے کی بات تو افسوس ہے عیسائیوں کی کم عقلی پر کہ جس کو زمین وآسمان کا خالق کہتے ہیں، اور یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے گناہوں کے کفارہ کی خاطر صلیب پر چڑھنے کے لیے آیا تھا، اور اس کو اپنے صلیب پر چڑھنے کا علم ویقین بھی ہے، پھر بھی ایسے عقیدہ کے بیان میں جو مدارِ نجات ہے، ایسی قوم سے ڈرتا ہے جو دنیا کی ذلیل ترین قوم تھی، جب کہ خدا کے نیک بندے اور اس کے انبیاء، مثلاً حضرت یحییٰ وغیرہ بیانِ حق میں بالکل نڈر تھے، اور اس کے لیے ہر طرح کی صعوبتوں کو برداشت کیا حتی کہ شہید ہو گئے۔

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ ایسے اہم ضروری عقیدہ (جو مدارِ نجات ہے) اس کو یہودیوں کے ڈر سے بیان نہیں کیا؛ لیکن اس سے کم درجہ امر معروف، اور نہی عن المنکر کے سلسلہ میں اس قدر دلیری، اور اس میں اتنا تشدد کرتے ہیں کہ ان کو برا بھلا کہنے پر اتر آئے، ان کو ریاکار، اندھا، احمق، اے سانپو! اے افعی کے بچو! تم جہنم کی سزا سے کیوں کر بچوں گے! (متی باب ۲۳) تک کہا کہ بعض شکایت بھی کرنے لگے؛ چنانچہ لوقا باب میں ہے: پھر شرع کے عالموں میں سے ایک نے جواب میں اس سے کہا: اے استاد! ان باتوں کے کہنے سے تو ہمیں بے عزت کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اشارۃ کنایۃ اور نہ ہی صراحتاً کبھی بھی اپنی خدائی کی بات نہیں کہی؛ بلکہ ہمیشہ خدا کی توحید، اور اپنی رسالت کا ذکر کیا، اگر کبھی ایسا لفظ

استعمال کیا کر دیا، جس سے غلط فہمی ہوئی تو فوراً اس کو دور کیا، ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں، اور باپ ایک ہیں۔ یہودیوں نے سنگ سار کرنے کے لیے پتھر اٹھائے تو مسیح نے انھیں جواب دیا کہ کس کام کی وجہ سے سنگ سار کرتے ہو؟ تو یہودیوں نے کہا: تمہارے کفر کی وجہ سے، تو آدمی ہو کر اپنے کو خدا بناتا ہے۔

حضرت عیسیٰ نے ان کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ محاورہ تو قدیم سے چلا آرہا ہے، کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا ہے کہ میں نے کہا: تم خدا ہو، جن کے پاس خدا کا کلام آیا، انھیں، خدا کہا گیا: تو جس کو باپ نے مقدس کر کے دنیا میں بھیجا، اس کے اپنے کو ابن اللہ کہنے پر کہتے ہو کہ کفر بکتا ہے۔ (انجیل یوحنا باب ۱۰)

انجیل کے اب، ابن اور روح القدس سے اقانیمِ ثلاثہ پر استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے

بیشک انجیل میں مختلف سیاق وسباق سے، اب، ابن، اور روح القدس کے الفاظ آئے ہیں، ؛ مگر الوہیت کے اقانیمِ ثلاثہ: باپ، بیٹا اور روح القدس سے وہ بالکل مختلف ہیں ؛ اس لیے کہ الوہیت کے اقانیمِ ثلاثہ: باپ، بیٹا اور روح القدس تینوں مل کر واحد خدا ہیں، اور یہ تینوں صفات وکمالات میں ہم مرتبہ اور مساوی ہیں۔

لیکن انجیل کے اب، ابن اور روح القدس اپنا الگ الگ وجود رکھتے ہیں، اور اس میں کوئی بھی ایسی عبارت نہیں ہے، جس سے اشارۃً بھی یہ معلوم ہو سکے کہ یہ تینوں کسی ایک ذات میں جمع ہیں، نیز یہ صفات وکمالات میں ہم رتبہ اور مساوی نہیں ہیں ؛ بلکہ باپ میں جو صفتِ کمال ہے، وہ بیٹے میں نہیں، اور روح القدس میں جو صفتِ کمال ہے وہ بیٹے میں نہیں۔ باپ: بڑا ہے، عالم الغیب ہے، قادرِ مطلق ہے، بے نیاز ہے، بیٹے میں یہ صفات نہیں۔

انجیل سے استدلال

حضرت مسیح نے قیامت کی گھڑی کے بارے میں فرمایا؛ لیکن اس دن یا اس گھڑی کی بابت کوئی نہیں جانتا، نہ آسمان کے فرشتے، نہ بیٹا، ؛مگر باپ۔

(مرقس باب:۱۳/۳۲)

ایک عورت نے بھیڑ میں یسوع کی پوشاک چھوئی، تو حضرت مسیح نے سوال کیا کہ کس نے میری پوشاک چھوئی؟ اس نے چاروں طرف نگاہ کی؛ تاکہ جس نے یہ کام کیا تھا، اسے دیکھے۔ (مرقس باب:۵)

دوسرے دن جب بیت عیناہ سے نکلے تو اسے بھوک لگی، اور وہ دور سے انجیر کا ایک درخت جس میں پتے تھے دیکھ کر گیا کہ شاید اس میں کچھ پائے ؛مگر جب اس کے پاس پہنچا تو پتوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ (مرقس باب ۱۱)

بیٹا اس دن اور گھڑی سے ناواقف ہے، اسی طرح اس کی پوشاک کس نے چھوئی، اس کو نہیں جانتا، نیز اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ انجیر کے درخت پر پھل نہیں تو اس کے پاس نہ جاتا۔

زبدی کے بیٹوں کی ماں سے یسوع نے کہا: تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے اس سے کہا: فرما کہ یہ میرے دونوں بیٹے، تیری بادشاہی میں تیری داہنی اور بائیں طرف بیٹھیں، اس نے اس سے کہا میرا پیالہ تو پیو گے ؛لیکن اپنے داہنے، بائیں کسی کو بٹھانا میرا کام نہیں؛ مگر جن کے لیے میرے باپ کی طرف سے تیار کیا گیا ہے، ان ہی کے لیے ہے۔

(متی باب:۲۰)

وہ تھوڑا آگے جا کر زمین پر گرا، اور دعاء کرنے لگا اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے، اور کہا: اے ابا، اے باپ! تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے، اس پیالہ کو میرے پاس

سے ہٹالے،تو بھی جو میں چاہتا ہوں وہ نہیں؛ بلکہ جو تو چاہتا ہے وہی ہو۔

(مرقس باب:۱۴،متی باب:۲۶)

پہلے واقعہ سے معلوم ہوا کہ بیٹے میں اتنی قدرت نہیں کہ کسی کے ایمان دار ہونے کے باوجود آسمانی بادشاہت میں اپنے دائیں، بائیں بٹھا سکے۔اسی طرح دوسرے واقعہ سے اس کا عاجز ومضطر اور بے بس ہونا صاف ظاہر ہے۔مصیبت کا یہ پیالہ ٹالنا،ان کے بس میں نہیں ہے۔اس کے ساتھ عالم الغیب بھی نہیں ہے؛اس لیے کہ اگر عالم الغیب ہوتا تو اس قدر غمگین اور دل گیر ہوکر پیالہ ٹالنے کی دعا نہ کرتا،اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باپ کی خواہش اور ہے اور بیٹے کی خواہش اور ہے۔

روح القدس،اب اور ابن میں تفاوت

آدمیوں کا ہر گناہ اور کفر تو معاف کیا جائے گا؛مگر جو کفر روح کے حق میں ہو، وہ معاف نہ کیا جائے گا،اور جو کوئی ابن آدم کے برخلاف کوئی بات کہے گا، وہ تو اس سے معاف کیا جائے گا؛ مگر جو کوئی روح القدس کے خلاف کوئی بات کہے، وہ اسے معاف نہیں کیا جائے گا۔(متی باب:۱۲)

جب وہ یعنی روح حق آئے گا،تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا؛اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا؛لیکن جو سنے گا وہی کہے گا۔(یوحنا باب:۱۶)

ان شواہد سے روح القدس اور ابن میں تفاوت ،اسی طرح اب اور روح القدس کے درجہ میں فرق نمایاں اور واضح ہے کہ مسیح ،روح القدس کے ہم رتبہ ومساوی نہیں ہے، اسی طرح روح القدس،اب کے مساوی نہیں ہے کہ روح القدس دوسرے سے یعنی اب سے سن کر بیان کرے گا،اپنی طرف سے کچھ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے۔

مسیح کا ابن اللہ اور اس کی الوہیت کا عقیدہ

یہ عقیدہ عیسائیت میں کونسلوں کی راہ سے آیا پولس نے اس کے لیے راہ ہموار کی: عقیدۂ توحید تبدیلیوں کے کئی مرحلہ سے گزر کر تثلیث میں تبدیل ہوا، نیقیہ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء نے صرف الوہیت مسیح کے مسئلہ کو طے کیا تھا، جسے قسطنطینِ اعظم نے بزورِ حکومت نافذ کیا؛ لیکن اس کے باوجود اس میں کافی اختلاف رہا اور تقریباً سو سال تک اس میں نزاع باقی رہا بالآخر نیقیہ کونسل کا فیصلہ ہی غالب رہا پھر قسطنطنیہ کی پہلی کونسل منعقدہ ۳۸۱ء میں روح القدس کی الوہیت کا مسئلہ طے ہوا، اس طرح عقیدۂ تثلیث بڑے جھگڑے کے بعد مسیحیت کا ایک لازمی جزو حصہ بنا پھر ان میں باہمی ربط کی نوعیت میں اختلاف رہا، جس کو طے کرنے کے لیے متعدد کونسلیں منعقد ہوتی رہیں۔ الغرض مسیح کا ابن اللہ اور اس کی الوہیت اگر بپتسمہ کی کونسل میں عیسائیوں کا متفقہ عقیدہ قرار پایا؛ مگر اس کی ابتداء پولس رسول سے ہوئی ہے۔

پولس کی شخصیت، صلاحیت واہلیت

رومی شہر طرطوس کا باشندہ رومیوں کے مذہب بت پرستی کے دیومالائی فلسفہ سے کافی واقفیت کے ساتھ اس دور کے رائج یونانی ورومی ویہودی فلسفہ سے بھی خاصی واقفیت رکھتا تھا، اسی طرح یہودی مذہب کا بھی عالم تھا، گملی ایل کے یہاں اس کی تعلیم ہوتی تھی، اعمال باب ۲۲، اور غیر اہل کتاب فلاسفہ کا ان کے ہتھیار سے مقابلہ کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا تھا، بڑا فعّال اور بلا کا ذہین تھا؛ مگر اس کے ساتھ شاطر موقع شناس؛ بلکہ جھوٹ بولنے سے بھی گریز نہیں کرتا تھا، جیسا کہ وہ خود کہتا ہے: اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوتی ہے تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے۔ (رومیوں کا خط باب: ۳)

پولس کے عہد کا فلسفہ

یہودی فلسفی فیلون خدا کے بارے میں کہتا ہے کہ اللہ مادہ سے وراء الوراء ہے، براہ راست عالم سے اس کا تعلق نہیں ہے؛ بلکہ خدا اور عالم کے درمیان واسطے ہیں اور پہلا واسطہ لوغوس ہے جس کو کلمہ اور عقل سے تعبیر کرتے ہیں، حکمت سلیمان اور امثال کے مصنفین بھی اسی طرح کے خیال ظاہر کرتے تھے اور وہ لوگ خدا اور عالم کے درمیان واسطہ کو مشیتِ الٰہی کہتے تھے، افلاطون کہتا تھا کہ اللہ ازلی وابدی ہے۔ حرکت وتغیر وتبدیل سے منزہ وپاک ہے، اس کے ساتھ ازل ہی سے اس کے پاس ایک چیز موجود ہے جس کو صورت اللہ، صورت الخیر، اعیان ثابتہ کہا جاتا ہے، اس دور کے فلسفہ میں یہی نظریہ تھا کہ کلمۃ اللہ، فکر اللہ، صورت اللہ اور محبت اللہ ہی تمام موجودات کی اصل اور اس کا مبداء ہے۔

یونانی اور رومیوں کے معاشرہ میں اگر کوئی مسیح کے اوصاف اور احوال کو بیان کر کے ان کو باور کرانا چاہے کہ حقیقت میں وہ خدا یا خدا کا بیٹا تھا اور ہم لوگوں کی اصلاحِ احوال کے لیے آسمان سے اترا اور ہماری خاطر اذیتیں اٹھائیں پھر آسمان پر چلا گیا تو اس میں ان کے لیے اچنبھے کی کوئی بات نہیں تھی، اس دور کی تاریخ گواہ ہے کہ کتنے لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا، یا دوسروں نے اس کو خدا بنا کر پیش کیا اور لوگ اس پر اسی طرح ایمان لاتے تھے، جیسے خدا پر ایمان لایا جاتا ہے۔ اعمال باب ۱۴ میں خود پولس وبرنباس کا قصہ مذکور ہے، جس میں پولس نے ایک جنم کے لنگڑے کو اپنی کرامت سے اچھا کر دیا تھا تو لوگوں نے پولس کا یہ کام دیکھ کر لکانیہ کی بولی میں بلند آواز سے کہا کہ آدمیوں کی صورت میں دیوتا اتر کر ہمارے پاس آئے ہیں، پولس وبرنباس نے جو یہ سنا تو اپنے کپڑے پھاڑ کر لوگوں میں جا کودے اور پکار پکار کر کہنے لگے، اے لوگو! تم یہ کیا کہہ رہے ہو، ہم بھی تمہارے ہم طبیعت انسان ہیں حضرت عیسیٰ کو کلمۃ اللہ کہا جاتا ہے حضرت عیسیٰ کے بن

باپ پیدا ہونے کا راز بتلایا گیا تھا کہ مریم کے رحم پر خدائی حکم نازل ہوا کہ کسی مرد کے نطفہ کے بغیر استقرارِ حمل کو قبول کرلے، اسی طرح ان کو روح اللہ بھی کہا جاتا تھا کہ اللہ نے ان کو ایسی روح عطا کی ہے جو بدی سے ناآشنا اور اسراسر راستی سے متصف ہے اور پاک روح سے ان کی مدد کی ہے وَاَیَّدْنَاهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ، روح القدس سے خاص نوعیت کا تعلق تھا، متی کی انجیل میں ہے مریم کو اپنے یہاں لانے سے نہ ڈر؛ کیوں کہ جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے وہ روح القدس کی قدرت سے ہے انجیل میں حضرت عیسیٰ نے خدا کے لیے باپ کا لفظ استعمال کیا۔ اسی طرح اپنے لیے بیٹا کا لفظ؛ مگر حضرت عیسیٰ کا اس کو استعمال کرنا بنی اسرائیل کے قدیم محاورہ کے مطابق تھا، اس میں حضرت عیسیٰ کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، بنی اسرائیل خدا پر باپ کا لفظ استعمال کرتے ہی تھے، اسی طرح جو خدا کا محبوب ومطیع وفرماں برادر ہوتا، اس پر خدا کا بیٹا بولتے تھے (اس کو بالتفصیل عیسائیت انجیل کی روشنی والے محاضرہ میں بیان کیا جاچکا ہے)

دنیا سے شر وفساد کو دور کرنے اور لوگوں کی اصلاحِ حال کے لیے خود خدا یا اس کی کوئی صفت جسمانی لباس اختیار کرلے کسی مخلوق میں حلول کرے اور اس سے ایسا تعلق ہوجائے جیسا، جسم وروح کا باہم تعلق وارتباط ہے، جس سے اس کو بھوک وپیاس ستائے پیشاب وپائے خانہ کا محتاج ہو، سردی، وگرمی وبیماری کی اس پر حکومت ہو، اس پر اس دور کے لوگوں کو کوئی تعجب نہیں ہوتا تھا، ان کی عقل میں کسی قسم کا اضطراب نہیں پیدا ہوتا تھا، اور آج بھی ہندوستان میں کروڑ ہا کروڑ ہندو عوام؛ بلکہ کتنے خواص کرشن ورام کو خدائے وشنو کا اوتار جانتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں

اسی طرح پولس نے حلول اور تجسم کا تصور پیش کیا اور تدریجی طور سے خدائی صفات جو خدا کے لیے خاص تھے، مسیح میں ثابت کرنے لگا۔

جب پولس عیسائیت قبول کرکے انجیل کی نئی تعبیر وتفسیر اور تورات کے تمام احکامات کو منسوخ وغیر مفید بتا کے بت پرستوں کے عقائد وخیالات کی آمیزش کرکے انجیل کے

نام پر ایک نئے دین کی تبلیغ کرنے لگا، تو یروشلم کے کلیسا نے اس کی شدومد سے مخالفت کی، یروشلم کی کلیسا میں یسوع مسیح کے گھرانے کے لوگ بھی شامل تھے، جن کا دور دور تک اثر تھا؛ اس لیے فلسطین وآسیہ وغیرہ میں اس کی دعوت کے لیے حالات سازگار نہیں تھے؛

مگر جب اس کے افکار ونظریات رومیوں ویونانیوں میں پھر یورپ پہنچے تو ان جگہوں پر اس کے لیے حالات سازگار وموافق تھے، جس کی وجہ سے اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مختلف روپ میں پیش کیا، یونانی وروی عوام کے درمیان حضرت عیسیٰ کو خدا کا حقیقی بیٹا بنا کر پیش کیا اور انھوں نے ان کو واقعی نسبی وحقیقی بیٹا ہی سمجھ کر اس کو قبول بھی کیا، اس کے دور کے لوگوں کا یہی تصور تھا کہ خدا کا بیٹا خود آسمان سے اترتا ہے اور ایسے کتنے ہی لوگوں کے بارے میں ان کا یہ عقیدہ تھا، ان لوگوں کے پیدا ہونے، بچہ وجوان ہونے شادی بیاہ کرنے سے ان کے اذہان میں کوئی شبہ نہیں ہوا کرتا تھا اور یہودی معاشرہ میں اس نے حضرت عیسیٰ کی عجیب وغریب پیدائش سے استدلال کرتے ہوئے ان کو فرشتوں کے قریب کر دیا، بس اتنا فرق ہے کہ فرشتوں نے انسانی جسم اختیار نہیں کیا اور اس نے انسانی جسم اختیار کیا اور اس دور کے فلسفہ مزاج لوگوں سے واسطہ پڑا تو اس نے حضرت عیسیٰ کو خدا اور کائنات کے درمیان واسطہ لوغوس کلمۃ اللہ بمعنی صفت متکلم کہہ دیا، کلمہ سے متکلم کی ذات کا اظہار ہوتا ہے اور اسی کے ذریعہ خدا اپنی مشیت وقدرت کا اظہار کرتا ہے تو کبھی اس کو مشیت اللہ اور قدرت اللہ کہہ دیا کسی موقع سے خدا کی صورت اور اس کا علم قرار دیا جس میں تمام کائنات موجود ہیں۔

حضرت عیسیٰ کے متعلق پولس کے تصورات

عبرانیوں کے نام خط میں تحریر کرتا ہے: اگلے زمانہ میں خدا نے باپ دادا سے حصہ بہ حصہ اور طرح بہ طرح نبیوں کی معرفت کلام کر کے اس زمانہ کے آخر میں ہم سے اپنے بیٹے کی معرفت کلام کیا، جسے اس نے سب چیزوں کا وارث ٹھہرایا اور جس کے وسیلہ سے اس عالم کو

بھی پیدا کیا وہ اس کے جلال کا پرتو اور اس کی ذات کا نقش ہو کر سب چیزوں کو اپنی قدرت کے کلام سے سنبھالتا ہے اور گناہوں کو دھو کر عالم بالا پر کبریا کے داہنی طرف جا بیٹھا اور فرشتوں سے اس قدر بزرگ ہو گیا جس قدر میراث میں ان سے افضل نام پایا؛ کیونکہ فرشتوں میں اس نے کب کسی سے کہا تو میرا بیٹا ہے، آج تو مجھ سے پیدا ہوا ہے، اس نے آنے والے جہان کو فرشتوں کے تابع نہیں کیا، اس عبارت میں تو اس کو فرشتوں سے بڑھایا؛ مگر اسی خط میں آگے فرشتوں سے ایک درجہ کم بتاتا ہے؛ اس لیے کہ اس نے انسانی جسم اختیار کیا اور فرشتوں کا کوئی جسم نہیں؛ چنانچہ لکھتا ہے تو نے اس فرشتوں سے کچھ ہی کم کیا تو نے اس پر جلال وعزت کا تاج رکھا اور اپنے ہاتھوں کے کاموں پر اسے اختیار بخشا تو نے سب چیزیں اس کے تابع کر کے اس کے پاؤں تلے کر دی، کلسیون کے نام خط میں لکھتا ہے، وہ ان دیکھے خدا کی صورت پر اور تمام مخلوقات سے پہلے مولود ہے؛ کیونکہ اس میں تمام چیزیں پیدا کی گئیں آسمان کی ہو یا زمین کی دیکھی ہو یا ان دیکھی تخت ہو یا ریاستیں یا حکومتیں یا اختیارات سب چیزیں اس کے وسیلہ سے اور اس کے واسطے سے پیدا ہوئی ہیں اور وہ سب چیزوں سے پہلے ہے اور اس میں سب چیزیں قائم ہیں۔ فلپیوں کے نام خط میں لکھتا ہے، اگر چہ وہ خدا کی صورت پر تھا خدا کے برابر ہونے کو قبضہ میں رکھنے کی چیز نہ سمجھا؛ بلکہ اپنے کو خالی کر دیا اور خادم ہونے کی صورت اختیار کی اور انسانوں کے مشابہ ہو گیا اور انسانی شکل میں ظاہر ہو کر اپنے کو پست کر دیا۔ اسی واسطے خدا نے بھی بہت سربلند کیا اور اسے وہ نام بخشا جو سب ناموں میں اعلیٰ ہے اور خدا باپ کے جلال کے لیے ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے۔

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں یسوع کے عنوان کے تحت ایک مسیحی عالم دینیات کا بیان نقل کیا ہے، وہ سینٹ پال تھا جس نے اعلان کیا کہ واقعہ رفع کے وقت اسی فعل رفع کے ذریعہ یسوع پورے اختیارات کے ساتھ ابن اللہ کے مرتبہ پر علانیہ فائز ہو گیا۔ یہ ابن اللہ کا لفظ یقینی طور پر

ذاتی ابنیت کی طرف ایک اشارہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ جیسے پال نے ایک دوسری جگہ خدا کا اپنا بیٹا کہہ کر صاف کر دیا۔ عیسائیت کا ابتدائی گروہ تھا یا خود پال تھا، جس نے مسیح کے لیے خداوند کا خطاب اصل مذہبی معنی میں استعمال کیا؛ لیکن بلاشبہ وہ پال ہی تھا جس نے اس خطاب کو پورے معنی میں بولنا شروع کیا۔ پھر اپنے مدعی کو اس طرح اور بھی زیادہ واضح کر دیا کہ خداوند یسوع مسیح کی طرف بہت سے وہ تصورات اور اصطلاحی الفاظ بھی منتقل کر دے جو کتب مقدسہ میں اللہ کے لیے مخصوص تھے، اس کے ساتھ ہی اس نے مسیح کو خدا کی دانش، خدا کی عظمت کے مساوی قرار دیا اور اس سے مطلق معنی میں خدا کا بیٹا ٹھہرایا؛ تاہم متعدد حیثیات سے اور پہلوؤں سے مسیح کو خدا کے برابر کر دینے کے باوجود اس کو قطعی طور پر اللہ کہنے سے باز رہا۔

عیسائی معاشرہ میں حضرت مسیحؑ کی شخصیت کے بارے میں اختلاف

مسیحی فرقوں میں شروع ہی سے حضرت مسیح کی شخصیت کے بارہ میں اختلاف ہونے لگا تھا کہ ایا وہ صرف خدا کے رسول ہیں یا اس سے بڑھ کر خدا کے بیٹے ہیں، پھر بیٹا ہیں تو حقیقی بیٹا ہیں یا اصطلاحی ایک طرف تو پولس کے نظریات تھے۔ جو رومیوں و یونانیوں اور یورپ میں پھیلتے رہے اور خاص طور پر ان مقامات پر جہاں بت پرستی عام تھی اور توحید کی جڑیں گہری نہیں تھیں؛ مگر فلسطین و آسیہ وغیرہ میں ایسے عیسائیوں ہی کی اکثریت رہی جو خدا کی توحید اور حضرت عیسیٰ کی رسالت کے قائل تھے؛ مگر اس کے ساتھ عیسائیوں میں ایسے بھی بہت فرقے پیدا ہو گئے تھے جو توحید سے منحرف ہونے کے ساتھ پولس کے نظریات سے بھی متفق نہیں تھے۔

موحدین کی جماعت

(۱) ناصرین جن کو ایبونی کہا جاتا ہے یہ لوگ توحید کے قائل تھے، حضرت عیسیٰ کو محض

انسان اور پیغمبر مانتے تھے، پولس کو ایک جھوٹا رسول اور انجیل کو بگاڑنے والے کہتے تھے تورات کے احکام پر عمل کو نجات کے لیے ضروری قرار دیتے تھے، قیصر ہیڈریان کے بیت المقدس کو ویران و برباد کرنے سے پہلے تک اسی جماعت کا اُسقف ہوتا تھا جس کو اسقف ختنہ کہا جاتا تھا اور وہاں پر ہر طرح سے انھیں کا غلبہ تھا۔ بیت المقدس کی بربادی کے بعد یہ لوگ مقام پلا جو آج حلب ہے اور دیگر شہروں میں جا کر آباد ہو گئے اور اپنے آپ کو رومی کلیسہ سے الگ تھلگ رکھا اور پانچویں صدی تک ان کی رومی کلیسا سے کشمکش جاری رہی۔ (تواریخ مسیحی کلیسا)

(۲) الوجین اور اس کے متبعین مسیح کے کلمۃ اللہ ہونے کے منکر تھے یوحنا کی انجیل اور مکاشفہ یوحنا کے بھی منکر تھے اور کہتے تھے کہ یہ دونوں کتابیں سرنتھس نامی ایک شخص کی تصنیف ہیں، مسیح کی الوہیت کے منکر تھے اور یہ کہتے تھے کہ محض خدا کی الوہیت کا خاص تعلق یسوع سے تھا۔

(۳) تھیوڈوشین، مسیح کی الوہیت کا منکر تھا، ان کو محض ایک انسان کہتا تھا اور بپتسمہ کے دن مسیح یسوع پر نازل ہوا جس نے یسوع کو قوت دی، وہ معجزات کرنے لگے۔

(۴) آرتیمونائٹ یہ فرقہ بھی توحید کا قائل تھا مسیح کو صرف انسان قرار دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مسیح کنواری سے پیدا ہونے کی وجہ سے دیگر انبیاء سے افضل تھا۔

(۵) پولیانسٹ سموسٹا کا پال جو زنوبیہ کا وائسرائے تھا وہ اور اس کے پیرو، مسیح کو انسان کہتے تھے، جن پر باپ کی حکمت یا کلمہ نازل ہوا جس کی بناء پر مسیح کو خدا کہیں؛ تو کہیں؛ مگر حقیقۃً وہ خدا نہیں تھا، اس فرقہ کا وجود ساتویں صدی تک قائم رہا۔

(۶) ایرین فرقہ اس کا اعتقاد تھا کہ باپ اکیلا خدا ہے جو کہ غیر مولود ہے ازلی دانا، مہربان ہے، مسیح کو باپ نے نیستی سے ہست کیا، دنیا سے پیشتر اس کو باپ نے پیدا کیا، اس لیے وہ محض ایک مخلوق ہے اور اس کے وسیلہ سے ساری کائنات پیدا ہوئیں؛ اس لیے اس کو اکلوتا بیٹا کہا جاتا ہے۔

توحید سے منحرف جماعتیں

پیٹر پے شین الٰہی ذات میں اقانیمِ ثلاثہ کا انکار کرتا تھا؛ مگر مسیح کی الوہیت کا قائل تھا، انکا خیال تھا کہ باپ خود انسان بنا اور باپ ہی مصلوب ہوا۔ یسوع مسیح خود خدا اور باپ تھا، نوئیٹس اقانیمِ ثلاثہ کا منکر تھا اور کہتا تھا کہ باپ ہی نے مختلف موقعوں پر مختلف ناموں سے اپنے کو ظاہر کیا، باپ نے مسیح کے ساتھ اتحاد پیدا کیا اور اپنا نام بیٹا رکھا، باپ ہی پیدا ہوا باپ ہی مسیح ہوا اور ہمارے گناہوں کی خاطر مصلوب ہوا۔

بربرانیہ: یہ فرقہ مسیح اور ان کی مریم دونوں کو خدا کہتے تھے (النصرانیہ) اسی طرح شروع ہی سے توحید کے مقابلہ میں شرک وبت پرستی موحدین کے مقابلہ میں توحید سے منحرف جماعتیں تھیں؛ مگر موحدین کا غلبہ تھا، ان میں باہم بحث ومباحثہ ومناظرہ ومجادلہ کا بازار گرم رہا کرتا تھا۔

پولس کے افکار ونظریات جب مصر میں پہنچے تو بہت سے لوگ جو اسکندریہ کے مدرسہ سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کیے ہوئے تھے، انھوں نے پولس کی عیسائیت کو قبول کرلیا، اسی طرح بہت سے ایسے لوگ بھی پولسی عیسائیت کو اختیار کیے ہوئے تھے، جو اسکندریہ کے مدرسہ میں تعلیم حاصل کرتے تھے، جب ان لوگوں نے بھی عیسائیت کے عقائد کے سلسلے میں بحث ومباحثہ میں حصہ لینا شروع کیا تو رومی تواریخ کلیسا میں ہے کہ دوسری صدی میں مسیحیوں میں گفتگو رہی کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ کیا جائے تو فلسفی طریقہ کام میں لانا درست ہے یا نہیں؟ آخر کار ارجن وغیرہ کی رائے کے مطابق اسکندریہ میں طریقۂ مذکور تسلیم ہوکر اختلاف ختم ہوا، اس فلسفی بحثوں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی نے بحث میں زیادہ رونق پائی؛ لیکن راستی وصفائی میں کچھ خلل ہوا۔

(نوید جاوید:۱۵۹)

مدرسہ اسکندریہ

اس مدرسہ کے مشہور اساتذہ مین امتیوس (م ۲۴۲ء) تھا جس نے ابتدا میں مذہب عیسائیت کو اختیار کیا، ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ پھر اپنے اصل مذہب بت پرستی کی طرف لوٹ آیا، اس کے بعد اس کا جانشین افلوطین متوفی م ۲۸۰ء ہوا، جس نے مدرسہ اسکندریہ سے تعلیم حاصل کر کے ایران و ہندوستان کا سفر کیا، وہاں اس نے ہندوستانی یوگا کا علم حاصل کیا، اس کے ساتھ بدھ ازم و برہمن ازم سے واقفیت حاصل کر کے اسکندریہ لوٹا اور اسکندریہ کا معلم بنا، اپنی تحقیقات وآراء کو پڑھاتا تھا، اس کی تعلیمات کی تین بنیاد تھی:

(۱) کائنات کی تخلیق ایک ایسے خالق سے ہے جو ازکی وابدی ہے اور اس قدر ماوراء عقل ہے کہ انسانی فکر اس کا احاطہ نہیں کر سکتی ہے، ہر چیز کا وجود اسی کا فیضان ہے۔

(۲) اس سے پہلے جو چیز صادر ہوئی اور پیدا ہوئی وہ عقل ہے (عقل کلی) خدا سے فیض پانے اور وجود پانے کی یہ شکل ممکن نہیں ہے کہ خود اس سے کوئی چیز منفصل وجدا ہو؛ بلکہ اس سے فیض اور وجود پانے کی شکل اس طرح ہے، جیسے آگ سے حرارت اور آفتاب سے نور کا فیضان ہوتا ہے، جس کو اصطلاح میں انبثاق سے تعبیر کرتا ہے اور اس کی شرح اشعاع مستمر سے کرتا ہے۔ (معالم الفکر العربی: ۱۳۵)

(۳) عقل کلی سے روح کلی و نفس کلی کا صدر وانبثاق ہوا اور سارا عالم اور اس کی تدبیر اور اس کی تشکیل کی بنیاد یہی تین ہیں۔

عیسائیوں میں اتفاق واتحاد کے لیے قسطنطینِ اعظم کی کوشش

قسطنطین اعظم نے دیکھا کہ عیسائیوں کے یہ اختلافات وجھگڑے ملکی امن وامان میں خلل انداز ہو رہے ہیں، اس نے چاہا کہ عیسائی لوگ جہاں اور جس قوم میں ہوں

سب کو متحد الخیال بنادے، انہی دنوں اریس کے مباحثہ کا آغاز ہوا تھا اریوس زبردست عالم ومقرر تھا، اس نے بہت ہی جرأت کے ساتھ ابن کی الوہیت کا انکار کرتے ہوئے، اس کو محض رسول وپیغمبر کے درجہ میں رکھا اور اسکندریہ کا کلیسا الوہیت مسیح کا عقیدہ رکھتا تھا، یہ کلیسا اس کی مخالفت میں پیش پیش تھا اس مسئلہ میں ہر جگہ کے لوگ کافی تعداد میں اریوس کے ہمنوا ہو گئے، اسیوط کا کلیسا اس کا حمایتی تھا، خود اسکندریہ میں ایک بہت بڑی تعداد اس کے موافق تھی، جس کی وجہ سے وہ لوگ وہاں برملا اپنے اس عقیدہ کا اظہار کرتے تھے، فلسطین میں اور مقدونیہ میں اور قسطنطنیہ میں اس کے زبردست حمایتی موجود تھے، قسطنطین کی ماں اور اس کی ہمشیرہ نے اس کی بہت مدد کی قسطنطینِ اعظم نے اس ارادہ سے کہ کلیسا میں زیادہ جھگڑے نہ پڑیں، ہسپانیہ کے شہر قرطبہ کے بشپ ہوسیس کو جو مذہبی معاملات میں بادشاہ کا صلاح کار تھا، اسکندریہ بھیجا اسکندریہ کی کلیسا کو اور اریوس کے نام خطوط ارسال کیے جس میں تحریر تھا کہ یہ جھگڑا لفظی تکرار ہے، خدا کے بھید انسانی سمجھ سے بالا ہیں، اس پر اسکندریہ میں اور بھی آگ لگ گئی اور زیادہ فساد مچنے لگا، ہوسیس نے واپس آکر بادشاہ کو تمام حالات سے باخبر کیا؛ چونکہ اس معاملہ میں فیصلہ ضروری تھا جس کے لیے بادشاہ نے ایک کونسل بلائی۔ (تواریخ مسیحی کلیسا، ص:۱۷۱)

النصرانیہ میں ابن البطریق کے واسطہ سے اس کونسل کا حال تحریر کیا ہے کہ بادشاہ نے تمام شہروں میں آدمی بھیج کر پوپ وپادریوں کو جمع کیا، اس طرح نیقیہ میں دو ہزار اڑتالیس پوپ وپادری جمع ہو گئے جو مذہب ومسلک میں ایک دوسرے سے مختلف تھے، بعض ان میں مسیح اور ان کی ماں کی خدائی کے قائل تھے، انھیں برابرنیہ اور مریمین کہا جاتا تھا، بعض اس کے قائل تھے کہ مسیح کی شان باپ کے مقابلہ میں ایسی ہے، جیسے آگ کا ایک شعلہ دوسرے شعلہ سے الگ ہوتا ہے، جس سے پہلے شعلہ میں کوئی کمی نہیں ہوتی ہے، یہ سابلیوس اور اس کی جماعت کا مسلک تھا، بعض یہ کہتے ہیں کہ مریم نو ماہ تک حاملہ نہیں تھیں؛ بلکہ مسیح

ان کے پیٹ سے ایسے گزرے، جیسے پرنالہ سے پانی گزرتا ہے؛ اس لیے کلمۃ ان کے کان میں داخل ہوکر فوراً وہاں سے نکلا جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے، یہ الیان اور اس کی جماعت کا مذہب تھا، بعض کہتے تھے کہ جیسے ہماری اور آپ کی پیدائش خدا سے ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ کی بھی ہے۔ مسیح کی ابتداء حضرت مریم سے ہوئی، پھر ان کو انسانوں کی نجات کے لیے منتخب کیا گیا، نعمتِ خداوندی اس کے ساتھ تھی، محبتِ خداوندی اس کی سرشت میں داخل ہوگئی، جس کی بناء ان کو ابن اللہ کہا گیا، ورنہ خدا تو واحدِ قدیم ہے، وہ لوگ کلمۃ اللہ اور روح القدس کے قائل نہیں تھے، یہ عقیدہ پولس شمشاطی اور اس کی جماعت کا تھا۔

مرقیون اور اس کے متبعین کہتے تھے کہ تین خدا ہیں۔ صالح، عادل اور شریر اور مرقیون کو حواری کہتے تھے اور پطرس رسول کی حواریت کے منکر تھے، ایک جماعت مسیح کی خدائی کی قائل تھی، یہی پولس رسول کا مذہب تھا۔

قسطنطین کو حیرت

یہ لوگ جمع ہوئے اور اپنے اپنے مسلک پر اصرار کرنے لگے تو قسطنطین کو سخت تعجب ہوا اس نے مناظرہ کا حکم دیا؛ تاکہ صحیح رائے قائم کرسکے بالآخر اس کے خیال میں مسئلۂ الوہیت کا عقیدہ صحیح ہوا معلوم ہوا؛ اس لیے دو ہزار اڑتالیس میں سے تین سو اٹھارہ کو منتخب کرکے ایک اور مجلس منعقد کی اور ان کے درمیان بیٹھ گیا اور اپنی انگوٹھی اور تلوار اور چھڑی ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا، میں آپ لوگوں کو اپنی حکومت کا پورا اختیار حوالہ کرتا ہوں آپ لوگ دین کے لیے مناسب کارروائی کریں، اس مجلس میں تین قسم کے لوگ تھے، ایک جماعت اریوسی عقیدہ کی حامل، دوسری جماعت ثالوثی جن کی سربراہی اثاناشیوش کررہا تھا۔ تیسرا گروہ ان دونوں کے بیچ بیچ میں تھا، جس کی سربراہی یوسی بیوس

اسقف نیکومیدیا کر رہا تھا۔ یہ گروہ اس بات کا قائل تھا کہ کوئی مسیح کی اصلی فطرت کی تعریف نہیں کرسکتا ہے؛ اس لیے اس کو اس درجہ اہمیت نہیں دی جاسکتی کہ اس کے ماننے پر نجات کو منحصر قرار دیا جائے اور کہتا تھا کہ یہ کلیسا میں نفاق پیدا کرے گی؛ اس لیے اس کی تعیین کو ہر شخص کی سمجھ اور اس کے ایمان پر چھوڑ دیا جائے کہ جس طرح چاہے سمجھے اور مانے ایریوسیون کی طرف سے ایک متفقہ عقیدہ کے لیے ایک تحریر پیش ہوئی جس کو لوگ پہلے سے ماننے کے لیے تیار تھے؛ مگر جب مجلس میں پیش ہوئی تو فریقِ مخالف نے اس کو بے اصل و باطل کہہ کر وہیں اس تحریر کو پھاڑ کر پرزے پرزے کر دیا، اس کے بعد یوسی بیوس قیساریہ نے ایک عقیدہ پیش کیا جو اس کے یہاں کلیسا میں مروج تھا، وہ عقیدہ یہ تھا: میں ایمان لاتا ہوں ایک خدا جو باپ اور مالک ہے سب چیزوں کا اور پیدا کرنے والا ہے تمام چیزوں کا جو نظر آتی ہیں یا نظر نہیں آتی ہیں اور ایمان رکھتا ہوں ایک یسوع مسیح پر جو کلمہ ہے خدا کا خدا ہے، نور ہے نور کا اور زندگی ہے زندگی کی، وہ خدا کا پسر وحید ہے اور پہلے پیدا ہوا ہے ہر ایک مخلوق سے، پیدا ہوا ہے باپ سے تمام عالموں کے پیدا ہونے سے پہلے اور تمام چیزیں اسی نے بنائی ہیں، وہ مجسم کیا گیا ہماری نجات کے لیے اور زندہ رہا آدمیوں میں اور صلیب پر چڑھایا گیا پھر اٹھا تیسرے دن اور چڑھ گیا آسمان پر باپ کے پاس اور وہ آئے گا جلال کے ساتھ زندوں و مردوں میں عدل کرنے کے لیے یہ خلاصۂ مذہب ایسا نہیں تھا جو قطعی طور جامع مانع ہو، اس میں طرح طرح کی بدعتیں پیدا ہونے کی گنجائش تھی؛ اس لیے اثاناشیوش اور اس کی جماعت نے اصرار کیا کہ چند اور ایسے الفاظ بڑھنے چاہیے جن سے باپ اور بیٹے کا تعلق اور ان دونوں کی فطرت اور جو ہر معلوم ہو، انھوں نے بیٹے کی نسبت یہ جملہ اضافہ کیا کہ مولود ہوا نہ کہ مصنوع ہوا؛ تاکہ بیٹے کے مخلوق و حادث ہونے کی نفی ہو جائے، اس کے بعد مجلس نے ایک متفقہ عقیدہ تیار کیا اور ہوسیوس قرطبی نے اس کی تکمیل کی اور ہر موجے نیز نے اس کو پہلی مرتبہ مجلس میں

پڑھا، دوسری بار اسقف قیساریہ نے پڑھا جس میں مسیح کے بارے میں عقیدہ کا بیان ہے ایمان رکھتے ہیں، خداوند یسوع مسیح خدا کے فرزند پر جو پیدا ہوا ہے باپ سے، اکیلا مولود یعنی پیدا ہوا ہے اس جوہر سے جو باپ کا جوہر ہے، اس نے بنایا تمام اشیاء کو جو آسمان پر ہے یا زمین پر، بعد کی صدیوں میں اس میں حذف واضافے بھی ہوتے رہے، جس سے اصل مطلب میں کوئی فرق نہیں آیا؛ مگر باپ اور بیٹے کا ایک ہی جوہر ہے، اس میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں ہوا اور ایریوسی عقیدہ کی تکفیر کے لیے اضافہ کیا گیا؛ لیکن جو کہتے ہیں کہ مولود ہونے سے پہلے وہ نہ تھا اور اس کا وجود ایسی چیز سے ہوا جو پہلے نہ تھی یا جو لوگ مانتے ہیں کہ خدا کے فرزند کی ذات یا اس کا جوہر خدا کی ذات اور جوہر سے جدا ہے یا کہ وہ مصنوع تھا یا متغیر ومتبدل ہوتا ہے تو کلیسا ایسے لوگوں کی تکفیر کرتا ہے۔

یوسی بیوس قیساریہ نے فتوی تکفیر کی شدومد سے مخالفت کی اور دستخط کے لیے ایک دن کی مہلت مانگی۔ ایک دن گزرنے کے بعد دستخط کردیے۔ اسقف نیکومیدیا اور تھیوگ نس اسقف نیقیہ اور مارکوس اسقف کیلسیدون انھوں نے بادشاہ کی بہن قسطنطنیہ سے مشورہ کیا۔ اس نے دستخط کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ بادشاہ کو اصرار ہے کہ عیسائیوں میں اتفاق پیدا کیا جائے گا اور اور خلاف کرنے والوں کو جلاوطن کرنے کی دھمکی بھی دے رہا ہے؛ بالآخر ان لوگوں نے دستخط کردیے؛ مگر تکفیر کے فتوی پر یوسی بیوس اور تھیوگ نس نے دستخط کرنے سے انکار کردیا جس کی وجہ سے ایریوس کے ساتھ یہ دونوں بھی جلاوطن کردیے گئے۔ (قسطنطین اعظم،) ص: ۲۲۷۔۲۲۸) اسی طرح نیقیہ کے پاس شدعقیدہ کے خلاف تمام کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیا گیا اور اس مسلک کے خلاف عقیدہ رکھنے والوں کو عہدوں سے برطرف کردیا گیا۔

نیقیہ کی کونسل کے بعد دین عیسوی کو قسطنطینِ اعظم کی ذات میں اس کا سب سے بڑا حامی ومددگار مل گیا اور اہلِ بدعت کی محض تکفیر ہی نہیں ہوئی؛ بلکہ ان کا منہ بند کردیا؛ مگر یہ

زمانہ دو برس سے زیادہ کا نہیں گزرا کہ ایریوس اور دیگر دونوں اسقفوں کی جلاوطنی کو بادشاہ نے منسوخ کر دیا، کہاں وہ ایریوس عقائد کافی مخالف تھا، مگر اب طبیعت ایسی بدل گئی کہ اس کا موافق ہو گیا اور ایریوس اور یولیس بیوس فریق کو بادشاہ کے دربار میں سب سے زیادہ رسوخ حاصل ہو گیا، یہاں تک کہ اثاناسیوش بطریق اسکندریہ کو اسکندریہ سے جلاوطن کر دیا۔

قسطنطینِ اعظم کے مرنے کے بعد اس کی حکومت تین حصوں میں منقسم ہو گئی، ایک لڑکا قسطنطین تھا جو جاثلیقی فرقہ کا ہمنوا تھا تو دوسرا لڑکا قسطنطیوس یہ ایرین فرقہ کا طرف دار تھا، قسطنطینِ اعظم کی وفات کے بعد اس کے لڑکے قسطنطین کی کوشش سے اثاناشیوس دوبارہ اسکندریہ آیا ۳۳۹ء میں انطاکیہ کی کونسل کے ذریعہ پھر دوبارہ معزول ہوا اس انطاکیہ کی کونسل میں چار اور عقیدہ مرتب ہوئے جو نیقیہ کی کونسل کے بالکل خلاف تھے۔ اس طرح پر ایرین عقیدہ مرتب ہوا قسطنطین ثانی نے اپنے بھائی کو لکھا کہ اثاناشیوش کو اسکندریہ بلا لے اس کے کہنے سے اس کو بلا لیا؛ مگر زیادہ دنوں تک اپنے عہدہ پر نہ رہا اور پھر معزول ہوا۔

قسطنطیوس نے ایرین عقیدہ والوں کو اپنے علاقہ میں اسقف مقرر کیا اور ان لوگوں کا ہر طرف غلبہ رہا؛ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کی کونسل ۳۸۱ء میں جس میں قیصر تھیوڈوسیس بھی شریک تھا، اس کے بعد سے اثاناشیوش فرقہ کو غلبہ حاصل ہوا۔

الوہیت مسیح کے فیصلہ پر تبصرہ

(۱) پہلے حاضرین کی تعداد ۲۰۴۸ تھی، جس کے درمیان سخت مقابلہ اور اختلاف تھا، ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ نقل کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ اریوس نے اپنے عقیدہ کو مدلل طور پر پیش کیا تھا، جس کی وجہ سے سات سو سے زائد پوپ و پادری اس کے ساتھ

ہو گئے تھے، اگر اکثریت نسبی یعنی جس رائے کے موافق زیادہ لوگ ہوئے، اس کو بادشاہ ترجیح دیتا؛ مگر بادشاہ نے ان حاضرین میں سے تین سو اٹھارہ آدمیوں کا انتخاب کیا، پھر یہ تین سو اٹھارہ بھی الوہیت مسیح پر متفق نہیں تھے۔ بادشاہ کی طبیعت ایسی تھی کہ کوئی ہوشیار پادری جس نے اس کا اعتماد حاصل کرلیا ہو وہ اس پر اپنا قابو رکھ سکتا تھا، جس زمانہ میں ہوسیوس کو تقرب حاصل نہ رہا اور یوسی بیوس نیکومیدی نے اس کی جگہ لے لی تو ایریوسیوں کی طرف بادشاہ کی نظر التفات ہوگئی۔ (قسطنطین اعظم، ص:۳۰۶) بادشاہ کو تو لوگوں کو ایک مذہب پر بذریعہ طاقت متفق کرنا تھا اور مجلس نیقیہ میں ہوسیوس قرطبی تھا، جس کی وجہ سے بادشاہ نے چاثلیقی گروہ کی حمایت کی اور اس عقیدہ کو ماننے پر مجبور کیا؛ یہاں تک یوسی نیکومیدی اور اس کے طرف داروں نے اس پر دستخط کیے، جب یوسی بیوس کو بادشاہ کے مزاج میں دخل حاصل ہوا تو چاثلیقوں کا فرقہ معتوب ہوگیا اور بادشاہ کے مرنے کے بعد تو ان لوگوں نے کھل کر الوہیت مسیح کا انکار کیا۔ بطریک اسکندریہ کی پٹائی بھی کردی۔ بادشاہ جواب تک عیسائی مذہب قبول نہیں کیے ہوئے تھا، ایک مذہبی معاملہ میں اس کے قول کا کیسے اعتبار ہوسکتا ہے؟ اسی طرح بغیر انجیل کی طرف رجوع کیے کسی اجتماع کو دینی عقیدہ بیان کرنے کا کہاں تک اختیار ہوسکتا ہے۔ اسی طرح جلا وطنی اور عہدہ سے برطرفی، جائداد کی ضبطی کی دھمکیوں کے سایہ میں جو اتفاق ہوا ہے، اس اتفاق کی کیا اہمیت ہوسکتی ہے؟

نظریۂ تثلیث کا ارتقاء

نیقیہ کے اجتماع نے صرف الوہیت مسیح کا فیصلہ کیا، روح القدس کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا اور عیسائیت کا عقیدۂ تثلیث اس کا اب تک وجود نہیں ہوا تھا۔ مسیحی معاشرہ میں شروع ہی سے مختلف الخیال لوگ تھے؛ اس لیے روح القدس کے بارے میں اختلاف تھا، ایک جماعت اس کے مخلوق ہونے کی قائل تھی تو دوسری جماعت اس کو خدا

کی روح اور اس کی حیات کہتی تھی۔ اسکندریہ جہاں پر افلاطونی فلسفہ جس میں کائنات کی تخلیق وتشکیل وتدبیر میں تین بنیادی قوتوں کے تسلط کا نظریہ رائج تھا، اس کے بطریک نے روح القدس کو خدا کی زندگی اور روح قرار دیا، اس نے اپنے اثر وروسوخ کو استعمال کر کے اس وقت کے بادشاہ تھیوڈوسیس کو ایک کونسل منعقد کرنے کے لیے تیار کیا؛ چنانچہ اس نے قسطنطنیہ میں قصر شاہی میں ۳۸۱ء میں ایک کونسل بلائی، جو قسطنطنیہ کی پہلی کونسل سے مشہور ہے، جس میں حاضرین کی تعداد ایک سو پچاس تھی، مقدونیوس نامی ایک پوپ نے ایک گروہ کی سربراہی کرتے ہوئے کہا کہ روح القدس خدا نہیں ہے؛ بلکہ وہ ایک مخلوق ومصنوع ہے۔ دوسرے فریق کی نمائندگی کرتے ہوئے بطریک اسکندریہ ثیمو ثاوس نے کہا کہ روح القدس اللہ کی روح اور اس کی حیات کا نام ہے، اگر ہم اس کو مخلوق کہتے ہیں تو خدا کی حیات مخلوق ہوگی تو خدا حی وزندہ جاوید نہ ہوگا اور جو ایسا عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔ فریقِ مخالف اس کو خدا کی مخلوق اور ایک فرشتہ کہتا تھا، اس کو خدا کی ذات کے ساتھ متعلق نہیں کرتا تھا؛ اس لیے ان پر خدا کے زندہ جاوید نہ ہونے کا الزام نہیں لگایا جاسکتا ہے اور روح القدس کو خدائی روح وحیات کہنے والے اس پر کوئی دلیل قائم نہیں کر سکے؛ مگر مجمع اس سے مطمئن ہوگیا اور ان لوگوں نے روح القدس کو مخلوق کہنے والے مقدونیوس اور اس کی جماعت کے ملعون وکافر ہونے کی تجویز پاس کی اور روح القدس کو الوہیت کا ایک اور اقنوم قرار دے کر نیقیہ کی کونسل کی قرارداد میں اضافہ کیا اور اس طرح تثلیث کا عقیدہ وجود میں آیا۔

بعد کی کونسلوں نے اجمالی طور سے ان تینوں اقانیم کو تسلیم کیا۔ قسطنطنیہ کی اس پہلی کونسل نے خدا باپ، خدا بیٹا، خدا روح القدس کی قرارداد پاس کردی؛ لیکن ان اقانیم ثلاثہ میں وحدت کس طرح پیدا ہوگی اور ان کے باہمی ربط کی کیا نوعیت ہے، اس کا فیصلہ نہیں کیا تھا جس کی وجہ سے مسیحی دنیا میں اس نظریات کی شرح میں اختلاف پیدا ہوا۔

مسیح کی شخصیت میں الوہیت اور انسانیت کے درمیان تعلق کی نوعیت میں اختلاف

جس کے ذہن پر اس مرکب شخصیت کے جزو انسانی کا غلبہ ہوا تو اس نے کہا کہ اقنوم ثانی جسم اختیار نہیں کیا؛ بلکہ مریم نے صرف انسان کو جنا، مریم خدا کی ماں نہیں ہیں؛ بلکہ مریم انسان کی ماں ہیں مسیح کو پیدائش کے بعد ان کا تعلق اقنوم ابن سے ہوا اور یہ تعلق اتحاد کے قبیل سے نہیں تھا؛ بلکہ مسیح کو محبت کی بنا پر بیٹا کا درجہ حاصل ہوا، یہ قول نسطور بطریق قسطنطنیہ کا تھا۔ ابن بطریق نقل کرتا ہے: "ان هذا الانسان الذی یقول إنه المسیح بالمحبة متحد مع الأب ویقال انه الله وابن الله لیس بالحقیقة ولٰکن بالموهبة" (النصرانیۃ) تاریخ الأمۃ القبطیہ میں ہے: أن نسطور ذهب أن یسوع المسیح لم یکن الٰها فی حدذاته بل هو إنسان مملوء من البرکة والنعمة أو ملهم من الله" نسطور کی تردید کے لیے افسس کی پہلی کونسل ہوئی جس میں دوسو پوپ تھے، جس میں طے ہوا کہ مریم خدا کی ماں ہیں اور مسیح میں خدائے برحق اور انسان اپنی اپنی طبیعت کے ساتھ موجود ہیں اور نسطور کو ملعون قرار دیا گیا۔

نسطور کے مقابل پر جن کے ذہن پر الوہیت کا غلبہ ہوا، انھوں نے مسیح کو اللہ کا جسمانی ظہور قرار دے کر عین اللہ قرار دیا، اس رائے کا اظہار اسکندریہ کی کلیسا نے کیا اور اس کے لیے افس میں ایک دوسری کونسل منعقد ہوئی، جس میں اسکندریہ کے بطریق دیسقورس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ مسیح کی ایک ہی طبیعت ہے، جس میں لاہوت وناسوت دونوں جمع ہوگئے ہیں، عنصر لاہوتی نے روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کیا اور اس میں باہم اس طرح اتحاد ہوا کہ دونوں طبیعتیں ایک طبیعت ہوگئی اور دونوں مشیتیں ایک

مشیت ہوگئیں۔ بعد میں اس مذہب کی اشاعت یعقوب برداعی کے ذریعہ بہت ہوئی یہاں تک کہ یہ مذہب اس کی طرف منسوب ہونے لگا، حالانکہ اس سے پہلے اسکندریہ کے کلیسا اور قبطیوں کا یہی مذہب تھا، ان دونوں کے مقابلے میں جن لوگوں پر درمیانی راہ کا غلبہ تھا، انھوں نے اس کی ایسی تفسیر کی جس میں یسوع مسیح انسان بھی ہے اور خدا بھی ہے۔ خدا اور مسیح دونوں الگ بھی، پھر ایک بھی ہیں، افس کی دوسری کونسل جس میں اسکندریہ کے بطریک ویسقورس نے ان نظریہ پیش کیا تھا، اس سے احتجاج کرتے ہوئے بطریق قسطنطنیہ باہر نکل گیا تھا، جس پر کونسل کے کچھ افراد اس کو قتل کر دینا چاہتے تھے، جس کی وجہ سے زور وشور سے یہ سوال ہونے لگا کہ افسس کی اس کونسل کا انعقاد صحیح بھی تھا یا نہیں؟ اس طرح اس کی قرارداد قابلِ احترام بھی ہے یا نہیں؟ اس سے مسیحی معاشرہ میں بڑی کش مکش تھی، آخر میں روم کے بادشاہ اور اس کی ملکہ نے اس نزاع کو ختم کرنے کے لیے ۴۵۱ء میں خلقیدونیہ میں ایک کونسل بلائی خود ملکہ نے اس کی صدارت کی اس میں پانچ سو بیس پوپ شریک ہوئے، اس کونسل میں بڑا ہنگامہ شور وشغف تھا، آخر تجویز پاس ہوئی کہ مسیح میں دو طبیعت تھی ایک الٰہی ایک انسانی اور مسیح اپنی الوہی فطرت میں باپ کے ساتھ ہے اور طبیعت انسانی میں انسانوں کے ساتھ ہے، مسیح میں دو طبیعتیں ایک اقنوم اور ایک ذات ہے۔ یسوع حقیقتاً خدا بھی تھے، انسان بھی تھے۔ انسانی حیثیت سے خدا سے خدا سے کمتر اور اسی حیثیت میں ان میں تمام انسانی کیفیات پائی جاتی تھیں اور خدا کی حیثیت سے وہ باپ کے برابر ہیں۔

خلقیدونیہ کی کونسل منعقدہ ۴۵۱ء کی تجویز کی مصری کلیسا نے مخالفت کی اور اپنی بطریق ویسقورس اس کی حمایت کی اور اپنے بطریق کے خلاف حکم کو انھوں نے اپنی قومی آزادی اور ریاستی حقوق میں مداخلت سمجھا، اور مصری کلیسا مغربی کلیسا سے الگ ہو گیا اور مصری کلیسا کے ساتھ ارمنی کلیسا اور سریانی کلیسا بھی ساتھ ہو گئے۔ ساتویں صدی عیسوی

۶۶۷ء میں یوحنا مارون نامی نے دعویٰ کیا کہ مسیح میں اگر چہ دو طبیعتیں ہیں؛ لیکن دونوں کی مشیت ایک ہی ہے اس کی تردید کے لیے قسطنطنیہ کی تیسری کونسل ۶۸۰ء میں منعقد ہوئی، جس میں دوسو نواسی پوپ حاضر تھے، جس میں قرارداد پیش ہوئی کہ مسیح کے اندر جس طرح دو طبیعتیں ہیں، اسی طرح دو مشیتیں بھی ہیں اور یوحنا مارونی اور جو بھی یہ عقیدہ رکھے کہ اس میں ایک مشیت ہے ملعون وکافر ہے۔

قسطنطنیہ کی پہلی کونسل میں روح القدس کو خدا کی روح وحیات کی قرارداد پاس ہوئی تھی ؛مگر اس میں کوئی تفصیل نہیں تھی کہ اس کا انبثاق وتولد کس سے اور کس طرح ہے؟ قسطنطنیہ کے بطریق فوسیوس کی رائے تھی کہ روح القدس کا انبثاق وتولد صرف باپ سے ہوا ہے اور بطریق رومانے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا کہ اس کا خروج اب وابن دونوں سے ہوا اور بطریق رومانے ایک کونسل ۸۶۹ء میں قسطنطنیہ ہی میں منعقد کی جو مغربی لاطینی کونسل سے مشہور ہے جس میں قرارداد پاس ہوئی کہ روح القدس کا انبثاق اب اور ابن دونوں سے ہوا۔

(۲) مسیحیت اور اس کے عقائد سے متعلق ہر چیز کا مستند ماخذ کلیسائے روم ہے، فوسیوس اور اس کے متبعین جو روح القدس کا انبثاق محض اب مانتے ہیں ملعون اور مطرود ہیں۔

بطریق فوسیوس نے ۸۷۹ء ہی دوسری کونسل منعقد کی جو مشرقی یونانی کونسل سے مشہور ہے جس میں حسب ذیل امور طے ہوئے:

(۱) بطریق رومانے جو کونسل میں تجویز پاس کیا ہے سب باطل ہے۔ (۲) روح القدس کا ظہور صرف باپ سے ہوا ہے اس کے بعد سے قسطنطنیہ کا کلیسا روم کے کلیسا سے علیحدہ ہو گیا، رومی کلیسا کا نام مغربی کلیسا اور کھیتولک اور اس کا سربراہ پاپا کہلاتا ہے، پوپوں کی جماعت اس کی نائب ہے، اس کا اقتدار اسپین، فرانس وغیرہ میں ہے اور ان کی حمایت رومی حکومت کیا کرتی تھی؛ اس لیے مسلمان مورخین اس مذہب کو مذہب ملکانی سے تعبیر کرتے ہیں یہ کسی شخص کا نام نہیں ہے؛ بلکہ روم کے بادشاہوں کی طرف منسوب ہے۔

قسطنطنیہ کا کلیسا اس کا نام مشرقی یونانی کلیسا اور آرتھوڈوکس کلیسا ہے، اس کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے، اس کے سربراہ کا نام بطریق ہے، یہ لوگ رومی کلیسا کی سیادت کے منکر ہیں، اب کلیسا کی درجہ بندی اس طرح کی جاسکتی ہے (۱) کلیسا مصری۔ (۲) مشرقی یونانی اڑتھوڈوکس کلیسا۔ (۳) مغربی کیتھولک کلیسا۔

تثلیث کا ماخذ: یونانی فلسفہ اور رومی، مصری، ہندی بت پرستی کا دیومالائی تخیل ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا کی خالص توحید اور اپنی رسالت کی دعوت دی تھی اور ان کی دعوت میں کیسے اور کس طرح تبدیلی ہوئی، اس کو بہت تفصیل سے بیان کیا جاچکا ہے، جس سے پڑھنے والا خود اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ اس زمانے کے یونانی ورومی دیو مالائی تخیلات اور ہندومت کی تری مورتی برہما (خالق) اور شیو جو ہلاکت وموت کا دیوتا ہے اور وشنو جو حفاظت کا دیوتا ہے اور اوتار کی شکل میں آسمان سے اترتا ہے اور فیلون یہودی کا فلسفہ اسی طرح نوافلاطونی فلسفہ اس سب کی آمیزش سے تثلیث کا عقیدہ وجود میں آیا ہے قرآن کہتا ہے: ﴿قَالَتِ الْيَهُودُ عزيرُن ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ﴾ (توبہ: ۳۰) ترجمہ: یہود نے کہا کہ عزیر خدا کا بیٹا ہے اور نصاریٰ نہ کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ باتیں اپنے منہ سے کہتے ہیں، ریس کرنے لگے اگلے کافروں کی بات کی، ہلاک کرے اللہ ان کو، کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔

﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ﴾ (مائدہ: ۷۷)

ترجمہ: اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا اور مت چلو خیالات پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے یعنی انجیل وغیرہ کتبِ سماویہ میں اس عقیدۂ شرکیہ کا کہیں پتہ نہیں تھا، یونانی بت پرستوں کی تقلید میں اس پر چل پڑے اور اس جمے رہے۔

ان آیات میں ان گمراہ قوموں کی طرف اشارہ ہے، جن سے عیسائیوں نے غلط اور باطل عقیدے اخذ کیے مسیح کی تعظیم وعقیدت میں غلو کر کے ہم سایہ قوموں کے اوہام اور فلسفوں سے متاثر ہو کر اپنے مقاصد کی ایسی مبالغہ آمیز فلسفیانہ تعبیریں شروع کر دیں، جس سے ایک نیا مذہب وجود ہیں آ گیا، جس کا مسیح کی تعلیمات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے، انسائیکلو پیڈیا میں مسیحیت کے متعلق ایک مضمون رپونڈ جارج ولیم ناکس کا نقل کیا ہے جس میں وہ لکھتا ہے: عقیدۂ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی ہے اور اس میں یہودی تعلیمات کو ڈھالا گیا، باپ، بیٹا، روح القدس کی اصطلاحیں، یہودی ذرائع سے حاصل ہوئی ہیں اور مسئلہ خالص یونانی ہے، اصل سوال جس پر یہ عقیدہ بنا، وہ نہ کوئی اخلاقی سوال تھا، نہ مذہبی؛ بلکہ وہ سراسر فلسفیانہ تھا کہ ان تینوں اقانیم باپ، بیٹا، روح القدس کے درمیان تعلق کہ کیا حقیقت ہے؟ کلیسا نے جو جواب دیا ہے: اسے دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی تمام خصوصیات میں بالکل یونانی فکر کا نمونہ ہے۔

''النصرنیہ'' میں شیخ ابوزہرہ نے مشہور مستشرق لیون جوتیہ کی کتاب: ''المدخل لدّراسة الفلسفة الإسلامية'' سے ایک ٹکڑا نقل کیا ہے۔ سقراط وافلاطون وارسطوسب نے کائنات وعالم کا مبداء ایک واحد ذات کو قرار دیا ہے جس سے عالم کا صدور ہوا ہے؛ مگر مشکل مسئلہ یہ تھا کہ یہ عالم وکائنات اپنی کثرت وتغیر پذیری کے ساتھ ایک واحد ذات سے کیسے صادر ہو سکتا ہے، جو ہر طرح کے تغیر وتبدل سے پاک ہے، جب عالم موجود نہیں تھا پھر موجود ہوا تو جس سے عالم کا صدور وظہور ہوا ہے وہ ذات عدم عمل کی حالت سے

عمل کی حالت میں آئی جس کی وجہ سے اس ذات میں تغیر وتبدل لازم آئے گا، اس مشکل کو افلاطون نے حل کیا کہ وہ ذات جو ہر طرح کے تغیر وتبدل سے محفوظ وبری ہے، عالم کے درمیان دو واسطہ ہیں اور وہ دونوں واسطہ من وجہ اس ذات میں داخل ہیں تو من وجہ خارج ہیں پہلا واسطہ عقلِ کلی کا، دوسرا روح کلی کا اور اس واسطہ کو فرض کرنے کی وجہ اس ذات واحد کے کمال کو برقرار رکھنا تھا اور اس کو تغیر وتبدل سے بچانا تھا، اس طرح تین اقنوم اور تثلیث کا عقیدہ سامنے آتا ہے اور یہودی عقائد اور یونانی فلسفہ کے اختلاط وامتزاج سے صرف ایک فلسفہ ہی کا وجود نہیں ہوا؛ بلکہ اس سے ایک نئے دین، دین مسیحیت کا بھی ظہور ہوا۔ اسی لیے مسیحی الٰہیات کا وہی سرچشمہ ہے جو افلاطونی فلسفہ کا ماخذ ہے؛ اس لیے افلاطونی نظریات اور مسیحی الٰہیات میں کافی حد تک مشابہت ہے دونوں عقیدۂ تثلیث پر متفق ہیں اور یہ اور بات ہے کہ مسیحیت میں یہ تینوں اقانیم درجہ ومرتبہ میں مساوی ہیں اور افلوطن نظریات میں یہ تینوں باہم برابر ومساوی نہیں ہیں۔

صلیبی موت، حیاتِ ثانیہ، کفارہ

سوسنہ سلیمان کی عبارت: صلب عنا على عهد بيلاطيس وتألم وقبر وقام من الأموات في اليوم الثالث على مافي الكتب وصعدإلىٰ السماء وجلس على يمين الرب وسياتي بمجد ليدين الأحياء والأموات ولافناء لملكه .

صلیبی موت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا عقیدہ ہے کہ ان پیلاطیس کے عہد میں سولی دی گئی اور اکثر عیسائی فرقوں کے یہاں اقنوم ابن کا مظہر حضرت عیسیٰ جو اپنی انسانی حیثیت میں ایک مخلوق تھے، اس کو پھانسی دی گئی۔

حیاتِ ثانیہ

دفن ہونے کے بعد پھر تیسرے دن زندہ ہوگئے اور اس کے بعد آسمان میں چلے گئے۔

کفارہ

اقنوم ابن ہمارے گناہوں کے کفارہ کے لیے آسمان سے اتر کر روح القدس اور مریم سے جسم حاصل کر کے انسان بنا اور پیلاطیس کے عہد میں سولی پر چڑھا، جس کی وجہ سے جو کوئی یسوع مسیح پر ایمان لا کر ان کی تعلیمات پر عمل کرے گا، جس کی علامت اصطباغ لینا ہے تو اس کا اصلی گناہ معاف ہو جائے گا اور اس کو از سر نو نیکی کرنے کی قوتِ ارادی حاصل ہو جائے گی۔

عقیدۂ کفارہ کی تفصیل

''کفارہ'' کا لفظ عہدِ عتیق سے لیا گیا ہے یہ لفظ یہودیوں کی قربانی پر بولا جاتا تھا؛ اس لیے کہ یہ قربانی ان کے گناہوں کو دور کرتی اور ڈھانکتی ہے اور ان کے درمیان اور خدا کے درمیان تعلقات کو استوار کرتی ہے، اسی طرح یسوع کی صلیبی موت قربانی کی موت ہے یعنی گناہوں کے ذریعہ خدا اور انسان کے درمیان جو جدائی اور دوری ہوگئی تھی، یسوع کی صلیبی موت نے اس گناہ کو ختم کر کے انسان اور خدا کے درمیان جو دوری تھی، اس کو ختم کر دیا پولس رسول یسوعؑ کی اس قربانی کو میل ملاپ سے بھی تعبیر کرتا ہے؛ چنانچہ رومیوں کے خط (باب: ۵/۹-۱۱) میں لکھتا ہے؛ لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہ گار تھے تو مسیح ہماری خاطر مرا، پس جب ہم اس کے خون کے باعث

اب راست باز ٹھہرے تو اس کے وسیلہ سے غضب الٰہی سے ضرور بچیں گے؛ کیوں کہ جب باوجود دشمن ہونے کے خدا سے اس کے بیٹے کی موت کے وسیلہ سے ہمارا میل ہو گیا تو میل ہونے کے بعد تو ہم اس کی زندگی کے سبب چیزیں خدا کی طرف سے ہیں، جس نے مسیح کے وسیلہ سے اپنے ساتھ ہمارا میل ملاپ کرلیا اور میل ملاپ کی خدمت ہمارے سپرد کی مطلب یہ ہے کہ خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کرلیا اور ان کی تقصیروں کو ان کے ذمہ نہیں لگایا؛ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا سے کیا دوری ہو گئی تھی اور کون سا گناہ انسانوں سے سرزد ہوا کہ مسیح کی صلیبی موت انسانوں کے گناہوں کا کفارہ بنی اور مسیح نے خدا سے میل ملاپ کرادیا، خدا سے دوری پھر اس سے میل ملاپ ثابت کرنے کے لیے عیسائیوں نے کئی ایک مفروضے قائم کیے۔

پہلا مفروضہ

(۱) اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے انسان حضرت آدمؑ کو پیدا کیا۔ نیکی وبدی کے فطری الہامات ودیعت رکھے اور ان کو آزاد قوت ارادی دی، جس سے اچھا برا بننا خود ان کا کام تھا اور ان میں قوانینِ الٰہی پر چلنے کی استعداد تھی، اسی طرح کی راحتیں عطا کیں، صرف ایک پابندی ان پر عائد کی کہ اس درخت کے پھل کو مت کھانا، حضرت آدمؑ سے اپنی قوتِ ارادی پابندی بھی کر سکتے تھے اور خلاف ورزی بھی کر سکتے تھے، انہوں نے اپنی اس قوت ارادی کا غلط استعمال کیا اور اس شجرۂ ممنوعہ سے کھالیا، یہ گناہ ہر حیثیت سے بڑا سنگین جرم تھا، جس پر دو اثر مرتب ہوئے ایک دائمی موت ودائمی؛ عذاب اس لیے کہ خدا نے اس درخت کے کھانے سے منع کرتے وقت فرمایا کہ اگر تو اسے کھائے گا تو مرے گا (تورات کتاب پیدائش باب: ۲/۱۶-۱۷) میں ہے خداوند نے آدم کو حکم دیا اور کہا کہ تو باغ کے ہر درخت کا پھل بے روک ٹوک کھا سکتا ہے؛ لیکن نیک وبد کی پہچان

کے درخت کا پھل کبھی نہ کھانا؛ کیونکہ جس روز تو نے اس میں سے کھایا مراد دوسرا اثر اس جرم پر یہ مرتب ہوا کہ آدم نے اپنی سرشت وفطرت بگاڑ لی، جس سے اس قابل نہ رہے کہ شریعتِ الٰہیہ کی اطاعت کرسکیں، گناہ جس کے معنی عدمِ اطاعت احکام الٰہیہ کے ہیں، ان کی فطرت میں داخل ہوگیا آدم کے اسی گناہ کو عیسائی حضرات اصلی گناہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

دوسرا مفروضہ

(۲) آدم وحوا کے بعد جتنے انسان پیدا ہوئے یا آئندہ ہوں گے چونکہ وہ سب ان کے صلب وپیٹ سے پیدا ہوئے یا ہوں گے؛ اس لیے یہ اصلی گناہ تمام انسانوں میں منتقل ہوگیا جس کی وجہ سے وہ سزا کے مستحق ہوئے اور اسی طرح ان میں نیک کام کرنے کی استعداد نہیں رہی؛ اسی لیے شرخوار بچے بھی اپنی ماں کے پیٹ سے سزا کا استحقاق لے کر آئے ہیں اور بپتسمہ سے پہلے جو بچے مرجاتے ہیں وہ جہنمی ہوتے ہیں، اس طرح بروئے عیسائیت انسان پیدائشی جہنمی ہے۔

تیسرا مفروضہ

(۳) اگرچہ ہر انسان اصلی گناہ لے کر پیدا ہوتا ہے؛ لیکن پھر بھی بہ طور آزمائش حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت مسیح تک اللہ تعالیٰ وقتاً فوقتاً شریعت بھیجتا رہا اور تقریباً یہ آزمائش چار ہزار برس چلی، جس کو عیسائی اپنی اصطلاح میں عہدِ قدیم کہتے ہیں یعنی انسان اور خدا کے درمیان پہلا معاہدہ یہ ہوا کہ انسان خدا کی دی ہوئی شریعت میں چلے گا تو خدا اسے نجات دے گا ورنہ ابدی سزا کا مستحق ہوگا۔

چوتھا مفروضہ

(۴) خداوند تعالیٰ بڑا رحیم ورحمٰن ہے رحمت سے معمور ہے؛ مگر اس کے ساتھ قدوس

وعادل ہے، اس کی پاک نظر میں گناہ نہایت بری چیز ہے، اللہ نے انسانوں کو دیکھا کہ یہ لوگ شیطان کے بہکاوے میں آکر اس کے تابع ہو گئے اور خدا کی مخالفت کرنے لگے اور ابدی سزا کے مستحق ہو گئے، اللہ کو اپنے رحمٰن ورحیم ہونے کی وجہ سے اسے انسانوں پر بڑا رحم آیا، ان کو دوزخ میں دیکھنا نہ چاہا؛ مگر اللہ اپنی رحمت کی وجہ سے ان کے گناہ کو معاف کر دیتا ہے تو اس کے قانونِ عدالت کے خلاف ہو جاتا ہے اور اس نے جو حکم اور قانون بنایا تھا کہ جس روز اس نے کھایا مرا یہ قانون غلط ہو جاتا اور اگر قانونِ عدالت ورحمت دونوں کا لحاظ کر کے تمام انسانوں کو اس دنیا میں موت دے کر پھر سب کو دوبارہ زندہ کرتا؛ تاکہ پھر وہ اپنی قوت ارادی سے خدا کی اطاعت کریں تو یہ قانونِ فطرت اور قانونِ عدالت بھی برقرار رہے اور انسانوں پر رحم بھی ہوتا رہے؛ اس لیے اس نے تجویز کیا کہ کوئی ایسا شخص ہو جو تمام انسانوں کے گناہوں کو اپنے اوپر اٹھالے اور ایسا شخص کوئی گنہ گار نہیں ہو سکتا ہے، ادھر انسانوں میں کوئی انسان ایسا نہیں جو گناہ سے معصوم وپاک ہو، جس کی وجہ سے اللہ نے اپنے بیٹے کو اس کام کے لیے منتخب کیا اور اس کو انسانی جسم دے کر دنیا میں بھیجا، اس نے انسانوں کے اصلی گناہ کو اپنے اوپر لیا اور اس کے بدلے میں اپنی جان دے کر اس کی سزا برداشت کی اور ان گناہوں کا کفارہ بنا۔

کفارہ کا فلسفہ

(۴) پولس رومیوں کے خط میں لکھتا ہے کہ جس طرح ایک آدمی کے سبب سے گناہ دنیا میں آیا اور گناہ کے سبب موت آئی اور یوں موت سب آدمیوں میں پھیل گئی؛ اس لیے سب نے گناہ کیا؛ کیونکہ شریعت کے دیے جانے تک دنیا میں گناہ تو تھا؛ مگر جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا، آدم سے لے کر موسیٰ تک موت نے بادشاہی کی جب ایک شخص کے قصور سے بہت سے آدمی مر گئے تو خدا کا فضل اور اس کی بخشش ایک ہی آدمی یعنی یسوع مسیح کے فضل سے پیدا ہوئی جو بہت سے آدمیوں پر ضرور ہی افراط

سے نازل ہوئی، ایک ہی کے سبب سے وہ فیصلہ ہوا، جس کا نتیجہ سزا کا حکم تھا؛ مگر بہتیرے گناہوں کے سبب سے موت نے اسی ایک کے ذریعہ بادشاہی کی تو جو لوگ فضل اور راست بازی کی بخشش افراط سے حاصل کرتے ہیں، وہ ایک شخص یعنی یسوع مسیح کے وسیلہ سے ہمیشہ کی زندگی میں ضرور بادشاہی کریں گے باب ۱۲ اور اسی خط کے باب ۳ میں لکھتا ہے؛ مگر اب شریعت کے بغیر خدا کی ایک راست بازی ظاہر ہوئی ہے یعنی خدا کی وہ راست بازی جو یسوع مسیح پر ایمان لانے سے سب ایمان والوں کو حاصل ہوئی ہے؛ کیونکہ کچھ فرق نہیں؛ اس لیے کہ سب نے گناہ کیے ہیں اور خدا کے جلال سے محروم ہیں؛ مگر اس کے فضل کے سبب سے اس کے مخلصی کے وسیلہ سے جو یسوع مسیح میں ہے، مفت راست باز ٹھہرائے جاتے ہیں، اسے خدا نے اس کے خون کے باعث ایک کفارہ ٹھہرایا جو ایمان لانے سے فائدہ مند ہوتا ہے کہ جو گناہ پہلے ہو چکے تھے اور جن سے خدا نے تحمل کر کے طرح دی تھی، ان کے بارہ میں وہ اپنی راست بازی ظاہر کرے؛ بلکہ اسی وقت اس کی راست بازی ظاہر ہو؛ تا کہ وہ خود عادل رہے۔

اصطباغ کا فلسفہ

(۵) وہی پولس اصطباغ (بپتسمہ) کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے ہم جنہوں نے یسوع مسیح میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے؛ تا کہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مردوں میں سے جلایا گیا، اسی طرح ہم بھی نئی زندگی کی راہ چلیں؛ کیوں کہ جب ہم نے اس کی موت کی مشابہت سے بھی اس کے ساتھ پیوستہ ہو گئے تو بے شک اس کے جی اٹھنے کی مشابہت سے بھی پیوستہ ہوں گے؛ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری پرانی انسانیت اس کے ساتھ اس لیے مصلوب کی گئی کہ گناہ کا بدن بیکار ہو جائے؛ تا کہ ہم آگے گناہ کی غلامی میں نہ رہیں؛ کیونکہ یہ جانتے ہیں کہ مسیح

جب مردوں میں جی اٹھا ہے تو پھر نہیں مرے گا موت کا پھر اس پر اختیار نہ ہونے کا؟ کیونکہ مسیح جو گناہ کے اعتبار سے ایک بار مرا؛ مگر اب جو جیتا ہے خدا کے اعتبار سے جیتا ہے، اسی طرح تم بھی اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ؛ مگر خدا کے اعتبار سے یسوع مسیح میں زندہ سمجھو۔ (رومیوں کا خط باب ۶)۔

کفارہ اور اس کے فلسفہ کو حضرت عیسیٰؑ نے کبھی بیان نہیں کیا

(۶) عیسائیت انجیل کی روشنی والے محاضرہ میں گناہوں کا کفارہ اور راہِ نجات کے عنوان کے تحت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے گناہوں کے کفارہ اور نجات پانے کے لیے خدائے واحد پر ایمان اور حضرت عیسیٰؑ کی رسالت پر ایمان اور اعمالِ صالحہ کو ضروری قرار دیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ ہی نہیں ؛ بلکہ تمام انبیاء تمام آسمانی کتابیں سب یک زبان ہو کر کہتی ہیں کہ نجات خدا کے فضل وکرم سے ہوتی ہے، جس پر اس کا فضل ہوا، اسے نجات ملی جو اس کے فضل وکرم سے محروم رہا وہ ہلاکت ابدی میں پڑا، اور اسی کے ساتھ ان کتابوں میں اس کا بھی بیان ہے کہ خدا کا فضل وکرم انھیں لوگوں پر ہوتا ہے جو خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں اور شریعت پر عمل کرتے ہیں، اپنے گناہوں سے توبہ کرتے ہیں، انجیل سے حضرت عیسیٰؑ کے چند ارشادات کو نقل کیا جاتا ہے:

(۱) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو میرا کلام سنتا ہے اور اس پر جس نے مجھے بھیجا ہے ایمان لاتا ہے، ہمیشہ کی زندگی اس کی ہے، اس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا ہے (یوحنا باب ۵)

ایک عالم شرع اٹھا اور یہ کہہ کر اس کی آزمائش کرنے لگا کہ اے استاد! میں کیا کروں کہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں؟ اس نے سے کہا کہ توریت میں کیا لکھا ہے تو کس طرح پڑھتا ہے؟ اس نے جواب دیا، خداوند! اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور ساری طاقت اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھو اور اپنے پڑوسی سے اپنے برابر

محبت رکھ، اس نے کہا تو نے ٹھیک جواب دیا، یہی کر تو جیے گا (لوقا باب ۱۰) جو مجھ سے اے خداوند! کہتے ہیں ان میں سے ہر ایک آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوگا؛ مگر وہی جو میرے آسمانی باپ کی مرضی پر چلتا ہے۔ (متی باب ۷)

جن عقائد ونظریات پر کسی مذہب کی بنیادی ہوتی ہے، اس کے بانی کی کتابوں میں اس کی تقریروں میں سارا زور اس کے بیان کرنے میں اور اس کے ثابت کرنے پر صرف ہوتا؛ مگر آپ نے دیکھا کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات میں اس سے متعلق ایک جملہ بھی نہیں؛ بلکہ اس کے برعکس راہِ نجات اور گناہوں کے کفارہ کا طریقہ ایمان باللہ والرسول اور اعمال صالحہ اور گناہوں سے توبہ کو بتلایا ہے۔ کفارہ کا یہ عقیدہ جو موجودہ عیسائیت کی جان ہے، پولس نے صلیب کے واقعہ سے اس عقیدہ کا اختراع کیا، اس نے اپنے خطوط میں اور تقریروں میں اس کو بیان کیا اور کفارہ کے مسئلہ سے توریت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا۔ کفارہ اور اصطباغ کی تفصیل کرتے ہوئے ہم نے اس کے خطوط کو نقل کیا ہے، وہاں پر ملاحظہ کر لیا جائے۔ پولس نے کفارہ کو اختراع کر کے توریت کے تمام احکام کو منسوخ کر دیا اور حضرت عیسیٰ کے نام پر ایک نئے دین کی بنیاد ڈال دی، جس میں مسیح کی صلیبی موت اور اس کے گناہوں کے کفارہ ہونے اور مسیح کو خدا ٹھہرانے پر نجات کا انحصار رکھا توریت کے احکام کی تعمیل احکام شریعت ختنہ وغیرہ کو لغو قرار دیا۔ جسمانی طہارت وغیرہ احکامات کو بے وقوفی ٹھہرایا؛ جب کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ سمجھو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں منسوخ کرنے نہیں؛ بلکہ پورا کرنے آیا ہوں؛ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین ٹل نہ جائیں ایک لفظ یا ایک شوشہ توراۃ سے ہرگز نہ ٹلے گا؛ جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے پس جو کوئی ان چھوٹے چھوٹے حکموں میں سے بھی کسی کو توڑے گا اور یہی آدمیوں کو سکھائے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں سب سے چھوٹا کہلائے گا، لیکن جو ان عمل کرے گا اور دین کی تعلیم

دے گا، وہ آسمان کی بادشاہی میں برا کہلائے گا، میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تمہاری راست بازی فقیہوں اور فریسیوں کی راست بازی سے زیادہ نہ ہوگی تو تم ہرگز آسمان کی بادشاہی میں داخل نہ ہوگے (متی باب ۵/ ۱۷۔۱۸۔۱۹)

اس وقت یسوع نے بھیڑ سے اور اپنے شاگردوں سے یہ باتیں کہیں کہ فقیہ اور فریسی موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں، پس وہ جو کچھ تمہیں بتلائیں، وہ سب کرو اور مانو؛ لیکن ان کے سے کام نہ کرو؛ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں ہیں (متی باب ۲۲/۱۰)

فقیہ اور فریسی ظاہر بات ہے کہ وہ حضرت موسیٰ کی تعلیمات جو تورات میں ہیں، اس پر عمل کرنے کی تلقین کرتے تھے اور حضرت عیسیٰ نے اپنے لوگوں کو حکم دیا کہ ان کے فتووں کو مان کر ان پر عمل کریں خود بھی زندگی بھر اس کے احکام پر عمل کرتے رہے، پولس رسول نے ان سب کو یک لخت منسوخ اور ختم کر دیا ہے؛ بلکہ اس پر عمل پیرا ہونے کی شدت سے مخالفت کرتا ہے؛ چنانچہ گلتیوں کے نام خط میں جب لوگ اس کی بتلائی ہوئی عیسائیت سے پھر کر یروشلم کی کلیسا کی تعلیم کے مطابق تورات کے احکام پر عمل کرنے لگے تو ان کو خط لکھتا ہے کہ اے بھائیو! میں تمہیں بتائے دیتا ہوں کہ جو خوش خبری (انجیل) میں نے سنائی ہے؛ وہ انسان کی سی نہیں ہے؛ کیونکہ وہ مجھے انسان کی طرف سے نہیں پہنچی اور نہ ہی مجھے سکھائی گئی ہے؛ بلکہ یسوع مسیح کی طرف سے مجھے اس کا مکاشفہ ہوا ہے۔ آگے لکھتا ہے میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا؛ بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے اور میں جو اب جسم میں زندگی گزارتا ہوں، تو خدا کے بیٹے پر ایمان لانے سے گزارتا ہوں جس نے مجھ سے محبت رکھی اور اپنے آپ کو میرے لیے موت کے حوالہ کر دیا، میں خدا کے فضل کو بے کار نہیں کرتا؛ کیونکہ راست بازی اگر شریعت کے وسیلہ سے ملتی تو مسیح کا مرنا عبث ہوتا۔

اس کی شرح میں بایل کہتا ہے: **لو كانَتْ شريعةُ اليهودِ تعصمنا و تنجينا،**

فأيّةُ ضرورةٍ كانت لِمَوْتِ المسيح ولو كانت الشّريعةُ جزاً لنجاتنا فلا يكون موت المسيح لها كافياً (اظہار الحق:۳/۶۶۲) یعنی یسوع کی صلیبی موت کے بعد تورات کے احکام کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اسی خط میں آگے لکھتا ہے: جتنے شریعت کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں، وہ سب لعنت کے مستحق، پھر لکھتا ہے مسیح جو ہمارے لیے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا؛ کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے اسی خط میں لکھتا ہے۔

ایمان کے آنے سے بیشتر شریعت کی ماتحتی میں ہماری نگہبانی ہوتی تھی، اس ایمان کے آنے تک ہم اس کے پابند رہے، پس شریعت مسیح تک پہنچانے کو ہمارا استاذ تھی؛ مگر جب ایمان آچکا تو ہم استاد کے ماتحت نہ رہے یعنی موسیٰ کی رسمی شریعت منسوخ ہوگئی۔ افسیون کے نام خط میں لکھتا ہے، اس نے اپنے جسم کے ذریعہ سے دشمنی کی یعنی شریعت جس کے حکم ضابطوں کے طور پر تھے، موقوف کردیا، عبرانیوں کے نام خط لکھتا ہے، جب کہانت بدل گئی تو شریعت کا بدلنا ضرور ہے یعنی قربانی اور طہارت کے احکام منسوخ ہوگئے، آگے لکھتا ہے: غرض پہلا حکم کمزور اور بے فائدہ ہونے کے سبب منسوخ ہوگیا تورات میں بہت سی چیزوں کے کھانے کو حرام بتلایا گیا؛ مگر پولس رومیوں کے نام خط میں لکھتا ہے مجھے معلوم ہے؛ بلکہ خداوند یسوع میں مجھے یقین ہے کہ کوئی چیز بذاتہ حرام نہیں؛ لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لیے حرام ہے، ططس کے نام خط میں لکھتا ہے: پاک لوگوں کے لیے سب چیزیں پاک ہیں؛ مگر گناہ آلودہ اور بے ایمان لوگوں کے لیے کچھ بھی پاک نہیں؛ بلکہ ان کی عقل اور دل دونوں گناہ آلودہ ہیں، ختنہ کے متعلق گیتوں کے باب ۵ میں لکھتا ہے: دیکھو میں پولس تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ختنہ کراؤ گے تو مسیح سے تم کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

پولس کے عہد کا رومی مذہب

متراد یوتا اس کی پوجا فارس وہند کے لوگ کرتے تھے، اس کی پوجا یومئی قیصر کے رومی لشکر وادی فرات سے یورپ کے دور ترین شہروں تک لے گئے، ڈایوکلیشن کے عہد میں وہ روما کا سرکاری مذہب بن گیا، مترا کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ خداوند وخالق کائنات سورج دیوتا انسانی جسم لے کر جب دنیا میں آیا تھا تو ایک کہوہ وغار میں پیدا ہوا اور اس کی پیدائش کا علم سب سے پہلے چرواہوں کو ہوا اور انہوں نے اس کے لیے نذر ونیاز چڑھایا، لوگوں کے گناہوں کی خاطر مرا؛ تاکہ ان کو نجات وخلاصی دے اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہو کر آسمان پر چلا گیا، وہاں سے برابر لوگوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے۔ اور آسمان پر جانے سے پہلے اس نے الوداعی کھانا بھی کھایا ہے، اس کے عقیدت مند اتوار کے دن کو اس کی عبارت کے لیے خاص کرتے تھے اور ۲۵/ دسمبر کو اس کی پیدائش کی عید مناتے تھے اسی طرح ان کے یہاں عشاء ربانی کی رسم تھی، جس کی روٹی صلیب کی شکل کی ہوتی تھی، اسی طرح مصر، سکندریہ کا اوزیرس اور ایزس اور حورس کی عبارت کا بھی کافی رواج تھا اوزیرس دیوتا کو اس کے بھائی سیت نے قتل کر دیا اور اس کے اعضاء کو مختلف جگہوں میں دفن کر دیا، اس کی بیوی ایزس نے اس کو یکجا اور اکٹھا کیا اور اس پر منتر پڑھا، جس سے وہ دوبارہ زندہ ہو گیا اور پھر ان دونوں سے حورس پیدا ہوا، اس کو سیت کو نظروں سے پوشیدہ رکھ کر اس کی پرورش کی اس مذہب میں داخلہ کے لیے مخفی رسوم ادا کی جاتی ہیں، اس کی بھڑکیلی رسومات اس کے سر منڈے صفا چٹ ڈاڑھیوں والے پردھت اور سفید پوش نوعمر ادنیٰ درجہ کے پردھت مشعلیں اٹھائے چلتے تھے، اس جلوس میں حورس کی تکلیف اور اوزیرس دیوتا کی موت پر غم واندوہ کے جذبات اور دوبارہ زندہ ہونے اور حیات جاودانی کی بشارت پر دیوانہ وار خوشی کے جذبات کو اکسانے میں کوئی

دقیقہ نہیں اٹھا رکھا جاتا تھا اور اس کی وجہ سے اس نے رومیوں کے دلوں پر قبضہ جما رکھا تھا اور عوام میں یہ عقیدہ رائج تھا کہ ایک دیوتا انسانوں میں رہ چکا تھا اور تکلیفیں اٹھا کر دنیا سے رخصت ہوا پھر قبر سے اٹھ کھڑا ہوا۔

پولس کی شخصیت

پولس نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد ہی سے اپنے تئیں فیصلہ کرلیا تھا کہ مجھے حواریوں اور رسولوں کے ماتحت اور اس کی تفسیر وتعبیر کا تابع بن کر انجیل کی تبلیغ نہیں کرنا ہے؛ بلکہ ان سے الگ رہ کر ایک نئے دین کی بنیاد ڈالنا ہے، اسی لیے عیسائیت قبول کرنے کے بعد حواری اور رسولوں کی صحبت اختیار کرنے کے بجائے سیدھا عرب چلا گیا، جیسا کہ وہ خود گلتیوں کے خط میں لکھتا ہے کہ جب خدا کی یہ مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ میں ظاہر کرے؛ تاکہ غیر قوموں میں اس کی خوش خبری دوں تو نہ میں نے گوشت وخون سے صلاح کی اور نہ ہی یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے؛ بلکہ فوراً عرب چلا گیا، پھر وہاں سے دمشق واپس آیا (باب ۱)؛ مگر اپنی سیاسی بصیرت اور ہوشیاری کی وجہ سے ابتداء میں انجیل کے نام پر اپنی نئی تعبیر وتفسیر سے گریز کرتا رہا؛ اس لیے کہ ابھی سے اس کو بیان کرنا شروع کرے گا تو لوگ اس کا اعتبار نہیں کریں گے اور میرے لیے یہ تعبیرات نقصان دہ ہوں گی جس کی وجہ سے اس نے اپنے اس منصوبہ کو مخفی رکھا اور عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم ہوگیا اور اپنی تبلیغ کا مرکز غیر قوموں کو بنایا؛ اس لیے کہ وہی لوگ اس کی نئی تعبیر وتفسیر کو قبول کر سکتے ہیں اور ان کے لیے توریت کے احکام کی پابندی کے متعلق کوئی مسئلہ بھی نہیں پیدا ہوگا، یروشلم کی کلیسا نے غیر قوموں کے عیسائیوں کے لیے جو ختنہ وغیرہ فروعی احکام سے بدکتے تھے، ان کے بارے میں غور کیا کہ اس طرح کے فروعی احکام کی پابندی کو ایسا ضروری قرار دیا جائے کہ اس کے بغیر دین عیسوی

میں داخلہ ممکن نہیں ہے یا ان احکام کے ضروری ہونے کے باوجود یہ ایسے بنیادی احکام نہیں ہیں کہ جس کے بغیر نجات ممکن نہ ہو، پطرس نے تقریر کی، جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کو مدارِ نجات نہیں قرار دیا جاسکتا ہے؛ اس لیے کہ تورات کے بعض احکامات ان پر ہم اور ہمارے باپ دادا پورے طور پر عمل نہ کر سکے، اس کے باوجود ہم اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں اور نجات کے امیدوار ہیں تو غیر قوموں میں سے ایمان لانے والے اگر بعض فروعی احکام پر عمل نہ کر سکیں تو انھیں کیوں نہیں مومن کہا جاسکتا ہے اور نجات کے امیدوار کیوں نہیں ہو سکتے ہیں؟ یعقوب کی تقریر، کونسل کا اس سے اتفاق کرنا، اس کا بھی یہی حاصل ہے، اسی طرح جو خط لکھا گیا تھا، اس کا جملہ کہ اگر تم ان چیزوں سے اپنے آپ کو بچائے رکھو گے تو سلامت رہو گے، اسی طرف اشارہ کرتا ہے اور بائبل کا عام دیباچہ اس میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے جس کی عبارت یہ ہے کہ کرنتھس میں یہودی مائل مسیحیوں نے ختنہ پر زور دینے والے فریق نے مقدس پطرس اور یروشلم کی کلیسا کے اختیار کو پیش کر کے کہا کہ پولس کو مسیح کا علم انھیں کے وسیلہ سے حاصل ہوا ہے (ص:۲۶۷) پولس نے اس فیصلہ سے غلط فائدہ اٹھا کر بُت پرستی کی دیومالائی باتیں اس میں آمیزش کر کے، اس کی تعبیر وتفسیر کرنے لگا؛ تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ وہ کوئی نئی اور نامانوس دعوت نہیں ہے اور اس میں داخل ہونے کے لیے شریعت پر عمل کرنا دشواری پیدا کر سکتا تھا شریعت پر عمل ہی کو ختم کر دیا۔

اس دورِ بت پرستی میں رومیوں اور یونانیوں کے لیے انوکھی اور اچنبھے کی بات نہیں تھی، کہ خدا کا بیٹا ہو اور آسمان سے اترا ہو، فراعنہ مصر قیاصرہ روم وغیرہ کو اس دور کے لوگ اسی نظر سے دیکھتے تھے کہ وہ دیوتا ہیں، جو آسمان سے اترے ہیں۔

یروشلم کی کلیسا نے دیکھا کہ پولس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں تحریف کر رہا ہے اور انجیل کے نام پر ایسی تعلیم دیتا ہے جو انجیل کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے، تو ان

لوگوں نے اس کی شدت سے مخالفت شروع کردی اس وقت یروشلم کی کلیسا کو نہایت اہم مقام حاصل تھا، جس کی وجہ سے پولس سے بہت سے لوگ برگشتہ ہوگئے تھیمتیس کے نام دوسرے خط میں لکھتا ہے کہ تو جانتا ہے کہ آسیہ کے سب لوگ مجھ سے پھر گئے ہیں جس میں فوگلس اور ہرمگنیس ہیں اسکندر ٹھیرے نے مجھ سے بہت برائیاں کیں خداوند اس کے کاموں کے موافق بدلہ دے گا، اس سے تو بھی دور رہ! کیوں کہ اس نے ہماری باتوں کی بڑی مخالفت کی ہے اور گلتیوں کے نام خط میں لکھتا ہے میں تعجب کرتا ہوں کہ جس نے تمہیں مسیح کے فضل سے بلایا اس سے تم اس قدر جلد پھر کر کسی اور طرح کی خوش خبری (انجیل) کی طرف مائل ہونے لگے آگے لکھتا ہے کہ مگر ہم یا آسمان کا کوئی فرشتہ بھی اس خوش خبری کے سوا جو ہم نے تم کو سنائی کوئی اور خوش خبری سنائے تو ملعون ہو، ان سب کے باوجود لوگ اس کی تعلیم سے مطمئن نہیں ہوئے اور رسولوں کی کو اس پر فوقیت دیتے رہے، تو غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے گرنتھیوں کے نام دوسرے خط میں لکھتا ہے میں تو اپنے آپ کو ان افضل رسولوں سے کچھ کم نہیں سمجھتا کیا وہی عبرانی ہیں، میں بھی ہوں، کیا وہی اسرائیل ہیں، میں بھی ہوں، کیا وہی ابراہیم کے نسل سے ہیں میں بھی ہوں کیا وہی مسیح کے خادم ہیں، میرا یہ کہنا دیوانگی ہے میں زیادہ تر ہوں محنتوں میں زیادہ کوڑے کھانے میں زیادہ آگے! اپنے مکاشفہ کو ذکر کرتا ہے جس میں فردوس میں پہنچ کر ایسی باتیں سنیں جو کہنے کی نہیں آگے لکھتا ہے میں نے خود اپنے منہ سے اپنی تعریف کی میں بیوقوف بنا مگر تم نے مجھے مجبور کیا کیوں کہ تم کو میری تعریف کرنی چاہیے تھی، پولس کہتا تھا کہ مجھ کو رسولوں سے تعلیم حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے، میں تو براہ راست مسیح سے تعلیم حاصل کرتا ہوں گلتیوں کے نام خط لکھتا ہے، جب اس کی مرضی ہوئی کہ اپنے بیٹے کو مجھ پر ظاہر کرے تا کہ غیر قوموں میں خوش خبری دوں تو نہ میں نے گوشت وخون سے صلاح کی اور نہ ہی یروشلم میں ان کے پاس گیا جو مجھ سے پہلے رسول تھے، بلکہ فوراً عرب

چلا گیا برنباس نے پولس کے اس عمل کی مخالفت کی تھی، اس نے برنباس سے بھی جھگڑا تکرار کیا، حالاں کہ یہی برنباس تھا جس نے یروشلم کی کلیسا میں اس کا تعارف کرا کے لوگوں کو اس کے بارے میں اطمینان دلایا تھا ورنہ اس کے سابقہ اعمال کی وجہ سے کوئی اس کا اعتبار نہ کرتا تھا اسی طرح پطرس رسول جس نے یروشلم کی کلیسا میں اس کے موافق تقریر کی تھی اس نے بھی پولس کے طرز عمل کی مخالفت کی تو اس سے بھی تکرار کر لیا، چنانچہ اسی گلتیوں کے نام خط میں لکھتا ہے کہ:

پطرس انطاکیہ میں آیا تو میں نے روبہ رو ہو کر اس کی مخالفت کی، کیوں کہ وہ ملامت کے لائق تھا اور برنباس کے بارے میں لکھتا ہے کہ یہاں تک برنباس بھی اس کے ساتھ ریاکاری میں پڑ گیا ہے، اصل میں وہ لوگ یہی کہتے تھے کہ یروشلم کی کلیسا کے فیصلہ کا مقصد یہ ہے کہ ان چیزوں سے پرہیز کے بعد دین مسیحی میں داخلہ کا یہ پہلا قدم ہے ورنہ پوری برکت حاصل کرنے کے لیے شریعت تورات میں عمل ضروری ہے اور پولس غلط مطلب بیان کر کے ایک نئے دین کی بنیاد ڈال رہا ہے، اور یہ اختلاف اتنا بڑھا کہ برنباس کو ایک مستقل انجیل لکھنی پڑی اپنے انجیل کے مقدمہ میں لکھتا ہے اس آخری زمانہ میں ہمیں اپنے نبی یسوع مسیح کے ذریعہ ایک عظیم رحمت سے آزمایا گیا اس تعلیم اور آیتوں کے ذریعہ شیطان بہت سے لوگوں کو گمراہ کرنے کا ذریعہ بنا، جو تقویٰ کا دعوی کرتے ہیں اور سخت کفر کی تبلیغ کرتے ہیں اور مسیح کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، ختنہ کا انکار کرتے ہیں، اور ہر نجس گوشت کو جائز کہتے ہیں انہیں کے زمرے میں پولس بھی گمراہ ہو گیا، اور وہی سبب ہے جس کی وجہ سے حق بات کہہ رہا ہوں جو یسوع کے ساتھ رہنے کے دوران سنی اور دیکھی، پولس کے دعوی کو کہ یسوع مجھ پر ظاہر ہوا اور میں براہ راست اس سے تعلیم حاصل کرتا ہوں اس کو پطرس نے جھٹلایا کہ تجھ پر مسیح کیسے ظاہر ہو سکتے ہیں؟ جب کہ تیری تعلیم مسیح کی تعلیم کے خلاف ہے اس کو اکلیمندس نے اپنے ایک خط میں ذکر کیا ہے جو دوسری

صدی کے اواخر میں لکھے گئے ہیں (نظرۃ فی کتب العہد الجدید، ص: ۸۵) یعقوب اپنے خط میں لکھتا ہے، اے میرے بھائیو! اگر کوئی کہے کہ میں ایمان دار ہوں مگر عمل نہیں کرتا ہے تو کیا فائدہ؟ کیا ایسا ایمان اسے نجات دے سکتا ہے ایک جگہ لکھتا ہے اسی طرح ایمان ہی سے نہیں بلکہ اعمال سے راست باز ٹھہرتا ہے، الغرض یروشلم کی کلیسا میں حضرت یسوع مسیح کے خانوادے کے لوگ تھے ان حضرات کے کافی اثرات تھے، جس کی وجہ سے فلسطین اور اس کے اطراف میں اسی طرح آسیا وغیرہ میں یروشلم کی کلیسا ہی کے اثر اتھے اور پولس کے نظریات وافکار کے لیے حالات سازگار وموافق نہیں تھے، مگر جب اس کی افکار ونظریات مصر و یورپ پہنچے تو ان ملکوں میں پہلے ہی سے اسی طرح کے تصورات وافکار پائے جاتے تھے ان کا اپنے دیوتاؤں کے بارے میں اسی طرح کا اعتقاد تھا کہ وہ ان کی خاطر مراقبر سے زندہ ہو کر اٹھا اگر اس کو ایمان کے ساتھ پکارا جائے اور اس کے ساتھ صحیح رسوم ادا کی جائیں تو وہ ان کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو مصائب سے نجات دیتا ہے، جس کی وجہ سے پولس کا مذہب بہ تدریج ترقی کرتا رہا ہے، کلیسا کا مصنف لکھتا ہے یروشلم کی بربادی کے بیشتر اس بات کا خطرہ تھا کہ کہیں کیتھلک رسولی کلیسا کے بجائے دو مختلف کلیسائیں نہ بن جائیں ایک یہودی مسیحیوں کا دوسری غیر قوم مسیحیوں کا لیکن ۷۰ء میں یروشلم کی بربادی کے بعد یہ خطرہ کم ہو گیا، کیوں کہ اس وقت نہ تو یہود اور نہ ہی یہودی مسیحی موسوی شریعت کو پوری طرح مان سکتے تھے، اور نہ دوسروں پر زور ڈال سکتے تھے، پھر اس کے بعد ۱۳۲ء میں بار کھوکب نے رومیوں کے خلاف بغاوت کر دی تو قیصر ہنڈریان نے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لیے اپنے فوجی جنرل جو لیس سیوبریس کو برطانیہ سے بلایا اس نے بغاوت کو کچل دیا پانچ لاکھ اسّی ہزار یہودیوں کو قتل کر دیا، یروشلم کو ایک رومی فوجی چھاؤنی بنا دیا، یہودیوں کو اندر جانے سے منع کر دیا اور حکم جاری کیا کہ جو ختنہ کرے گا قتل کر دیا جائے گا، تب فلسطین کے یہودی عیسائیوں نے

اس خیال سے کہ مبادا ہم بھی یہودیوں کے ساتھ غضب کے شکار بن کر گرفتار ہو جائیں، جان و مال کے خوف سے رسومات یہودی کو ترک کیا ایک یونانی عیسائی کو جس کا نام مرقص تھا اپنا پیشوا بنایا اس کے انتخاب میں اختلاف ہوا ایک بڑی جماعت نے اس کی مقتدائی کو تسلیم نہیں کیا اور وہ لوگ بہ دستور پلا (حلب) میں پڑے رہے اور یہودیوں کی طرح ان کو بھی یروشلم کے اندر جانے کی اجازت نہیں تھی، مگر جن لوگوں نے اس کی مقتدائی کو تسلیم کیا وہ بیت المقدس میں آکر آباد ہوئے، انہوں نے نیا کلیسا قائم کیا اور ان پر مرقس کے رومی خیالات کا روز بہ روز اثر پڑتا چلا گیا اور چند ہی روز میں بہت سے یہودی رسوم اور اصول کو ترک کرادیا ۱۴۰ء تک یہودی عیسائیت کا غلبہ تھا اس کے اسقف اسقف ختنہ سے مشہور تھے، مگر ۱۴۰ء کے بعد اس قسم کے عیسائیوں کی تعداد روز بہ روم کم ہوتی رہی، مگر پھر بھی چوتھی صدی تک ان کا وجود باقی رہا، آخر میں پولوسیت نے اسے شکست دی، یہ لوگ ناصری اور ایبونی کے نام سے مشہور تھے، یہ جماعت پولس کو منکر دین اور بدعتی کہتے تھے اسی طرح اس کے خطوط کو غیر معتبر جانتے تھے پادری ڈی ڈبلیو ٹامسن اپنی کتاب تشریح التثلیث میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ تثلیث کو نہیں مانتے ہیں انہیں لفظ کفارہ کے اصلی معنی سے خاص نفرت ہے، ذاتی گناہ کا فلسفہ ان کے نزدیک مردود ہے، ان کے نزدیک آدمی جیسا پیدا ہوا تھا ویسا ہی اب بھی ہے، ترقی وتنزلی دونوں کی استعداد اس میں ہے، اعلیٰ ادنی طبعی وشرعی دونوں کیفیتیں اس میں موجود ہیں، جب فلسطین اعظم نے اپنے دور میں نیقیہ مقام میں ایک کونسل منعقد کرائی اس کونسل نے کفارہ کے عقیدہ کو صحیح اور درست قرار دیا اس وقت سے عیسائیوں کی غالب اکثریت اس کا اعتقاد رکھنے لگی، مگر کونسل کے پاس کرنے کے بعد بھی بہت سے فرقے مسیح کی خدائی کے منکر اور کتنے ہی یسوع کے صلیب دیئے جانے کے منکر رہے، اس طرح کبھی کبھی اس عقیدہ کفارہ کے خلاف بھی آواز اٹھی اور اسی سلسلہ کی ایک مؤثر آواز پلیجیس اور سیلیٹس کی تھی، جن کا بیان

تھا کہ (۱) آدم فانی پیدا کیا گیا اگر وہ گناہ بھی نہ کرتا تو بھی اس کو مرنا ضرور تھا۔ (۲) آدم نے گناہ کر کے صرف اپنی ذات کو نقصان پہنچایا، بنی آدم پر اس کا کچھ اثر نہیں۔ (۳) پیدائش سے ہر ایک انسان موروثی گناہ سے لاواسطہ ہے، ہر انسان کی پیدائش ویسی ہی ہوئی ہے، جیسے آدم کی تھی۔ (۴) انسان نہ تو گناہ کے سبب مرتے ہیں اور نہ ہی مسیح کی موت اور جی اٹھنے سے زندہ ہوتے ہیں۔ (۵) خدا کی بادشاہت میں داخل ہونے کے واسطے شریعت اور انجیل دونوں یکساں مؤثر ہیں۔ (۶) مسیح کے دنیا میں آنے سے بیشتر بھی دنیا میں معصوم اشخاص تھے۔ ۴۳۱ء میں افس کونسل میں یہ تعلیم رد کی گئی تواریخ مسیحی کلیسا، ص: ۲۵۴۔

عقیدۂ کفارہ کی تردید

(۱): کفارہ کے ذریعہ خدائی قربت اور اس سے میل ملاپ خلاف فطرت ہے۔ خدا خود بندوں کے دل پر رحم کرے تو بے شک خدا کا رحم بندوں کے دل کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کافی ہے، اگر وہ چاہے تو اپنی لامحدود قدرت سے بلا سبب کے سبب پیدا کر دے، مگر خدا نے موجودات کا ایک نظام بنایا ہے، ہر مسبب کے لیے ایک سبب مقرر کیا ہے کفارہ کو ماننا تو اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ اس کے لیے ضابطہ کی ضرورت ہے تو دیگر ضابطوں کی طرح اس کا بھی ضابطہ ایسا ہونا چاہیے کہ مسبب و سبب کے درمیان تناسب ہو، جیسے کہ گناہوں پر شرمندگی ہو تو محبت میں ترقی ہوگی مگر کفارہ ایسا سبب ہے، جس کو مسبب سے کسی طرح مناسبت نہیں ہے کہ سزا مل رہی ہے، کسی کو اور دوسروں کا دل صاف ہو رہا ہے، اس کی توبہ تو ایسی چیز ہو سکتی ہے جو اس کے دل کو چھیلے اور صاف کرے مگر یہاں چھیلا اور صاف ایسے کو کیا جا رہا ہے جو پہلے ہی سے صاف ہے، ایسے غیر متعلق مسبب سے گنہ گاروں کے دل کی سختی کیسے دور ہو سکتی ہے، اور خدا کی محبت کیسے ترقی کر سکتی ہے، دنیا میں نیک لوگ بروں کی خاطر تکلیف اٹھاتے ہیں اور لوگوں کو تکلیف سے

بچاتے ہیں، مگر یہ انہیں افعال میں ہوتا ہے جن کا تعلق جسم سے ہوتا ہے کہیں آگ لگتی ہے نیک دل لوگ اس میں کود پڑتے ہیں، اور آگ بجھاتے ہیں اور امداد باہمی سے نقصان کی تلافی کرتے ہیں کوئی ملک جہالت یا کسی سستی کے سب کسی ظالم کی دست و برد سے مغلوب ہوجاتا ہے، محب وطن لوگ اپنی جان کی بازی لگا کر اس کی دست و برد سے بچاتے ہیں۔

اسی طرح اگر خدا جسم ہوتا ہے اور لوگ جانب خدا کے بجائے دوسری طرف جاتے تو ممکن تھا کہ نیک لوگ ان کے پیچھے دوڑتے انہیں پکڑتے ہاتھ پاؤں باندھ کر کندھوں پر ڈال کر چھکڑوں پر بیٹھا کر کھینچتے ہوئے منزلِ مقصود تک پہنچا دیتے۔ (۲) عقیدہ کفارہ ان کی کتاب مقدس کے بھی خلاف ہے۔ صحیفۂ حزقیل باب:۲/۱۸، میں ہے جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور نہ ہی باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ صادق کی صداقت اس کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے قرآن کہتا ہے: ﴿لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (سورۂ اُنعام، آیت:۱۶۴)

عقیدۂ کفارہ کے فرض نقاط کا جائزہ

(۱) نقطۂ مفروضہ

حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کی نافرمانی کرتے ہوئے شجرۂ ممنوعہ کھالیا، جس کی وجہ سے وہ موت کے مستحق ہوگئے، خدا نے کہا تھا جس روز تو اس میں سے کھایا مرا پیدائش باب:۱۶-۱۷، اس سے دائمی موت اور عذاب ابدی مراد لینا کتاب مقدس کی روشنی میں صحیح نہیں ہے، بلکہ عالم خلود جنت سے نکل کر عالم فناء دنیا کائنات ارضی میں جانا پڑے گا اس میں توالد وتناسل موت ودیگر دنیاوی رنج وآلام وتکالیف اٹھانا مراد ہے، اس لیے کہ کتاب مقدس نے جہاں اس کی سزا موت بیان کی اس کتاب مقدس میں موت کی

تشریح بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے آدم وحوا سے اس شجرۂ ممنوعہ کے کھانے پر باز پرس کی دونوں کے جواب کے بعد فرماتا ہے، پھر اس عورت سے کہا کہ میں تیرے درد حمل کو بہت بڑھادوں گا درد کے ساتھ بچے جنے گی اور تیری رغبت اپنے شوہر کی طرف ہوگی اور وہ تجھ پر حکومت کرے گا، اور آدم سے کہا تو نے اپنی بیوی کی بات مانی اور اس درخت کا پھل کھایا جس کے بابت میں نے تجھے حکم دیا تھا کہ نہ کھانا اس لیے زمین تیرے سبب سے لعنتی ہوئی، مشقت کے ساتھ تو اپنی عمر بھر اس کی پیداوار کھائے گا، وہ تیرے لیے کانٹے اور اونٹ کٹارا گائے گی، اور تو کھیت کی سبزی کھائے گا تو اپنے منہ کے پسینہ کی روٹی کھائے گا، پیدائش باب:۳/۱۲-۱۹، اس سے معلوم ہوا کہ اس موت سے دنیاوی تکالیف جھیلنا مراد ہے، جو آدم اور اس کی اولاد اب تک جھیل رہی ہے، پھر اب مسیح کے کفارہ بننے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کفارہ بن رہے ہیں تو کیا اس کے بعد ان پر ایمان لانے والے اور غیر مؤمن میں کوئی فرق ہے کہ مومنین کو ان آلام ومصائب سے چھٹکارا حاصل ہوگیا اور دوسرے اب تک جھیل رہے ہیں۔

(۲) اگر اس کی مراد دائمی موت اور اخروی عذاب کو مان بھی لیا جائے تو کتاب مقدس نے اس عذاب سے بچنے کی بہت سی تدابیر بیان کی ہیں، جس کے اختیار کرنے سے آدمی نجات پاسکتا ہے، کتاب مقدس نے اس عذاب سے بچنے کی بہت سی تدبیریں بیان کی ہیں، چند تدبیروں کو کتاب مقدس سے نقل کیا جاتا ہے توبہ کرنا (یسعیاہ باب، ۵۵/ ۷) میں ہے شریر اپنی راہ پر ترک کرے اور بدکردار اپنے خیالوں کو اور وہ خداوند کی طرف پھرے تو وہ اس پر رحم کرے گا اور کثرت سے معاف کرے گا (پرمیاہ باب ۳/ ۱۱-۱۲) یہ بات پکار کر کے کہہ دے کہ خداوند فرماتا ہے، اے برگشتہ اسرائیل واپس آ میں تجھ پر قہر کی نظر نہیں کروں گا، کیوں کہ خداوند فرماتا ہے میں رحیم ہوں میرا قہر دائمی نہیں صرف اپنی بد کرداری کا اقرار کر تو خداوند اپنے خدا سے عاصی ہوگئی تواریخ دوم (باب ۷/۱۴) اگر

میرے لوگ جو میرے نام سے کہلاتے ہیں خاکسار بن کر دعا کریں اور میرے دیدار کے طالب ہوں اور اپنی راہوں سے پھریں تو میں آسمان پر سے سن کر ان کا گناہ معاف کردوں گا لوقا باب (۱۷/۳-۴) میں ہے خبردار تیرا بھائی تیرا گناہ کرے، اسے ڈانٹ اگر توبہ کریں تو اسے معاف اگر، اگر ایک دن میں سات بار گناہ کریں اور ساتوں دفعہ تیرے پاس آکر کہے کہ توبہ کرتا ہوں تو تو اسے معاف کریں جب خدا خود بندہ کو توبہ کی وجہ سے معاف کرنے کا حکم دیتا ہے تو خود ارحم الراحمین ہو کر توبہ کرنے والوں کی گناہوں کو کیوں نہیں معاف کرے گا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے توبہ کی عظمت کو تمثیل کے ذریعہ خوب بیان کیا ہے، انجیل کے عیسائی والے محاضرہ میں ایک تمثل کا ذکر کیا گیا ہے۔

(۳) نیک اعمال کی وجہ سے بھی گناہ بخشے جاتے ہیں، بلکہ یہی نہیں وہ ارحم الراحمین برائیوں کو بھی نیکیوں سے تبدیل کردیتا ہے۔ ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (سورۂ ہود، آیت:۱۱۴) ﴿مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ﴾ (سورۂ فرقان، آیت:۷۰) اپنے آپ کو پاک کرو اپنے برے کاموں کو میری آنکھوں کے سامنے سے دور کرو بدفعلی سے باز آؤ نیکو کاری سیکھو انصاف کے طالب ہو، مظلوموں کی مدد کرو، یتیموں کی فریادرسی کرو، بیواؤں کے حامی رہو، اب خداوند فرماتا ہے آؤ ہم حجت کریں اگر چہ تمہارے گناہ قرمزین ہوں وہ برف کے مانند سفید ہوجائیں گے ہر چند وہ ارغوانی ہوں تو بھی اون کے مانند اجلے ہوں گے، یسعیاہ باب ۱/۱۶، اکثر کریم مزاج مالک اپنے نوکر کو بعض وقت ایک کام کے بدلہ میں خوش ہو کر اس کو مالا مال کردیتے ہیں گرچہ اس سے پہلے بہت سی نافرمانیاں ہوئی ہیں، مگر اپنی رحمت کے جوش میں ان کی طرف مالک ہرگز نظر نہیں کرتا، تو کیا ارحم الراحمین کا بے پایاں دریائے رحمت اتنا بھی کام نہیں کرے گا۔

(۲) نقطۂ مفروضہ

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس کے گناہ معاف کردے تو قانون عدالت کے خلاف ہوگا، کون عاقل کہہ سکتا ہے کہ اپنے مجرم سے درگذر کرنا اور اپنے قصوروار کی عاجزی اور گڑگڑانے پر رحم کرکے اس کا قصور معاف کرنا شان عدالت کے خلاف ہے، تمام انسان اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور ہر طرح مملوک ہیں اپنے بندوں سے چشم پوشی کرنا اس کی دوسری فرماں برداریوں کی وجہ سے اس کی خطاء کو معاف کردینا عدالت وانصاف کے ہرگز خلاف نہیں ہے، اس کو طرف داری نہیں کہتے ہیں بلکہ بندہ پروری کہتے ہیں اور اگر یہ طرف داری ہو تو یہ بھی خلاف عدالت نہیں ہے، وہ طرف داری خلاف انصاف وعدالت ہے، جس میں کسی دوسرے کی حق تلفی ہو اور ظاہر ہے کہ یہاں پر کسی کی حق تلفی نہیں ہے، اگر گناہوں کو معاف کرنا اور بغیر سزا کے چھوڑ دینا خدا کی عدالت اور اس قدوسیت کے خلاف ہو تو پھر خدا کی ذات میں بخش دینے کی صلاحیت ہو ہی نہیں سکتی، کیوں کہ جو قدوسیت کے خلاف ہو اس قدوس میں کیسے ممکن ہے جب کہ کتاب مقدس گناہوں کی معافی کے لیے طرح طرح کی تدبیریں بتلاتی ہیں اور اس پر عمل کرنے کا حکم دیتی ہیں اس صورت میں کتاب مقدس کے سب احکام اور اس کی خبریں باطل وغلط ہوجائیں گی، بے شک گناہ اس کی پاک نظر میں نہایت برا اور غصہ الٰہی کا باعث ہے، مگر وہ خداوند رحیم ومہربان بھی ہے اور اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے، خروج باب ۳۴/۶، میں ہے خداوند رحیم وکریم ہے قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی ہزاروں پر فضل کرنے والا گناہ تقصیر اور خطاء کا بخشنے والا زبور، ص:۱۰۳، میں ہے: خداوند رحیم وکریم ہے قہر کرنے میں دھیما اور شفقت میں غنی وہ صدا جھڑکتا نہ رہے گا وہ ہمیشہ غضبناک نہ رہے گا، اس نے ہمارے گناہوں کے موافق ہم سے سلوک نہیں کیا اور ہماری بدکاریوں کے مطابق ہم کو بدلہ نہیں دیا لوقا ب ۶/۳۶، میں ہے، عیب جوئی نہ کرو

تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی، اور مجرم نہ ٹھہراؤ تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے، خلاصی دو تم خلاصی پاؤ گے، بالفرض عدالت کا تقاضا یہی ہوتا کہ گنہ گار کو توبہ کے بعد بغیر سزا کے نہ چھوڑا جائے تو رحمت تو عدالت پر غالب ہے، غلبہ کے یہی معنی ہیں کہ کسی محل میں دونوں کا تعارض ہو تو غالب اپنا کام کر جائے اور مغلوب رہ جائے۔

عیسائیوں کی حماقت اور ضلالت

اگر گناہ کی سزا عذاب ابدی ہے تو اگر حضرت مسیح عذاب ابدی میں گرفتار بھی رہیں تو بھی خدا کی عدالت پوری نہ ہو، اس لیے کہ جب عدالت کا تقاضا یہ ہے کہ ہر گنہ گار کو گناہ کے سبب عذاب ابدی ہو تو ایسا شخص جو تمام عالم کے گناہوں کو اپنے اوپر لے اور تمام عالم کے گناہوں کا مجموعہ ہو جائے اس کو عذاب ابدی بھی ہو تو خدا کی عدالت پوری نہ ہوگی کہ ادنیٰ واعلیٰ دونوں کی سزا ایک مقرر کی گئی، اگر کمیت مقدار میں زیادتی نہیں ہو سکتی تھی تو کیفیت میں بہ حیثیت جرم ترقی ہونی چاہیے، مگر یہاں لطف کی بات یہ ہے کہ سارے عالم کے گناہ کو اپنے اوپر لے لیا، مگر صرف تین دن بھی عذاب میں گرفتار نہ ہوئے کہ رہائی مل گئی یہ کونسی عدالت ہے کہ غلام وہی گناہ کرے تو عذاب ابدی میں گرفتار رہے اور بیٹا اس کے ذمہ غلام سے کروڑہا کروڑ گناہ زائد وہی گناہ ہو تو عذاب ابدی کیا؟ چند دن بھی عذاب میں نہ رہے، اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس عدالت کے قائم کرنے کے لیے عقیدہ کفارہ اختراع کیا تھا، پھر بھی عدالت باقی نہ رہی، نیز اگر بیٹے کا تین دن سزا بھگت کر چلے آنا از روئے عدالت کافی تھا تو اتنی سزا ہر شخص بھگت سکتا تھا، پھر ابدالآباد چین کرتا اس کے لیے خدا کو اپنے بیٹے کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت تھی، پھر اگر بیٹے کی رعایت میں اتنی بھاری کمی کر دینے سے عدالت میں کوئی فرق نہیں پڑتا ہے تو اس قلیل سزا سے بھی در گذر کر دے تو اس کی ذات میں کیا نقص لازم آئے گا۔ جب اتنی بھاری رعایت سے کوئی نقص لازم نہ آیا کیا تماشا ہے اپنے مجرم سے درگذر کرنا اس کے رونے اور گڑگڑانے

پر مقتضائے رحمت رحم کھا کر اس کے گناہ کو معاف کرنا اس کو تو اس کی شان عدالت و قدوسیت کے منافی کہتے ہیں اور اِس جرم کے عوض اپنے اکلوتے بیٹے کو سزا دیتا ہے جو بالکل بے گناہ اور معصوم ہے، شان عدالت کے موافق بنانا اور لطف کی بات یہ ہے کہ بیٹا اس کے لیے بالکل تیار نہیں بار بار منت سماجت کرتا ہے کہ مجھے اس سزا سے کسی طرح بچایئے، مگر اس کی بالکل نہیں سنتا، چنانچہ باغ میں پطرس و یعقوب یوحنا کو اپنے ساتھ لے کر نہایت حیران اور بے قرار ہونے لگا اور ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے، یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے تم یہاں ٹھہرو اور جاگتے رہو اور وہ تھوڑا آگے بڑھا اور زمین پر گر کر دعا کرنے لگا کہ اگر ہو سکے تو یہ گھڑی مجھ سے ٹل جائے اے باپ تجھ سے سب کچھ ہو سکتا ہے، اس پیالہ کو میرے پاس سے ہٹا لے مرقص (باب ۱۴/۳۲-۳۳)

تیسرے پہر کو یسوع بڑے زور سے چلایا کہ الوہی الوہی لما سبقتنی جس کا ترجمہ ہے اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا مرقس (باب ۱۵/۳۴) اس سے تو معلوم ہوتا ہے خدا در پردہ اپنے بیٹے سے ناخوش تھا اس کو سزا دینے کا بہانہ تلاش کر رہا تھا کیا اندھیر ہے خدا کی طرف ایسی بات کی نسبت کرتے ہیں جو اس کی قدوسیت اور حکمت اور عدالت کو بالکل باطل کرتی ہیں، نیز بیٹا خود خدا ہے اس کی یہ قربانی کوئی قربانی نہیں، اس لیے کہ خدائی ایسی چیز نہیں جو کسی کے قبضہ میں آئے اور اس پر کوئی چیز اثر کرے اس لیے کہ مسیح اگر فی الحقیقت خدا تھا اور وہ اس بات کو جانتا تھا تو اس کا جان دینا ہرگز کوئی قربانی نہیں کہا جا سکتا ہے، بلکہ صرف یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک تکلیف دہ کام کا انجام بہ خیر تھا اور اسی آسمانی حالت کی طرف بازگشت تھی، جس سے اس نے نزول کیا تھا۔

(۳) نقطۂ مفروضہ

گنہ گار گنہ گار کا فدیہ نہیں ہو سکتا ہے اور تمام انسان آدمی وحوا کے گناہ کی وجہ سے گنہ گار ہیں، حضرت مسیح مریم سے پیدا ہوئے اور نسل انسانی ہونے کی وجہ سے وہ بھی گنہ گار

ہوئے مزید براں مسیح میں ذاتی گناہ کے سوا دوسرے بھی گناہ انجیل سے ثابت ہیں، حضرت یحیٰ سے بپتسمہ لیا اسی طرح تورات کے احکام عشرہ جس کو خود خدا نے لکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا اس میں والدین کی تعظیم کرنے کا حکم بھی تھا، مگر انجیل بتلاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ماں کے ساتھ تحقیر آمیز سلوک کیا، اور کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام، الحاصل مسیح میں دونوں جہت سے گناہ ہوا تو اب وہ کس طرح کفارہ ہوں گے۔

لمحۂ فکریہ

خدا تو رب العالمین ہے کسی خاص زمانہ اور خاص قوم کا رب نہیں ہے، کل مخلوق اس کی نگاہ میں یکساں ہیں، جسم کی پرورش کے لیے کل نسل انسانی کے لیے اس کا فضل یکساں ہے چاند سورج بادل شجر وحجر اگر ہماری جسمانی پرورش کے لیے ضروری ہیں تو ان کو ہر جگہ دیکھتے ہیں، اسی طرح روح کی پرورش بھی یکساں طور سے ہونی چاہیے اسی لیے خدا کی طرف سے ہر جگہ ہر قوم میں رسول و نبی آئے اور خدا کی طرف سے شریعت و قانون لائے اور فرمایا کہ جو شریعت وقانون پر چلے گا نجات پائے گا جس کو عیسائی عہد قدیم سے تعبیر کرتے ہیں روح کی پرورش کے لیے عیسائی جس مذہب فضل کی بات کرتے ہیں جس میں خون مسیح پر ایمان لانے ہی سے نجات ہوسکتی ہے اس کو بھی تو ہر قوم کو یکساں ملنا چاہیے تھا، خدا کو یہ تماشا اور ڈرامہ کرنا ہی تھا تو جب انسانی دنیا کا آخری دور اور اس کا چل چلاؤ ہے اور بہ قول مسیح خدا کی بادشاہت قریب آگئی ہے ایسے وقت کو لعنت وموت سے مخلصی کا وقت کیوں منتخب کیا گیا خدا تو عالم الغیب تھا وہ جانتا تھا کہ نسل انسانی گناہ کرے گی تو کس لیے چار ہزار برس کا انتظار کیا گیا، ظہور مسیح سے پہلے کی نسلوں نے خدا کا کیا قصور کیا تھا کہ ان کو لعنت کے تحت کیا گیا اور ظہور مسیح کے بعد کی نسلوں کو اس کا موقع دیا گیا یہ اگر ان کے لیے اچھا ہوا تو دوسری تمام قوموں کے لیے زحمت بن گیا اس سے تو بہتر یہ تھا کہ جس

وقت آدم نے گناہ کیا اسی وقت مسیح کی شکل میں نازل ہوکر گناہ کی پاداش میں مصلوب ہوکر آدم کو حکم دیتا کہ تم اور تمہاری نسلوں میں جو کوئی اس خون پر ایمان لائے گا نجات پائے گا اسی طرح اس کی رحمت اور ربوبیت سب عالم کو شامل ہوجاتی، اگر ایسا نہیں تو پھر میدان محشر میں سب انسانوں کو جمع کرکے اس کی سزا خود بھگت لیتا تب بھی اس کی ربوبیت ورحمت پر بٹہ نہ لگتا۔

خدا کا جلال وعظمت بے پایاں اس کی حکمت بے انتہا وہ خدا اس فساد کی اصلاح کے لیے ایسی بودی تدبیر اختیار کرے کہ خود عورت کے رحم میں جاکر جنین بنے پھر پیدا ہو دودھ پیئے کھانے پینے پیشاب پاخانہ کا محتاج رہے اور اسی پر بس نہیں، بلکہ لوگوں کا طمانچہ اور گھوسہ کھائے ہر طرح کی گندگی اپنے سر پر رکھے اور لوگ ہر طرح سے اس کا مذاق اور استہزاء کریں اور لوگوں کو اس سے اسی قدر دشمنی ہوجائے کہ جب تک اس کو سولی پر چڑھا کر اس کی جان نہ لے لیں اس وقت تک اطمینان کا سانس نہ لیں اور حقیقت حضرت مسیح کے دور میں یونان وروم میں دیوی دیوتاؤں کے بارے میں جو تصور تھا کہ وہ خوش بھی ہوتے ہیں رنجیدہ بھی ہوتے ہیں شکست بھی کھاتے ہیں فتحیاب بھی ہوتے ہیں شادی بیاہ بھی کرتے ہیں محبت ونفرت بھی کرتے ہیں اور مرتے بھی ہیں پولس نے انہیں سے یہ تصور لے کر صلیبی موت کا فلسفہ بیان کیا۔ اور اس کو دین عیسائی میں داخل کیا۔

(۴) نقطۂ مفروضہ

تمام نسل انسانی آدم وحوا سے پیدا ہیں، جس کی وجہ سے آدم کا گناہ اس کی سب اولاد میں منتقل ہوگیا جس کے نتیجہ میں سب لوگوں سے شریعت وقانون کی اطاعت کی استعداد ختم ہوگئی جب صلیبی موت پر ایمان لائیں گے تو قانون وشریعت کی اطاعت کی استعداد عود کر آئے گی یہ مفروضہ کتاب مقدس کے اور عقل مشاہدہ ووجدان وتجربہ سب کے خلاف ہے، کتاب مقدس کہتی ہے جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی، باپ کی گناہ

کا بوجھ بیٹا نہیں اٹھائے گا، اسی طرح بیٹے باپ کا گناہ نہیں اٹھائے گا، صادق کی صداقت اس کے لیے ہوگی اور شریر کی شرارت شریر کے لیے (حزقیل باب ۱۸/۲) اسی طرح قابل سزا گناہ عقلا وہی ہے جو انسان اپنے اختیار سے کرتا ہے اگر کسی کو غیر اختیاری طور سے کوئی مرض لگ جاتا ہے تو نہ اس کو مطعون کیا جاتا ہے اور نہ ہی سزا کے لائق سمجھا جاتا ہے انسان کا وجدان گواہی دیتا ہے کہ ہم میں اچھے برے کی تمیز اور اس کے کرنے کا اختیار ہے اس لیے کہ ہر اچھے برے کام کے وقت میں دل سے تحسین ونفریں کی آواز آتی ہے، بری صحبت بری تربیت یا کسی خاص جذبہ کے تحت یہ آواز اور اس کا اثر دب جاتا ہے تو اچھی تعلیم وتربیت سے اس کا اثر قوی ہو جاتا ہے خدا کی شریعت اور اس کا ضابطہ وقانون اس کو بیدار کرتا ہے اور اس کو چمکاتا ہے ہم دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا میں حکومتیں بنتی ہیں پارلیمنٹیں ہوتی ہیں قانونی مجلسیں قانون وضع کرتی ہیں اور نسل انسانی کی اکثریت اس پر عمل کرتی ہے بہت قلیل حصہ قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے پھر آدم کی گناہ کی وجہ سے نسل انسانی میں یہ استعداد کمزور ہوگئی ہو غلط ماحول غلط تربیت کی وجہ سے اس میں مرض یا ضعف پیدا ہو گیا تو بروقت علاج سے پھر اصلی حالت لوٹ آتی ہے، علاج کا یہی طریقہ ہے کہ طبیب کوئی نسخہ یا دوا تجویز کرے اور مریض اس کو استعمال کرے اور علاج کا یہ کیا طریقہ ہے؟ کہ طبیب اپنا سر پھوڑ لے اور مریض کو شفا ہو جائے مسیح کی صلیبی موت پر ایمان رکھنے والوں کو مخلصی ہوگئی اور ان میں نیک کام کرنے کی نئے سرے سے استعداد پیدا ہوگئی اگر واقعہ ایسا ہے تو صلیبی موت پر ایمان رکھنے اور نہ رکھنے والوں کے درمیان تو فرق ہونا چاہیے، مگر کیا کسی تبدیلی کا مشاہدہ ہو رہا ہے کیا زندگی کے کاروبار میں ان کے حال یکساں نہیں ہیں، جیسے پہلے شر وفساد کا غلبہ تھا اسی طرح اب بھی خدا کی نافرمانی اور اس کے خلاف جنگ جاری ہے کہ گناہ کی معافی اور نجات ابدی کے اعتقاد نے خدا کی مخالفت پر اور جری کر دیا، اچھے برے میں کوئی فرق نہیں رہا۔

اسلام خوش خبری دیتا ہے

انسان پیدائشی جہنمی ہے، انسانی فطرت پیدائش کے ساتھ گناہ گار وعصیاں کار ہے اپنے باپ کا موروثی گناہ اس کا پشتارہ اپنی پیٹھ پر لاد کر لاتا ہے یہ تصور کس قدر ہولناک تھا یہ ظالمانہ عقیدہ انسانیت کی پیشانی پر ایک بدنما داغ تھا، اسلام نے انسانیت کا سر بلند کیا ہے اس کو عزت کا مقام دیا ہے اور اس کو عظیم الشان خوش خبری دی ہے کہ تمہاری فطرت بے گناہ و بے داغ ہے، تمہارا سنورنا اور بگڑنا خود تمہارے اختیار میں ہے، نہ؛ نے ہر انسان میں نیکی و بدی کے فطری الہامات ودیعت رکھے ہیں۔ عقل وتمیز کے بعد خدا کا شکر گذار نیکو کار بننا یا بدکردار بننا خود اس کے اپنے اختیار میں اور اس خوش خبری کی صحیح معنی میں وہی قدر کر سکتے ہیں جو موروثی گناہ کے سائے میں پروان چڑھے ہیں، ڈاکٹر نظمی لوقا کہتے ہیں حق یہ ہے کہ اس اسلامی عقیدہ کی قدر جو انسانوں کو موروثی گناہ سے بری سمجھتا ہے وہی کر سکتا ہے جو عیسائیت کے موروثی گناہ کے سائے میں رہا ہو جو عقیدہ انسان کے تمام اعمال کو ندامت و گناہ کے رنگ سے رنگ دیتا ہے اور زندگی میں اس کا سلوک ایک متردد اور شکی انسان جیسا ہوتا ہے وہ ایک پر اعتماد آدمی کی طرح قدم نہیں اٹھا سکتا ہے، کیوں کہ موروثی گناہ کے تصور نے اس کی کمر توڑ دی ہے وہی ایک دوسری جگہ گناہ کفارہ صلیب کے بارے میں تحریر کرتے ہیں وہ ہول وہ گھبراہٹ نہیں بھول سکتا ہوں جو بچپن میں مجھ پر آدم کے گناہ اور جہنم کے روح فرسا حالات سن کر طاری ہوئی تھی، جس میں حوا کے مشورہ پر چلنے کے سبب آدمی داخل ہوگا، اور یہ کہ مسیح اپنے پاک خون سے کفارہ نہ بنتے تو انسانیت کا انجام ہلاکت ہوتی اسی طرح مسیح کے پہلے کے لاکھوں انسانوں کے انجام پر میرا دل کڑھا کہ وہ کہاں ہوں گے اور انہیں کفارہ کے بغیر کیوں گناہ کی حالت میں موت دے دی گئی، اس عقیدہ کو دیکھتے ہوئے ایک ایسے عقیدہ کا وجود ضروری تھا جو انسان کے کندھے سے لعنت کا بوجھ اتار دے اور انہیں ایسی

عدالت کا سراغ دے جو مجرموں کے ساتھ بے گناہوں کو نہیں پکڑتی اور نہ باپ کا گناہ بیٹے پر لادتی ہے، بلکہ بشریت کے لیے عزت کی ضمانت دیتی ہے، گناہ و کفارہ کا یہ ظالمانہ عقیدہ زندگی کے سرچشموں کو زہر آلود کر دیتا ہے، اس بوجھ سے انسان کو نجات دلانا انسانیت پر سب سے بڑا احسان اور اسی میں نئی زندگی پھونکنے کے مرادف ہے۔

(مسیحیت یوسف چلپی اردو ترجمہ)

عقیدۂ کفارہ اور قرآن

قرآن نے عیسائیت کے عقائد تثلیث اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا ہونے اور صلیبی موت اس کی پرزور تردید کی، مگر عقیدۂ کفارہ کی کوئی تردید نہیں کی، کیوں کہ یہ کوئی مستقل عقیدہ نہیں ہے، بلکہ جب مسیح کو خدا کا بیٹا قرار دیا تو اس سوال کی فلسفیانہ توجیہ ہے کہ جب مسیح کا بیٹا تھا تو وہ صلیب پر چڑھ کر لعنت کی موت کیوں مرا، جب حضرت مسیح کی خدائی اور اس ابنیت کی تردید کر دی گئی، اسی طرح ان کی صلیبی موت کی تردید کر دی گئی تو خود بہ خود اس عقیدہ کی تردید ہو گئی۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

چوتھا محاضرہ

(عیسائیت کلیسا کی روشنی میں)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عیسائیت کلیسا کی روشنی میں

نیقیہ کی کونسل سے سرکاری سطح پر تثلیثی عقیدہ کے لیے راہ ہموار ہوگئی اور بعد کی کونسلوں کے ذریعہ تثلیث، مسیحیت کا جزو لاینفک بن گیا؛ مگر اس عقیدہ سے متعلق جزوی اختلاف پیدا ہوا اور اختلاف کی وجہ سے فرقہ بندی وجود میں آئی اور یہ فرقے مختلف نام سے مشہور ہوئے ان میں سے بعض اہم فرقوں کا ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) نسطوریون:

نسطور نامی قسطنطنیہ کا بطریک تھا، یہ فرقہ اسی کی طرف منسوب ہے، مسیح کی شخصیت میں الوہیت وانسانیت کے درمیان تعلق میں، اس کے نظریہ کے مطابق مسیح میں جزءِ انسانیت کا غلبہ ہے، وہ کہتا تھا کہ اقنومِ ابن نے جسم اختیار نہیں کیا اور مسیح سے اس کا تعلق حلول واتحاد کا نہیں ہے؛ بلکہ اس نے محبت اس کو عطا کی جس کی وجہ سے وہ مجازاً ابن ہوگیا اور مریم نے صرف انسان کو جنا، جیسے اور عورتیں جنتی ہیں اور تاریخ قبطیہ کا مصنف لکھتا ہے: ان نسطور

ذهب إلى أنَّ ربَّنا يسوعَ المسيحَ لم يكن إلٰهاً في ذاتِه بل هو إنسانٌ مَمْلُوْءٌ مِنَ البركةِ والنِّعمةِ أو مُلْهَمٌ مِنَ اللّٰهِ فَلَمْ يَرْتَكِبْ خَطِيْئَة (النّصرانية) بطریک اسکندریہ کیرلس اور بطریک قسطنطنیہ یوحنا دونوں نے نسطور کو سمجھایا؛ مگر وہ اپنی رائے پر قائم رہا تو افسس کی پہلی کونس منعقدہ ۴۳۱ء میں نسطور کے قول کی تردید کی گئی اور اس کو ملعون قرار دے کر اس کو اس کے منصب سے معزول کر کے جلاوطن کیا گیا۔

نسطور کا یہ قول مردہ ہو چکا تھا، قباد بن فیروز کسریٰ فارس کے دور میں نصیبین کا پوپ برصوما نامی اس نے اس مذہب کو دوبارہ زندہ کیا؛ مگر بعد میں اس فرقے نے کلیسا روم سے اپنے تعلقات استوار کرنے کے لیے اپنے مذہب میں تبدیلی کر لی اور مسیح میں دو طبیعت لاہوت وناسوت کے قائل ہو گئے تو کلیسائے روم نے ان کی مخالفت ترک کر دی اور ان سے لعنت اٹھالیا۔

(۲) یعاقبہ:

یہ فرقہ یعقوب برادعی کی طرف منسوب ہے، بردعہ: سواری کی پشت پر جو چادر ڈالی جاتی ہے؛ چونکہ یعقوب اسی قسم کی چادر استعمال کیا کرتا تھا جس کی وجہ سے اس کو برادعی کہا جاتا ہے۔

یعقوب کا نظریہ: مسیح میں الوہیت کا غلبہ اس طرح ہے کہ لاہوت وناسوت دونوں جمع ہو کر ایک طبیعت لاہوت بن گئے اور دونوں کی مشیت ایک ہو گئی یعنی مسیح اللہ کا جسمانی ظہور ہے اور بعینہٖ اللہ ہے، یہ نظریہ اسکندریہ کے بطریک ویسفورس نے پیش کیا تھا، خلقیدونیہ کی کونس منعقدہ ۴۵۱ء میں اس نظریہ کو رد کر دیا گیا تھا اور مسیح میں دو طبیعت ایک انسانی اور ایک الٰہی اسی طرح اس میں دو مشیت الٰہی وانسانی کہ مسیح حقیقتاً خدا بھی ہے اور انسان بھی ہے کو منظور کیا تھا اور بطریک اسکندریہ کی کلیسا ایک ساتھ کا نظریہ مردہ ہو رہا تھا کہ سو سال بعد یعقوب برادعی نے اس مذہب میں دوبارہ جان ڈالی اور پوری قوت سے اس کو پھیلایا، جس کی وجہ سے یہ مذہب یعقوب کی طرح منسوب ہو گیا اور اس مذہب

کے ماننے والوں کو ''یعاقبہ'' کہا جانے لگا، جو یعقوب کی جمع ہے، قرآن نے اس فرقہ یعاقبہ کی تردید کرتے ہوئے کہا: ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾ (مائدہ:۱۷) ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَائِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (مائدہ:۷۲) ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ﴾ (النساء:۱۷۱)

(۳) ملکی یا ملکانی:

رومی کلیسا کا عقیدہ جس میں مسیح کے اندر الٰہی وانسانی دونوں طبیعت برابر موجود ہیں، اسی طرح مسیح میں الٰہی وانسانی دونوں مشیت پائی جاتی ہیں، جس سے مسیح واقعی خدا بھی ہیں اور انسان بھی ہیں، اپنی خدائی حیثیت سے باپ کے برابر ہیں اور اپنی انسانی حیثیت سے خدا سے کم تر ہیں، اس رومی کلیسا کے عقیدہ کی رومی قیاصرہ نے ہمیشہ حمایت کی اور ان کا بھی یہی مذہب رہا؛ اس لیے اس کو ملکی اور ملکانی کہا جاتا ہے قرآن کا ارشاد اس فرقہ کے بارے میں ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (مائدہ:۷۳) يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ. (النساء:۱۷۱)

(۴) ماروني فرقہ:

یہ فرقہ یوحنا مارون کی طرف منسوب ہے یوحنا مارون مسیح میں دو طبیعت لاہوتی وناسوتی کے اجتماع کا قائل تھا، مگر دونوں کی مشیت کے ایک ہونے کا بھی قائل تھا اس

کے نظریہ کی تردید کے لیے قسطنطنیہ کی تیسری کونسل ۶۸۰ء میں منعقد ہوئی، جس میں ایک مشیت کے قائل کی تکفیر کی گئی اور مسیح میں دو مشیت لاہوتی ہے وانسانی کی تجویز پاس ہوئی

(۵) مقدد ینولیس اور اس کے متبعین:

عقیدۂ تثلیث عیسائیت کا جزو لاینفک نہیں بنا تھا اور عیسائی دنیا نے روح القدس کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ مقدد نیولیس نے روح القدس کے مخلوق ہونے کا دعوی کیا اور اس کے ماننے والوں کی خاصی تعداد ہوگئی تو قسطنطنیہ کی پہلی کونسل ۳۸۱ء میں منعقد ہوئی اور روح القدس کے درجہ پر بحث ہوئی؛ بالآخر روح القدس کو اقانیم ثلاثہ کا ایک اقنوم قرار دے کر اس کو بھی خدائی کا درجہ دیا گیا اور مقدد نیولیس کو کافر وملعون قرار دیا گیا۔

(۶) کلیائے آرتھوڈوکس:

روح القدس کو اقانیم ثلاثہ کا ایک اقنوم تسلیم کرلیا گیا تھا؛ مگر اس کے اب وابن سے تعلق کی نوعیت کا کوئی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ قسطنطنیہ کے بطریک فوسیوس نے دعوی کیا کہ روح القدس کا ظہور وانبثاق صرف اب سے ہوا ہے، اس کی مخالفت میں روم کا بطریک کہتا تھا کہ روح القدس کا ظہور وانبثاق اب وابن دونوں سے ہوا ہے، اس کے لیے اس نے قسطنطنیہ میں ایک کونسل ۸۶۹ء میں بلائی، اس کونسل کو بعد میں مغربی لاتینی کونسل سے یاد کیا جاتا ہے، اس کونسل نے بطریک قسطنطنیہ کے نظریہ کی تردید کرتے ہوئے قرارداد پاس کی کہ روح القدس کا ظہور وانبثاق ابن واب دونوں سے ہوا ہے اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی پاس ہوئی کہ مسیحیت اور اس کے عقائد ورسوم سے متعلق امور کے تصفیہ کا حق صرف کلیسا روم کو حاصل ہے، اسی طرح بطریک قسطنطنیہ کی ملعونیت اور عہدہ سے بھی معزولی کی بھی تجویز پاس ہوئی، اس کے مقابلے میں بطریک قسطنطنیہ نے ایک دوسری کونسل بلائی جو بعد میں مشرقی یونانی کونسل سے مشہور ہوئی، جس میں روح القدس کا ظہور صرف باپ سے ہوا ہے، یہ تجویز پاس ہوئی، اسی طرح کلیسائے روم کی سیادت وقیادت سے انکار کی

قرارداد بھی پاس ہوئی پھر اس کے بعد سے کلیسائے روم اور کلیسائے قسطنطنیہ میں گروہ بندی ہوگئی اور ۱۱۲۹ء میں روم میں ایک اجتماع ہوا جس میں ایک ہزار پوپوں نے شرکت کی، اس اجتماع نے بہت کوشش کی کہ دونوں کلیسا میں اتحاد واتفاق ہوجائے؛ مگر ساری کوشش بے سود رہی، اسی کے بعد سے قسطنطنیہ کی کلیسا اور اس کے حمایتوں نے اپنا نام آرتھوڈوکس چرچ تجویز کیا اور صدر مقام قسطنطنیہ کو قرار دیا اور اپنے سب سے بڑے پیشوا کا نام کیتھولک چرچ رہا اور صدر مقام روم ہی رہا اور انہوں نے اپنے سربراہ کا نام پاپا رکھا۔

(۷) بربرانیہ یا مریمین:

یہ فرقہ حضرت مسیح اور ان کی ماں کو خدا کہتا تھا یہ فرقہ ایک قدیم فرقہ ہے، قسطنطین اعظم نے نیقیہ کی کونسل بلائی تھی تو ان فرقوں میں بھی یہ فرقہ موجود تھا اور نزولِ قرآن کے زمانہ میں بھی یہ فرقہ موجود تھا، اسی فرقہ کے عقیدہ اور اس کی تردید کی طرف قرآنی آیات میں اشارہ ہے: ﴿ إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِي وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِي بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴾ (مائدہ:۱۱۶) افسس کی کونسل نے جب نسطور کے خلاف تجویز پاس کی تو مریم کو باقاعدہ ام اللہ، مادرِ خدا کا لقب دیا اور آہستہ آہستہ ایک بہت بڑی دیوی بن گئیں، جن سے طرح طرح کی مرادیں مانگی جاتی تھیں۔ بعد میں پروٹسنٹ فرقہ نے تصویروں اور مجسمہ کی مخالفت کی؛ مگر کیتھولک کلیسا آج بھی اس مسلک پر قائم ہے۔

(۸) پروٹسٹنٹی، یا انجیلی کلیسا:

اب تک جن فرقوں کا تعارف کرایا گیا ہے اگر چہ ان میں باہم رسوم وشعائر کا اختلاف بھی عقیدہ کا اختلاف تھا؛ مگر بنیادی اختلاف عقیدہ کا اختلاف تھا؛ مگر پروٹسٹنٹی فرقہ اور کیتھولک فرقہ میں عقیدہ کا کوئی اختلاف نہیں تھا؛ بلکہ ان کا باہم اختلاف کلیسا کے

اختیار واقتدار کے دائرے کے تعین اور بعض دیگر رسوم وشعائر کی حد تک محدود تھا، قرونِ وسطی میں لاطینی مغربی ممالک مختلف ٹکڑوں وحصوں میں بٹے ہوئے تھے اور ان کا الگ الگ حکمراں وبادشاہ ہوتا تھا، جس میں باہم مناقشت ومخاصمت اور کبھی قتال کی بھی نوبت آجاتی تھی، جس کی وجہ سے کلسیائے روم کا اقتدار برابر بڑھتا رہا، یہاں تک کہ پاپاؤں کا انتخاب بھی براہِ راست کلیسا کرنے لگا اور انہوں اپنا اختیار واقتدار اتنا وسیع کردیا کہ علماء وعوام تو کیا چیز ہیں امراء واحکام پر بھی ہاتھ ڈالنا شروع کردیا، کلیسا نے اپنے اقتدار کا غلط استعمال کرتے ہوئے، اپنی تعلیمات وقوانین کے نفاذ میں بڑے مبالغہ سے کام لیا، ارشاد ودعوت افہام وتفہیم کے بجائے جبر وتشدد کا طریقہ اختیار کیا، کلیسا کے کسی قانون اور اسی کی تعلیم کے خلاف اظہارِ رائے بدترین قسم کا جرم قرار دیا گیا، ہر طرح کی علمی وسائنسی مباحثہ کو منع کردیا گیا اس کے نفاذ کے لیے ۱۱۱۵ء میں باقاعدہ ایک کونسل منعقد کی گئی جس میں بدعات کے استیصال کے نام پر ایک محکمۂ تفتیش قائم کیا گیا، جس کے ذریعہ علماء کے خلاف جاسوسی کی جاتی تھی اور ذرا ذرا سے شبہ کی بناء پر ان کی جائیدادوں کو ضبط کرلیا جاتا تھا اور بری طرح سے قتل کیا جاتا تھا، آگ میں جھونک دیا جاتا ہے، حبسِ دوام کی سزا دی جاتی تھی۔

امراء وحکام:

علماء کی طرح امراء وحکام پر اپنے قوانین کا نفاذ ضروری قرار دیا گیا اور اس کے لیے عہدوں سے معزولی اور لعنت کی تجویزیں پاس کی جاتیں، عوام الناس پر طرح طرح کے ٹیکس لگائے گئے اور اس کی وصولیابی میں طرح طرح کے تشدد اور بدسلوکی کو روا رکھا گیا..... انجیل کی تفسیر اور فتوی دینے کا اختیار اپنے لیے خاص کرلیا گیا اور کلیسا کی تفسیر اور اس کا فتوی کیسا ہی خلاف عقل کیوں نہ ہو، اس میں شک کرنے کو جرمِ عظیم قرار دیا گیا؛ بلکہ ایسی صورت میں خود اپنی عقل پر آدمی کو شبہ کرنے کا حکم دیا گیا، مثال کے طور پر دو مسئلہ ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) عید فصح کے موقع پر مسیحی شراب اور روٹی استعمال کرتے ہیں اور اس کو عشاءِ ربانی سے تعبیر کرتے ہیں ارباب کلیسا کا کہنا تھا کہ عشاء ربانی کی روٹی مسیح کا جسم وگوشت

اور شراب مسیح کا خون بن جاتی ہے اور جو شخص یہ عشاء ربانی استعمال کرتا ہے، وہ مسیح کے خون اور گوشت کو اپنا جزوِ بدن بنالیتا ہے، یہ ایسی غیر معقول بات تھی جس کو کسی کی عقل قبول نہیں کرسکتی ہے اور روٹی اس کا بدن اور جسم ؛مگر کلیسا نے سب لوگوں پر اس کو ماننا فرض ولازم قرار دیا اور کسی قسم کے شک وشبہ کرنے کو ممنوع قرار دیا، اس کی خلاف ورزی کرنے والے ہر طرح کی لعنت وسزا کے مستحق قرار پاتے۔

(۲) کلیسا کا اقتدار اسی دنیا تک محدود نہیں تھا؛ بلکہ وہ پطرس حواری کے واسطہ سے مسیح کا خلیفہ ہے، اس کا اقتدار اختیار خدا کی ملکوت وبادشاہت میں بھی، اسی طرح جاری وساری ہے، جیسے دنیا میں جس کی بناء پر بارھویں کونسل نے طے کیا کہ کلیسائے روم کو مسیح نے نجات کا پروانہ دینے کا مجاز کردیا ہے، جس کی وجہ سے بلا تکلیف نجات کے ٹکٹ فروخت ہونے لگے ان ٹکٹوں پر تحریر لکھی رہتی، جس کا حاصل یہ تھا کہ پاپائے روم کو رسولی اختیارات کی بناء پر ہر طرح کے گناہوں کو معاف کرنے کا حق ہے جس کی وجہ سے میں نے تمہارے ہر طرح کے گناہ کو معاف کردیا اور تم ایسے طاہر ومطہر ہوگئے کہ آئندہ کوئی گناہ تمہارے اندر اثر انداز نہ ہوگا اور یہ جنت کا ایسا ٹکٹ ہے کہ تم کو اب جنت میں داخل ہونے سے کوئی پہرہ دار اور اس کا نگراں یا کوئی شخص روک نہیں سکتا ہے۔

النصرانیہ میں اس کی پوری عبارت کو نقل کیا ہے، وہاں دیکھ لیا جائے۔

صلیبی جنگوں سے مسیح ذہن کے سامنے نئے آفاق کھلے حق پسند روحین اسلام کی روشنی کی طرف مائل ہونے لگیں، کلیسا کے حقِ مغفرت کے خلاف آواز بلند ہونے لگی، ان کو معلوم ہوگیا کہ انسان ان واسطوں کے بغیر خدا سے قریب ہوسکتا ہے، ایک پادری جو عام انسانوں سے کم گنہ گار نہیں ہوتا ہے، وہ دوسروں کو پروانہ نجات کیوں کردے سکتا ہے؟ گناہوں کو دھونے میں آدمی کی توبہ اور خدا کی رحمت کو دخل ہے، کلیسا میں گناہوں کا اعتراف ایک خرافاتی عمل ہے، ابتداء میں اصلاحی آواز بلند کرنے والوں کو شدید قسم کی سزائیں دی گئیں، ایسے لوگوں کو زندہ آگ میں جلادیا گیا؛ مگر بعد میں حالات نے کروٹ

بدلی اور کلیسا کے خلاف سخت احتجاج ہوا، سب سے زیادہ موثر آواز لوتھر اور۔ زدنجلی اور کالون کی تھی، لوتھر جرمنی کا رہنے والا تھا، زدنجلی سوئیزرلینڈ کا اور کالون فرانس کا لوتھر کلیسا کو اپنی سخت تنقید کا نشانہ بنایا، اس نے پاپائے روم کے پروانہ مغفرت کے خلاف ایک تحریر کلیسا کے دروازہ پر لٹکا دیا، اس کے گستاخانہ امر پر محکمۂ تفتیش نے اس کو طلب کیا؛ مگر بعض حکام کی اعانت اور اشارہ سے اس نے اپنے کو پیش کرنے سے انکار کر دیا، بادشاہ نے پوپ کے اعلان کے مطابق لوتھر کے حق شہریت کو چھین لیا اور بادشاہ نے اپنا حکم نافذ کرنا چاہا تو لوتھر کے ماننے والوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا، اس وقت سے اس جماعت کو ''پروٹسٹنٹ'' کہا جانے لگا، جس کے معنی احتجاج ومظاہرے کے ہیں۔

پروٹسٹنٹی اصلاحات

(۱) کلیسا کے سربراہ کو کوئی تقدس حاصل نہیں ہے، تنہا کتابِ مقدس ہمارے اعتقادات کا ماخذ ہے۔

(۲) کلیسا کی قیادت وسیادت محض وعظ وارشاد تک محدود ہے۔

(۳) کتابِ مقدس کی تفسیر کا حق ہر شخص کو حاصل ہے، جس میں لیاقت وصلاحیت ہو اس کی تفسیر کا حق کلیسا کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔

(۴) کسی کو مغفرت کا پروانہ دینے کا حق نہیں ہے، یہ حق صرف خدا کو حاصل ہے۔

(۵) نماز میں ایسی زبان جو پڑھنے والے کی سمجھ میں نہ آئے، اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے

(۶) عشاءِ ربانی مسیح کے کفارہ کی یادگار ہے اور ان کے فداکاری کا نشان ہے اور یہ بات بالکل لغو ہے کہ شراب مسیح کا خون اور روٹی مسیح کا گوشت اور بدن بن جاتی ہے۔

(۷) انہوں نے رھبانیت کا انکار کیا اور پوپ بننے کے لیے یہ کوئی لازمی شئے نہیں ہے؛ بلکہ اس سے معصیت پیدا ہوتی ہے اور کلیسا میں طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اسی طرح کلیسا میں تصویریں لٹکانا، اس کی عبادت کرنا سب ممنوع ہے۔

مسیحیت کے مختلف فرقوں میں باہمی تعلقات

مسیحیت نے ابتداء میں یہودیوں کے ہاتھوں طرح طرح کے ظلم وستم سہے؛ مگر یہودیوں کے علی الرغم مسیحیت برابر پھیلتی اور بڑھتی رہی؛ یہاں تک کہ یہودیت پر غالب آ گئی، یہودیوں نے تعصب اور اپنے دہشت گردانہ مزاج کی وجہ سے رومیوں کے دلوں میں غیض وغصب اور بغض ونفرت کی آگ بھڑکا دی تھی، جس کی وجہ سے وہ یہودیوں پر طرح طرح سے ظلم وستم ڈھاتے تھے، رومی عیسائیت کو بھی یہودیت کی ایک شاخ کے طور جانتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ یہودیت نے اپنی شکل بدل کر اپنے لیے بہت سے انصار ومددگار پیدا کر لیے ہیں، ورنہ ان میں بھی وہی یہودیوں کا تعصب موجود ہے، جس کی وجہ سے ان پر بھی اسی طرح مظالم شروع ہو گئے، مکمل تین صدی تک طرح طرح کے ظلم وستم جبر وقہر کے شکار بنے رہے، یہاں تک کہ قسطنطینِ اعظم کا دور آیا اس نے عیسائیوں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کیا؛ بلکہ آگے بڑھ کر ان کی حمایت کرنے لگا، پھر اس کے بعد خود بھی عیسائی ہو گیا، اس وقت سے دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں عیسائیت کا پلہ بھاری ہو گیا، پھر کیا تھا عیسائیت نے اپنے دشمنوں میں سے ہر ایک سے پورا بدلہ چکایا، مستقل طور سے صلیبِ مقدس کے نام پر ایک جماعت بنائی گئی، جس کا مقصد رومی بت پرستوں کے محض وجود کو ہی نہیں؛ بلکہ ان کے آثار ونشاں تک کو مٹا دینا تھا، جس کی وجہ سے ظلم وبربیت قتل وخون ریزی کا وہ بازار گرم ہوا کہ تاریخ میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی، اب عیسائیت حضرت عیسیٰ کی لائی ہوئی عیسائیت نہیں رہ گئی تھی؛ بلکہ وہ پولس کے خیالات اور یونان اور اسکندریہ کے فلسفہ مخلوط ہو کر ایک نئی مسیحیت بن گئی تھی، جس کی وجہ سے اس میں اصل عیسائیت سے ہٹ کر بہت سی بدعتیں داخل ہو گئی تھیں، جس کو اصل عیسائیت کے ماننے والے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، تو پولسی مسیحیت نے ان

پر طرح طرح کے ظلم وستم ڈھائے اور کلیسا آئے دن طرح طرح کی بدعتیں ایجاد کرتا رہتا تھا، اس کے خلاف جس نے آواز اٹھائی، وہ ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنا، چوتھی صدی میں اریوس اور اس کے متبعین نے الوہیت مسیح کے خلاف آواز اٹھائی، جس کی وجہ سے نیقیہ کی کونسل کا انعقاد ہوا، کونسل نے آریوس کی تکفیر کی اور ان کو خدا کی رحمت سے دور ملعون ومطرود قرار دیا، ان کی کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیا، اریوس کو جلاوطن کیا گیا اور ان کے متبعین کو حکومت کے ہر عہدہ سے معزول کیا گیا، ان کے حقِ شہریت کو چھین لیا گیا، ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں، قسطنطنیوس کے زمانہ میں تھوڑے دنوں کے لیے ارپوس اور اس کے ماننے والوں کا غلبہ ہوا تو انہوں نے ایک ایک کا بدلہ چکانے کی کوشش کی، تیودوس اول رومی بادشاہ کے عہد میں باقاعدہ تفتیش کا ایک محکمہ قائم کیا گیا، جس کے ممبران سارے کے سارے راہب مقرر کیے گئے، ان کو زبردست اختیار حاصل تھے، ان کے فیصلے کی کوئی اپیل نہیں تھی، ان کا کام ہی تھا لوگوں کے عقائد کی جاسوسی کرنا، تمام رعایا کو حکم دیا گیا تھا کہ جس کسی کے بارے میں کسی قسم کا شبہ ہو، اس کے لیے ضروری ہے کہ محکمۂ تفتیش کو آکر خبر دے ایسے لوگ گرفتار ہوتے تو صرف وہی نہیں، ان کا پورا خاندان مصیبت میں گرفتار ہوتا، ان لوگوں نے ظلم وبربریت کی ایسی ایسی شکلیں ایجاد کررکھی تھیں کہ آج اُن کو سن کر ہی بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا ہے۔

نسطور کی تکفیر کی گئی، اس کو جلاوطن کیا گیا اور تمام نسطوریوں کو حقِ شہریت سے محروم کردیا گیا، ان کی تمام کتابوں کو جلا دینے کا حکم دیا گیا، ان کی جائیدادیں ضبط کرلی گئیں، اسکندریہ کا بطریک وسیکورس کی سرگردگی میں مصری کلیسا، اسی طرح سریانی کلیسا رومی سے الگ ہوا تو ان کی تکفیر کی گئی، ان کو ملعون ومطرود کیا گیا؛ مگر مصریوں نے اپنے بطریک کا ساتھ دیا؛ اس لیے ان کے مقابلے میں ان کا کچھ بس نہ چلا؛ مگر جب رومیوں کو اقتدار حاصل ہوا تو وہ مصریوں کو طرح طرح سے پریشان کرتے رہے اور ان کے ساتھ

برابر تذلیل وتحقیر کا معاملہ کرتے رہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے مصر پر حملہ کیا تو بہت آسانی کے ساتھ مسلمانوں کی ماتحتی میں رہنے کو رومیوں کے مقابلہ میں ترجیح دیا، مشرقی یونانی کلیسا جب سے رومی کلیسا سے علاحدہ ہوا، ان میں برابر کش مکش جاری رہی اور جب رومی کلیسا کو صلیبی جنگوں کے دوران عسکری قوت حاصل ہوگئی تو پوپ انوسینٹ ثالث نے صلیبی قائدوں کو اکسایا کہ یونان سے مشرقی ممالک کو چھین لیں؛ چنانچہ نوفل ابن نعمت اللہ سوسنہ سلیمان میں لکھتا ہے کہ پوپ انوسینٹ ثالث نے صلیبی قائدوں کو اس کے لیے اکسایا، وہ لوگ بارہ سو چار ۱۲۰۴ء میں قسطنطنیہ میں گھس آئے، ان کا مقصد یونان اور یروشلم کے بطریقوں کو زیر کرنا تھا اور اس کی خاطر انہوں نے قید وبند اور کلیسا پر تالا چڑھانے سے بھی گریز نہیں کیا اور ان کو اتنا مجبور کیا کہ وہ رومیوں کے مقابلے میں عربوں کو ترجیح دینے لگے، کیتھولک فرقے پروٹسٹنٹ فرقے کے ساتھ ظلم وبربریت کا معاملہ کیا، اسی طرح جب پروٹسٹنٹوں کو موقع ملا تو انہوں نے کیتھولک فرقے کے لوگوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا ہے اور کس کس طرح سے ایک فرقے نے ایک دوسرے فرقہ کی خون ریزی کی ہے، وہ تو ایک مستقل باب ہے، نمونہ کے طور پر دونوں فرقے کے ایک واقعہ کو ذکر کیا جاتا ہے، پروٹسٹنٹوں کے خلاف رومی کلیسا نے جو ظلم وزیادتی کی ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیروانویؒ الثالث عشر نامی رسالہ سے نقل کرتے ہیں کہ یورپ کے مختلف ممالک میں ان لوگوں نے کم از کم دو لاکھ تیس ہزار پروٹسٹنٹوں کو آگ میں جلا کر ہلاک کیا اور برتولما حواری کی عید کے موقع پر تیس ہزار آدمیوں کو آنکڑے کے ذریعے ان کے جوڑ جوڑ کو اکھاڑ کر موت کے گھاٹ اتارا، فرانس کے بادشاہ شارل نہم نے اپنی بہن سے شادی کے وعدہ پر امیر نافار کو بلایا، جو پروٹسٹنٹی تھا، جب وہ اور اس کے دوست واحباب پیرس میں عقدِ نکاح کے وقت اکھٹے ہوئے تو پہلے سے سوچے سمجھے منصوبہ کے مطابق جتنے پروٹسٹنٹی تھے، جن کی تعداد دس ہزار

بتائی جاتی ہے سب کو ذبح کردیا، پاپائے روم کو جب اس کی اطلاع ملی تو خوشی سے پھولے نہ سمایا اور پطرس کلیسا میں جا کر شکرانہ کی نماز ادا کی، پروٹسٹنٹوں نے کیتھولک فرقہ کے لوگوں کے ساتھ جو ظلم وزیادتیاں کی ہیں، اس کی بھی ایک دو مثال نمونہ کے طور پر ذکر کرتا ہوں، مولانا رحمت اللہ صاحب مرآۃ الصدق نامی کتاب سے نقل کرتے ہیں کہ کیتھولک فرقہ کے چھ سو چالیس مسافر خانے، نوے مدرسے دو ہزار تین سو چھہتر گرجا گھر، ایک سو دس اسپتالوں کو لوٹ کر معمولی قیمت پر لوگوں کے ہاتھ فروخت کردیا، کچھ کو آپس میں تقسیم کرلیا اور ہزاروں ہزار کی تعداد میں لوگوں کو جلاوطن کردیا، جس میں بوڑھے، بچے بیمار ہر طرح کے لوگ تھے، کسی کی کوئی رعایت نہیں کی اور کیتھولک فرقے کے کتب خانوں کو لوٹ لیا، ان کتابوں کو پنساریوں اور دوافروشوں اور صابن فروخت کرنے والوں کے ہاتھوں بیچ دیا، کتنی ہی کتابوں کو کھانا پکانے کے لیے ایندھن کے طور پر استعمال کیا، کیتھولک فرقہ کے خلاف سو قانون پاس کیے نمونہ کے طور اس میں سے دو چار قانون کو نقل کیا جاتا ہے (۱) ان لوگوں کو اپنا مدرسہ قائم کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا اور نہ ہی تعلیم حاصل کرنے کا (۲) عدالت میں ان کا کوئی دعوی مسموع نہیں ہوگا۔ (۳) لندن سے پانچ میل بھی دور کوئی نہیں جاسکتا، اگر کسی کے بارے میں معلوم ہوجائے تو اس کو ایک ہزار روپیہ جرمانہ ادا کرنا ہوگا (۴) ان کا نکاح، ان کے مردوں کا کفن ودفن پروٹسٹنٹی طریقہ پر کیا جائے گا۔ (۵) عدالت میں ان کی گواہی معتبر نہیں ہوگی۔

مسیحی فرقوں میں کبھی بھی آپس میں رواداری نہیں پائی گئی، نہ عوام میں، نہ خواص میں اور ہمیشہ مسیحی علماء کونسلوں کے سایہ میں ایک دوسرے کی تکفیر کرتے رہے اور ملعون ومطرود کرتے رہے اور ایک فرقہ کا دوسرے فرقہ سے نکاح صحیح نہ ہونے کا فتوی صادر کرتے رہے اور ان کی حکومتیں علماء کے زیر سایہ ایک دوسرے کو جلاوطن کرتی رہیں اور حقوقِ شہریت سلب کرتی رہیں جائیدادیں ضبط کرتی رہیں، قرآن میں اللہ کا ارشاد ہے: ﴿وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا إِنَّا نَصٰرٰى

اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَاَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ﴾ (المائدۃ:۱۴)

آسمانی سبق بھلا دینے کا جو انجام ہونا چاہیے تھا، وہی ہوا کہ جب وحی الٰہی کی اصل روشنی ان کے پاس نہ رہی تو اوہام واہوا کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے الجھنے لگے، مذہب تو نہ رہا؛ مگر مذہب کے جھگڑے رہ گئے بیسوں فرقے پیدا ہوکر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔

کونسل اور اجتماع

عقائد اور اعمال سے متعلق مسیحی علماء کے مشاورتی اجتماع کو کونسل کہا جاتا ہے، اسلامی اجماع اور مسیحی اجتماع میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔

اجماع:

اہلِ حل وعقد علماء کسی مسئلہ کی اصل میں غور وفکر کرتے ہیں اور جب اس کی اصل نص صریح یا غیر صریح کا انکشاف ہوجاتا ہے، اس بنیاد پر کسی مسئلہ پر اتفاق کا نام اجماع ہے، جس اتفاق کا کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ ﷺ میں صراحتًا یا کنایتًا ماخذ اور منشار موجود نہ ہو، اس کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں ہے، شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ: وَ لَمْ يُجَوِّزِ الْقَوْلَ بِالْإِجْمَاعِ الَّذِيْ لَيْسَ مُسْتَنَدًا إِلٰى أَحَدِهِمَا. (حُجَّةُ اللّٰهِ الْبَالِغَة)

عیسائیوں کے یہاں مشاورتی اجتماع کی حقیقت عیسائی علماء اور ان کے دین کے حاملین کا کسی امر پر اتفاق کرلینا اور محض اس اتفاق سے یہ خیال کرلیا جاتا ہے کہ ثبوت علم لیے یہ اتفاق قطعی دلیل ہے؛ جب کہ اس مسئلہ میں کوئی دینی نص یا اجازت بھی موجود نہیں ہوتی ہے؛ بلکہ کبھی تو اس کے خلاف نص موجود ہوتی ہے جس کی بناء پر وہ لوگ کونسل کے ذریعہ دینی عقیدہ اور شرعی احکام کا اختراع اور اضافہ کرلیتے ہیں اور شریعتِ اسلامی ایسی

صورت میں کسی کو اجازت نہیں دیتی ہے کہ اضافہ یا ایجاد کرے؛ بلکہ اسی کی حیثیت بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عليه آباءَنا کی ہوتی ہے۔

کونسل کی نوعیت:

عیسائیوں کے یہاں کونسلیں دو طرح کی ہیں عمومی اور خصوصی عمومی کونسل جس میں تمام کلیسا اور مذہبی جماعتوں کی نمائندگی ہوتی ہے، خصوصی کونسل جس میں کسی ایک فرقہ یا چند فرقے یا چند کلیسا کی نمائندگی ہو یا مقامی اور خصوصی نوعیت کی حامل ہو عمومی کونسل کی تعداد نیقیہ کی پہلی کونسل سے ۱۸۶۹ء تک کی تعداد بیس ہے، نیقیہ کونسل میں الوہیت مسیح کا مسئلہ طے ہوا قسطنطنیہ کی پہلی کونسل میں نیقیہ کی کونسل کی تجویز پر اضافہ کرتے ہوئے، روح القدس کے خدائی درجہ کی تجویز پاس ہوئی، افسس کی کونسل میں ان دونوں کونسلوں کے فیصلہ پر اضافہ کرتے ہوئے مسیح میں دو طبیعت انسانی اور لاہوتی کا فیصلہ ہوا، ان کونسلوں کا انعقاد جس قسم کے ماحول میں ہوا، اس میں بحث کا کیا طریقہ تھا اور فیصلہ کی بنیاد کیا ہوا کرتی تھی ان سب کا اجمالاً تذکرہ ہو چکا ہے، روم کی کونسل منعقدہ ۱۲۲۵ء میں روم کے کلیسا اور اس کے نائبین کو غفرانِ ذنوب اور نجات کا ٹکٹ دینے دوزخ و جنت کی تقسیم کے کا مالک ہونے کا فیصلہ ہوا اور روم میں منعقدہ کونسل ۱۸۶۹ء کے ذریعہ پاپائے روم کو ہر خطاء اور غلطی سے معصوم ہونے کی تجویز پاس ہوئی، جب کونسلوں کو اس بات کا حق حاصل ہے کہ کسی انسان کو خدا بنا دیں اور خدا سے سارے اختیارات سلب کر کے کسی انسان کے ہاتھ میں دے دیں تو اگر گناہوں کے معاف کرنے کا حق کسی کو دے دیں، دوزخ اور جنت کا کسی کو ٹھیکیدار بنا دیں اور عصمت کا پروانہ عطا کر کے اس کی طرف ہر طرح کا اقتدار اور اختیار منتقل کر دیں جس کی وجہ سے اس کو معتقدات کی تعیین کا حق حاصل ہو جائے، حرام یا حلال کرنے کا حق مل جائے اور جس واقعہ کو صحیح کہے، وہ صحیح ہو جائے، جس کو غلط بتائے وہ غلط ہو جائے اور اس کے ساتھ ان باتوں پر ہر مسیحی کو اسی طرح اس کا

ماننا ضروری ہو، جیسے خدا کا حکم ہوتا ہے تو اس امر میں تعجب کی کیا بات ہے؛ چنانچہ غفرانِ ذنوب اور نجات کے ٹکٹ سے ترقی کرتے ہوئے، ان لوگوں نے اعترافِ ذنوب کا سلسلہ شروع کیا کہ مجرم وگنہ گار خلوت وتنہائی میں اپنے ایک ایک گناہ کی تفصیلی کیفیت ذکر کرے گا، اسی وقت پوپ وراہب اس کے گناہ کو معاف کرسکتا ہے، اس اعترافِ گناہ کی آڑ میں کتنی ہی عورتوں کا کس کس طرح بلیک میل کیا گیا اور کس کس طرح ان پر ناجائز دباؤ ڈالا گیا اور کیسی کیسی انسانیت سوز حرکتیں کی گئیں، اسے تحریر میں نہیں لایا جاسکتا ہے، اناجیل ورسائل وخطوط کے انبار سے موجودہ اناجیلِ اربعہ اور مخصوص رسائل وخطوط کا انتخاب ہی، اس بنیاد پر ہوا تھا کہ اس کے مندرجات پولس کے مقرر کیے ہوئے معتقدات کے موافق ومطابق تھے؛ مگر مرورِ ایام سے یہ احساس قوی ہوتا چلا گیا کہ ہم اس کی پابندی کے ساتھ حسبِ خواہش اس میں اصلاح ترمیم وتنسیخ نہیں کرسکتے ہیں، اس کے لیے انہوں نے اجتماعات اور کونسلوں کو ایجاد کیا، تمام کونسلوں اور اجتماعات کی روداد پڑھ جایئے کبھی کسی ممبر نے کسی مسئلہ میں نصوصِ انجیل کو پیش نہیں کیا اور کبھی بھی آواز نہیں اٹھائی کہ یہ مسئلہ انجیل کی فلاں عبارت کے خلاف ہے، اس طرح کونسلوں کے ذریعہ انجیل سے گلوخلاصی کرلی گئی اور بہت سے مسائل میں کونسل بھی آڑے آئی تو پوپ کی عصمت کی تجویز پاس کرا کے کونسلوں کی ضرورت کو بھی ختم کردیا گیا، سارا اختیار اور ہر قسم کا اقتدار دنیاوی اخروی زمینی وآسمانی؛ بلکہ خدائی اختیارات سب پوپ اور ان کے نائبین کو منتقل کردیا گیا، جس کی وجہ سے وہ لوگ جس قسم کے اعتقاد کا حکم دیں، جس قول وعمل کو حرام یا حلال قرار دیں یا جس واقعہ کو صحیح یا غلط قرار دیں، اس کو ماننا تسلیم کرنا ساری عیسائی دنیا پر اسی طرح واجب ہے، جیسے خدا کا حکم ہوتا ہے، انیس سو برس سے عیسائی دنیا کہتی رہی کہ یہودیوں کا دامن حضرت مسیح کے خون سے داغ دار ہے؛ مگر ۱۹۶۵ء میں پوپ نے یہودیوں کو حضرت مسیح کے خون سے بری کردیا تو اب یہودی حضرات مسیح کے خون سے بری ہوگئے

اورتمام عیسائی دنیااس پرایمان لائی قرآنی ارشاد ہے:﴿ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (توبة: ٣٤)﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ (توبہ:۳۱)

موجودہ عیسائی مذہب کے مصادر وماٰخذ

عیسائیت کا اوّلین مآخذ ومصادر جن پر کلیسا کو اعتماد ہے دوطرح کی کتابیں ہیں:
(۱)''بائبل قدیم''، جس کو''عہدِ قدیم'' بھی کہا جاتا ہے بائبل کے معنی کتاب کے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اوران کے بعد دیگر انبیاء جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں ان کے واسطے سے جو کتابیں ملی ہیں، ان پر بائبل قدیم اور عہد قدیم کا اطلاق ہوتا ہے اوران کے تین نسخے ہیں یونانی نسخہ، عبرانی نسخہ، سامری نسخہ، یونانی نسخہ عیسائیوں میں کیتھولک فرقہ کے نزدیک مستند ہے، جس میں چھیالیس کتابیں ہیں، جس کی تفصیل یہودیت والے محاضرہ میں آچکی ہے۔(۲) عہد جدید ستائیس کتابوں پر مشتمل ہے (۱) انجیل متی (۲) انجیل مرقس (۳) انجیل لوقا (۴) انجیل یوحنا ان چاروں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیرت اوران کی تعلیمات کا بیان ہے؛ اس لیے اس کو تاریخی اسفار (کتابیں) سے تعبیر کرتے ہیں (۵) رسولوں کے اعمال اس میں مسیح کے ان تلامذہ اور شاگردوں کے حالات اوران کی تبلیغی مساعی کا تذکرہ ہے، جن کو رسولوں کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے (۶) رسولوں کے خطوط جن کی تعداد انیس ہے پولس رسول کا خط جن کی تعداد چودہ ہے (۱) رومیوں کے نام خط (۲) کرنتھیوں کے نام پہلا خط (۳) کرنتھیوں کے نام دوسرا خط (۴) گلتیون کے نام خط (۵) افسیون کے نام خط (۶) فلپیوں کے نام خط (۷) کلسیوں کے نام خط (۸) تھسلنیکیوں کے نام پہلا خط (۹) تھسلنیکیوں کے نام دوسرا خط (۱۰) تیمتھیس کے نام پہلا خط (۱۱) تیمتھیس کے نام دوسرا خط (۱۲) ططس کے نام خط (۱۳) فلیمون کے نام کا خط (۱۴) عبرانیوں کے نام خط؛ یعقوب کا ایک خط پطرس رسول

کا دو خط اور یوحنا رسول کا تین خط اور یہودہ کا ایک خط یہ کل اکیس خطوط ہیں جن کو ''تعلیمی اسفار'' بھی کہا جاتا ہے، ان خطوط میں دین کی تعلیم کا اہتمام ہے جس کی وجہ سے اس کو تعلیمی اسفار کہا جاتا ہے (۲۷) یوحنا رسول کا مکاشفہ ہے، جس میں عالمِ بالا میں مسیح کی حکومت کا بیان ہے، اس طرح عہدِ جدید کل ستائیس کتابوں پر مشتمل ہے۔

حضرت عیسیٰ کی انجیل

قرآن کا بیان:

قرآن میں انجیل کا لفظ متعدد بار آیا ہے یہاں پر ان آیات کو ذکر کیا جاتا ہے جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دینے اور ان پر نازل کرنے کا ذکر ہے ﴿وَقَفَّيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بِعِيسَى ابنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَاةِ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ﴾ (مائدہ:۴۶) ﴿إِذْ عَلَّمْتُكَ الكِتَٰبَ وَالحِكْمَةَ وَالتَّوْرَاةَ وَالإِنجِيلَ﴾ (مائدہ:۱۱۰) ﴿وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الإِنجِيلَ﴾ (الحدید:۲۷) ﴿وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالحِكْمَةَ والتَّوْرَاةَ والإِنجِيلَ﴾ (عمران:۴۸) ﴿قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا﴾ (مریم:۳۰)

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو ایک کتاب دی ہے، جس کا نام ''انجیل'' ہے لفظ انجیل یونانی ہے جس کے معنیٰ ''بشارت وخوش خبری'' کے ہیں؛ مگر اس کا استعمال علم ونام کے طور پر ہے؛ اس لیے اس کا ترجمہ بشارت وخوش خبری نہیں کرنا چاہیے؛ مگر عہدِ جدید میں کبھی انجیل اور کبھی بشارت کبھی خوش خبری کے لفظ سے اس کا تذکرہ ہے۔

حضرت عیسیٰ ؑ پر انجیل نازل ہونے کا اناجیلِ اربعہ سے ثبوت

انجیل مرقس میں ہے، پھر یوحنا کے پکڑوائے جانے کے بعد یسوع نے گلیل میں آکر خدا کی خوش خبری (انجیل) کی منادی کی اور کہا وقت پورا ہوا گیا ہے اور خدا کی بادشاہی نزدیک آگئی ہے توبہ اور خوش خبری (انجیل) پر ایمان لاؤ (باب ۱-۱۵) جو کوئی

میری اور انجیل کی خاطر اپنی جان کھوئے گا، وہ اسے بچائے گا (باب ۹-۲۵) اس نے ان سے کہا کہ تم دنیا میں جا کر ساری مخلوق کے سامنے انجیل کی منادی کرو (باب: ۱۵-۱۶) اور ضروری ہے کہ سب قوموں میں انجیل کی منادی کی جائے۔ (باب ۱۳-۱۰)

انجیل متی میں ہے کہ تم سے سچ کہتا ہوں کہ تمام دنیا میں جہاں کہیں اس خوش خبری (انجیل) کی منادی کی جائے گی، یہ بھی جو اس نے کیا ہے، اس کی یادگاری میں کہا جائے گا (باب: ۱۲-۲۶) ان حوالوں میں لفظ انجیل کا ذکر ہے اور بہت سے مقامات میں حضرت عیسیٰ نے اس کو ''کلام'' سے تعبیر کیا ہے، انجیل یوحنا میں ہے: مسیح نے جواب میں انہیں کہا میرے ماں اور میرے بھائی تو یہ ہیں، جو خدا کا کلام سنتے اور اس پر عمل کرتے ہیں (باب ۳۱، ۸)

انجیلِ یوحنا میں ہے کہ یہ کلام جو تم سنتے ہو میرا کلام نہیں؛ بلکہ باپ کا کلام ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے (باب: ۲۴-۱۴) ان حوالوں سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح پر خدا کا کلام انجیل کے نام سے نازل ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ نے لوگوں کو انجیل کی منادی کرنے کا بھی حکم دیا، جس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے انجیل دی؛ مگر یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ انجیل کن لوگوں کو دی حضرت عیسیٰ نے بارہ حواری کا انتخاب صلیب پر چڑھنے سے پہلے کیا تھا، ان کا ارشاد ہے جو باتیں میں نے اپنے باپ سے سنی، وہ سب تم کو بتا دیں تم نے مجھے نہیں چنا ہے؛ بلکہ میں نے تمہیں چنا ہے اور تم کو مقرر کیا کہ جا کر پھل لاؤ اور تمہارا پھل قائم رہے (یوحنا باب ۱۵-۱۵) جس سے بہ ظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمام حواریوں کو انجیل حوالہ کی؛ مگر پولس رسول افسیوں (باب ۱۱-۴) کے خط میں لکھتا ہے اور اسی نے بعضوں کو رسول اور بعضوں کو نبی مُبَشِّر (یعنی انجیل کی منادی کرنے والا) اور بعضوں کو چرواہا اور استاد بنا کر دے گیا، جس نے شبہ پیدا کر دیا کہ سب حواری کو انجیل نہیں حوالہ کی؛ بلکہ بعض کو حوالہ کیا پھر یہ حوالہ کرنا تحریری طور سے ہوا ہو تو اس کا آج تک کوئی ثبوت نہیں مل سکا، اگر زبانی طور پر حوالہ کیا تو پھر حواری کو الگ الگ تعلیم دی یا اجتماعی طور سے بھی کسی کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

پولس رسول کے قول سے دلیل

پولس رسول جو بعد میں عیسائی ہوا اس کے چودہ خطوط عہدِ جدید میں شامل ہیں، وہ بھی عیسائیوں کے یہاں مثل انجیلِ مقدس شمار ہوتے ہیں، اس میں طیطیس کے خط کے علاوہ بارہ خطوط میں تقریباً ستر بار انجیل کا لفظ استعمال کرتا ہے، کبھی اس کو خدا کی انجیل کبھی خدا کے بیٹے کی انجیل کبھی مسیح کی انجیل کبھی مطلق انجیل لکھتا ہے۔

(امر دوم)

کسی چیز کے محفوظ و باقی رکھنے کی دو صورت ہے (۱) مکتوب شکل میں ہو (۲) حفظ وزبانی یاد کر لینا۔

انجیل مسیح عہد مسیح میں کسی قابل تحریر شی پر لکھی گئی ہو تو بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا، اگر حضرت مسیح نے مکتوب کی شکل میں لوگوں کو دیا ہوتا اور مسیح کا متن اور اس کا کوئی مستقل نسخہ کتاب کی شکل میں موجود ہوتا تو بعد میں غیر اصلی انجیلوں متی۔ مرقس۔ لوقا یوحنا اور دیگر اسی طرح کی انجیلوں کا وجود نہ ہوتا؛ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے انجیل کی تعلیم حواریوں کو دی اور ان کو منادی کرنے کا حکم دیا حواری اس تعلیم کو روایت بالمعنی کے طور پر اپنے الفاظ میں جن کی جو زبان ہوئی، اس میں بیان کرتے ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل مفقود ہے

موافق ومخالف سب تسلیم کرتے ہیں کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل کہیں نہیں پائی جاتی ہے۔ یہ اناجیلِ اربعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ انجیل نہیں ہے؛ بلکہ یہ اناجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تلامذہ اور ان کے متعلقین کی یاداشت ہے، جس میں انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم، تقریر اور ان کے حالات قلم بند کیے اور اس پر انجیل کا اطلاق بھی بہت زمانہ کے بعد کیا گیا۔

موجودہ اناجیل پر انجیل کا اطلاق تیسری صدی میں ہوا

مسیحی علماء کے اقوال:

راڈویل ترجمہ قرآن مجید کے صفحہ ۵۲۷ میں لکھتا ہے کہ انجیل کے لفظ سے یہ مجموعہ عہدِ جدید کا یا اس کا کوئی حصہ نہ سمجھنا چاہیے؛ بلکہ وہ وحی سمجھنا چاہیے جو خدا کی طرف سے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اسی مسیحی علماء کے نزدیک مسلم ہے کہ ابتداء خاص تعلیم مسیح پر انجیل کا اطلاق ہوتا تھا اور یہ مجموعہ جسے اب انجیل کہا جاتا ہے، اس کو حواریوں کی یادداشت کہا جاتا تھا ان کو بہت دنوں بعد انجیل کا لقب ملا، چمبرس انسائیکلو پیڈیا مطبوعہ لندن ۱۸۶۸ جلد پنجم لفظ گاسپل کے بیان میں لکھتا ہے: مسیح کی تعلیم یا پیغام انجیل کہلاتی ہے اور وہ الہامی نوشتہ جس کے ذریعہ بعد میں ہم کو وہ تعلیم یا پیغام پہنچا، ان کو بھی انجیل کا لقب ملا؛ مگر ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان نوشتوں کا یہ نام کب پڑا اس میں تو بہت جھگڑا ہے کہ اس کا نام دوسری صدی کے نصف میں جسٹن مارٹر کے عہد میں پڑا البتہ تیسری صدی میں عام طور پر یہ نام استعمال کیا گیا، اس کے بعد لکھا ہے کہ پے پیس نے ایک مقام پر متی (مرقس کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ انہوں نے مسیح کے حالات اور اعمال اور وعظ لکھے لیکن لفظ گاسپل (انجیل) کا اطلاق نہیں کیا اسی طرح ان کے مصنفین کا نام اول زمانہ کے عیسائیوں میں نہیں ملتا ہے، یہاں تک کہ جسٹن مارٹر ہمیشہ بجائے گاسپل (انجیل) متی یا لوقا یا یوحنا کے یادداشت رسولوں کی کہتا ہے (پیغام محمدی) فاضل نورٹن نے علم الاسناد میں ایک کتاب لکھی ہے، انہوں نے اس کتاب کے دیباچہ میں اکہارن کی کتاب سے نقل کیا ہے کہ مسیحی دین کے شروع میں حضرت مسیح کے حالات میں ایک مختصر سا رسالہ موجود تھا، ہوسکتا ہے کہ اس کو اصلی انجیل کہا جائے اور گمان غالب ہے کہ یہ انجیل ان عیسائیوں کے لیے لکھی گئی تھی، جنہوں نے حضرت مسیح کی باتیں خود اپنے کانوں سے نہیں سنیں اور نہ ان کے

احوال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور یہ انجیل بہ منزلۂ قالب کے تھی اور یہ انجیل متی ولوقا ومرقس کی انجیل کا ماخذ ہے؛ بلکہ پہلی دوصدی میں جتنی انجیلیں رائج تھیں، سب کا ماخذ یہی انجیل رہی ''اظہار الحق'' جلد: دوم، صفحہ: ۲۷۹، ازالۃ الشکوک جلد: دوم صفحہ: ۴۱۵ ہارن صاحب نے اپنے تفسیر کی چوتھی جلد میں محقق لیکرک اور کوپ اور میکالس اولپسنگ اور نیمیرس اور مارش سے نقل کیا ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ شاید متی لوقا کے پاس ایسا صحیفہ عبرانی میں تھا، جس میں حضرت مسیح کی گزارشات لکھی ہوئی تھیں اور انہوں نے اس سے نقل کیا ہے، متی نے بہت زیادہ اور لوقا نے تھوڑا۔ (ازالۃ الشکوک جلد: دوم صفحہ: ۴۱۷)

اناجیلِ اربعہ کی تفصیل

انجیلِ متی:

حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں میں جو آپ پر پہلے ایمان لائے اور ان کو آپ کی طویل صحبت حاصل تھی، ان میں سے بارہ افراد کو اپنی تعلیم کی اشاعت کے لیے منتخب کیا، جس کی وجہ سے ان پر رسول کا اطلاق ہوتا ہے اور ان کو حواری کہا جاتا ہے، ان بارہ افراد میں متی بھی تھے، جس کی وجہ سے متی بھی رسول وحواری ہیں، یہ انجیل کی طرف منسوب ہے۔

متیؔ کے احوال:

حضرت مسیح پر ایمان لانے سے پہلے وہ رومی حکومت کے تحت کفرناحوم جو گلیل کے علاقہ میں ہے، چنگی وصول کرتے تھے یہودی رومی حکومت کی ملازمت ہی کو ناپسند کرتے تھے، پھر چنگی وصول کرنے والے ظلم وزیادتی کیا کرتے تھے؛ اس لیے اس پیشہ کو اختیار کرنے والے کو نہایت بری نظر سے دیکھتے تھے، متی کا ذکر خود انجیل متی میں (باب: ۹) میں اس طرح مذکورہ ہے: یسوع وہاں سے آگے بڑھ کر متی نام ایک شخص کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا کہ میرے پیچھے ہولے، وہ اٹھ کر پیچھے ہولیا اور جب وہ گھر

میں کھانا کھانے بیٹھا تو ایسا ہوا کہ بہت سے محصول لینے والے اور گنہ گار آ کر یسوع اور اس کے شاگردوں کے ساتھ کھانا کھانے بیٹھے فریسیوں نے یہ دیکھ کر، اس کے شاگردوں سے کہا کہ تمہارا استاذ محصول لینے والوں اور گنہگاروں کے ساتھ کیوں کھانا کھاتا ہے، اس نے یہ سن کر کہا کہ تندرستوں کو طبیب درکار نہیں؛ بلکہ بیماروں کو حضرت متی رفع مسیح کے بعد مختلف شہروں اور جگہوں پر تبلیغ عیسائیت کرتے ہوئے حبشہ پہنچے، وہاں پر ۶۲ء میں ہمیشہ کے بادشاہ کے سپاہیوں نے مار مار کر ہلاک کر دیا۔

انجیل کی زبان:

متقدمین عیسائی تقریبًا متفق ہیں کہ متی نے عبرانی یا سریانی زبان میں اپنی انجیل لکھی ہارن نے اپنی تفسیر کی جلد چہارم میں ان تمام علماء متقدمین ومتاخرین کے نام کو نقل کیا ہے، جو کہتے ہیں کہ متی نے عبرانی زبان میں اپنی انجیل لکھی اور اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں کہ متی نے عبرانی ویونانی دونوں زبانوں میں اپنی انجیل مکمل کی ہے، ان کے قول کو نا قابل اعتبار بتایا ہے؛ بلکہ متی نے اپنی انجیل خاص طور سے مسیح پر ایمان لانے والوں کے لیے لکھی تھی۔

تاریخِ تدوین:

ہارن اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں لکھتا ہے کہ قدیم مورخین کلیسا سے ہم کو انجیلوں کی تصنیف کے بارے میں جو معلومات ملی ہیں، وہ ایسی غیر معین اور ابتر ہیں کہ کسی معین امر تک رسائی نہیں ہو رہی ہے، متقدمین نے اپنے وقت کی گپوں کو سچ خیال کر کے اس کو لکھ دیا اور بعد گزر جانے مدت دراز کے اس کو پرکھنا ناممکن ہو گیا، پھر انجیل متی کے زمانۂ تالیف میں اختلافات کو نقل کرتے ہوئے مختلف سنہیں کو ذکر کیا ۶۱-۶۲-۶۴-۴۸-۴۳-۴۱-۳۸-۳۷۔ اصل انجیلِ متی مفقود، اب اس کا ترجمہ موجود ہے۔

اس کا ترجمہ یونانی زبان میں ہوا اور یونانی زبان سے عبرانی زبان میں اور اصلی

انجیلی متی جو عبرانی زبان میں تھی، وہ مفقود معدوم ہے اور یونانی ترجمہ کئی ایک نے کیا اور کسی مترجم کا حال معلوم نہیں کہ وہ کون تھا؟

موجودہ انجیل متّی ۔ متّی حواری کی انجیل نہیں ہے۔

(۱) کسی کتاب کو کسی طرف محض منسوب کر دینے سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ وہی اس کا مصنف ہے؛ بلکہ دلائل کے ذریعہ اس کو ثابت کرنا ضروری ہے، اگر خود موجود ہو تو اس سے تحقیق کرنی پڑتی ہے، اگر وہ موجود نہیں ہے تو اس کی طرف منسوب کرنے کے لیے اسناد متصل چاہیے، اگر اس کا ثبوت اخبارِ آحاد صحیحہ کے ذریعہ ہوگا تو اس کتاب کی نسبت اس کی طرح ظنی ہوگی، اگر خبر متواتر کے ذریعہ سے ہو تو یہ نسبت قطعی ہوگی، انجیلِ متی کی طرف نسبت ثابت کرنے کے لیے خبرِ متواتر تو کیا ہوتی، خبرِ واحد جس کے راوی معتبر اور سند متصل ہو، یہ بھی نہیں ہے۔

(۲) مسیحیت کے ابتدائی دور میں اس کا کہیں ذکر نہیں آتا ہے، نورٹن اپنی کتاب ''الاستاذ'' میں ذکر کرتا ہے کہ دوسری صدی کے آخر یا تیسری صدی کے شروع سے پہلے متی اور مرقس اور لوقا کی انجیلوں کا سراغ نہیں لگتا ہے، اوّل اوّل ۲۰۰ء کے قریب اریئوس نے ان انجیلوں کا ذکر کیا ہے اور کچھ کچھ دلائل ان کی عدد کے بارے لایا ہے اور ۲۱۶ء کے قریب کلیمنس اسکندر یانوس نے بڑی محنت کر کے ظاہر کیا کہ انہیں چاروں انجیلوں کو واجب التسلم مانا جاوے۔ (ازالۃ الشکوک جلد: دوم، صفحہ: ۴۱۴ واظہار الحق جلد: دوم، صفحہ: ۳۸۱)

(۳) یہودیوں اور عیسائیوں میں جھوٹ بولنا اور جعل کرنے کا کثرت سے رواج تھا اور اس کو مستحب دین سمجھ کر کرتے تھے، یہودیوں میں یہ عادت جناب مسیح کی ولادت سے پہلے سے رائج تھی، صدہا آدمی الہام کا جھوٹا دعوی کرتے تھے، جس کی وجہ سے بعض انبیاء نے اپنے عہد کے یہودیوں پر واویلا کیا اور جناب مسیح کے عروجِ آسمانی کے تھوڑے ہی عرصہ بعد یہ وبا عیسائیوں میں بھی پھیل گئی تھی اور غیر معتبر اور جھوٹی کتابیں اور جھوٹے

خطوط اور جھوٹے وعظ کرنے والوں کا چرچا ہوگیا تھا اور اس کے بعد تو اتنا زور ہوا کہ یہودیوں کی طرح خداپرستی کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا مستحباتِ دینی میں شمار ہونے لگا اور جب ارجن اور دیگر علماء مسیحی نے اس کا فتوی دے دیا تو اس جعل کی کوئی انتہا نہ رہی۔

دیکھو خود پولس رسول کہتا ہے کہ اگر میرے جھوٹ کے سبب خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گنہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے (رومیوں کا خط باب ۷۔۳) آدم کلارک اپنی تفسیر کی پانچویں جلد (ص:۳۶۹) میں لکھتا ہے کہ ہمیشہ سے رسم ہے کہ بڑے آدمیوں کے بہت سے مورخ ہوا کرتے ہیں اور یہی حال ہمارے خداوند کا ہے؛ لیکن چونکہ اکثر ان کے بیان غلط تھے اور ان چیزوں کو جو واقع نہیں ہوئی تھیں، انہوں نے یقینی بنا پر لکھ دی تھی اور حالات میں عمداً یا سہواً غلطی کی تھی (ازالۃ الشکوک ج:۲، ص:۲۱۷) گلتیون کے نام خط میں خود پولس لکھتا ہے: مگر بعضے جو تم کو گھبرا دیتے ہیں اور مسیح کی انجیل کو الٹ دینا چاہتے ہیں، اسی طرح کرنتھیون کے نام دوسرے خط میں لکھتا ہے کہ ایسے لوگ جھوٹے رسول اور دغا بازی سے کام کرنے والے اور اپنے آپ کو مسیح کے رسولوں کے ہم شکل بنا لیتے اور کچھ عجیب نہیں؛ کیونکہ شیطان بھی اپنے آپ کو نوارنی فرشتہ کا ہم شکل بنا لیتا ہے، اگر اس کے خادم بھی راست بازی کے خادموں کے ہم شکل بن جائیں تو کوئی بڑی بات نہیں ہے، آدم کلارک اس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہ وہ لوگ جھوٹا دعوی کرتے تھے کہ ہم مسیح کے رسول ہیں؛ لیکن حقیقت میں وہ مسیح کے رسول نہ تھے۔ وہ وعظ اور محنت کرتے تھے؛ مگر اپنے فائدے کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے تھے، یوحنا رسول کا پہلا خط اس کے باب ۴ میں ہے: اے عزیزو! ہر ایک روح کا یقین نہ کرو؛ بلکہ روحوں کو آزماؤ کہ وہ خدا کی طرف سے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ بہت سے جھوٹے نبی دنیا میں نکل کھڑے ہوئے ہیں، آدم کلارک اس کی تفسیر میں لکھتا ہے: اوّل زمانہ میں ہر ایک معلم دعوی کرتا تھا کہ مجھ کو روح القدس کا الہام ہوا ہے؛ اس لیے کہ تمام معتبر پیغمبر اسی طرح آئے تھے اور روح سے مراد یہاں آدمی ہے، جو دعوی

کرے کہ میں روح القدس کے اثر میں ہوں اور اس کے کہنے کے موافق سکھلاتا ہوں، روحوں کو آزماؤ یعنی سکھلانے والے کو جن کو روح القدس نے الہام نہیں کیا ہے، خصوصاً یہودیوں میں سے الخ اسی طرح پطرس رسول کے دوسرے خط میں بھی اسی طرح کی بات ہے، ہارن اپنی تفسیر کے پہلے حصہ میں لکھتا ہے کہ پاک نویسوں نے خبر دی ہے کہ ایسے لوگ انہیں کے زمانے میں پیدا ہوگئے تھے اور اس کی بھی خبر دی تھے کہ آگے کو بدلوگ ہونگے، موشیم اپنی تاریخ کی پہلی جلد کے صفحہ ۶۵ میں دوسری صدی کے علماء کے بیان میں لکھتا ہے کہ افلاطون اور فیثا غورث کے متبعین کا ایک مقولہ تھا کہ راستی اور خداپرستی کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا اور فریب دینا صرف جائز ہی نہیں؛ بلکہ قابلِ تحسین بھی ہے اور مسیح سے پہلے مصر کے یہودیوں نے ان سے یہ مقولہ سیکھا تھا، جیسا کہ بلاشبہ بہت سے پرانے ملفوظوں سے یہ امر ثابت ہوتا ہے اور ان دونوں سے یہ بری وبا کی غلطی عیسائیوں کو لگی اور بہت سی کتابوں کو بڑے بزرگوں کی طرف جھوٹ منسوب کرنے سے، یہ بات واضح ہوتی ہے، اسی طرح ولیم میور اپنی کتاب اردو تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ دوسری صدی میں مسیحیوں میں گفتگو رہی کہ جب بت پرست فیلسوف اور حکیموں کے ساتھ دین کا مباحثہ ہو تو انہیں کے بحث کا طرز وطریقہ اختیار کرنا جائز ہے یا نہیں؛ بالآخر ارجن وغیرہ کی رائے کے مطابق جب یہ طریقہ مذکور تسلیم ہوا، اس سے مسیحی بحاثوں کی تیز عقلی اور نکتہ سنجی سے بحث میں رونق آگئی، گو راستی وصفائی میں خلل پڑ گیا، فیلسوف لوگ جب کسی طریقہ کی پیروی کرتے تھے تو کبھی کبھی اس کے حق میں خود کتاب لکھ کر کسی معروف آدمی کے نام اس کو منسوب کرتے کہ لوگ اس حیلہ سے اس پر زیادہ متوجہ ہونگے، اسی طرح مسیحی جو فیلسوفوں کی طرح بحث کرتے تھے، کتاب لکھ کر کسی حواری یا خادم حواری یا معروف اسقف کے نام سے رواج دیتے تھے، یہ دستور تیسری صدی سے شروع ہوا اور کئی سو برس تک رومی کلیسا میں جاری رہا۔

(ازالۃ الشکوک ج:۲، ص:۲۲۱)

جب فریب دینا خدا پرستی کی ترقی کے لیے بمنزلۂ مستحب دینی ٹھرایا گیا اور اسی طرح کی جعل سازی کے لیے ایسے علماء مسیحی جنہیں لوگ مقتدا اور رہنما جانتے ہیں، اس کے واسطے فتوی دیا تو اس کو رواج دینے کے لیے متی حواری کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر یہ لوگ خود ہی تسلیم کرتے ہیں کہ متی حواری کی لکھی انجیل مفقود ہے، موجودہ انجیل متی تو اس کا یونانی ترجمہ ہے اور ترجمہ کرنے والے کا حال کچھ معلوم نہیں، اگلے زمانہ میں عیسائیوں میں علم کا چرچا بہت کم تھا اور جہل کا زور زیادہ تھا، پس جب مترجم کا حال معلوم نہ ہو تو اس کے ترجمہ کا کیا اعتبار، پھر ان کو ترجمہ کا سلیقہ نہیں تھا، مذکر کو مونث سے، مونث کو مذکر سے، مفرد کو جمع سے، جمع کو مفرد سے بدل ڈالنا اور ان کی پرانی عادت ہے، پھر یہ لوگ ترجمہ میں جملے کے جملے اپنی طرف سے بڑھا دیا کرتے تھے، کچھ گھٹا دیا کرتے تھے جس سے اب یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ اصل کس قدر تھی اور مترجم نے کیا گھٹایا کیا بڑھایا، اور محقق نورٹن کہتا ہے کہ وہ مترجم ایسا تھا، جس کو جھوٹی سچی روایت میں تمیز نہیں تھی، اس نے جھوٹی روایات بھی اپنے ترجمہ میں داخل کر دیا ہے۔

(۴) انجیلِ متی دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا متی حواری نہیں ہے؛ اس لیے کہ انہوں نے جناب مسیح کے اکثر احوال بچشم خود دیکھا اور بہت سے اقوال اپنے کانوں سے سنا ہے؛ مگر پوری انجیل پڑھ جایئے! کہیں سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا لکھنے والا، اگر اپنا حال یا اپنا چشم دید واقعہ یا اپنے کانوں سے سنا ہوا قصہ نقل کرتا ہے تو کسی نہ کسی جگہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اپنا دیکھا، یا سنا ہوا قصہ نقل کر رہا ہے، حواریوں کے خطوط کو دیکھو اسی طرح لوقا کی تحریر دیکھو کہ اس نے انجیل لکھی ہے، اسی طرح کتابِ اعمال کو انیس باب تک تو اس کو اسی طرح لکھتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سنی سنائی روایتیں نقل کر رہا ہے؛ مگر اس کے بعد پولس رسول سے ملاقات ہوگئی تو اس کے بعد کے حالات واقعات کو اس طرح لکھتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنا دیکھا ہوا حال نقل

کررہا ہے، ولیم میورا پنی تاریخ کلیسا میں لکھتا ہے کہ پولس ایشائے کوچک کے بیچوں بیچ سے گزر کر اور اس کے سب ملکوں چھوٹے بڑے شہروں میں گشت کر کے شہر تراوس پہنچا تو اس کو لوقا مل گیا، وہ اس کے بعد پولس کے ساتھ برابر رہا، اس واسطے لوقا باقی احوال مندرجہ کتاب اعمال کو متکلم کے صیغہ میں لکھتا ہے۔

نیز انجیل متی میں خود متی کا ایسا تعارف ہے، جس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب متی حواری کی نہیں ہے، انجیل متی میں خود متی کا تعارف باب ۹ میں ہے، جس کا ذکر پہلے کیا جاچکا ہے اور یہاں پر صرف ایک عبارت نقل کی جاتی ہے، یسوع نے وہاں سے آگے بڑھ کر متی نام ایک کو محصول کی چوکی پر بیٹھے دیکھا اور اس سے کہا کہ میرے پیچھے ہولے وہ اٹھ کر اس کے پیچھے ہولیا۔

(۵) اگر متی حواری کی یہ کتاب ہوتی تو اس میں اس قدر فاحش غلطیاں نہ ہوتیں جن میں سے کچھ کی نشاندہی کی جاچکی ہے؛ اسی لیے اس میں تغیر وتبدل وتحریف کو موافق ومخالف سب لوگ تسلیم کرتے ہیں، مانی کیز فرقہ عیسائیوں میں ایک بدعتی فرقہ تھا، اسی کا ایک مشہور عالم فائٹس اگسٹائن کے مقابلہ میں کہتا ہے کہ میں ان چیزوں سے انکار کرتا ہوں، جن کو فریب سے تمہارے باپ دادنے اس میں الحاق کردیا ہے اور اس کی خوب صورتی اور خوبی کو بدشکل اور خراب کردیا؛ کیونکہ یہ امر محقق ہے کہ یہ عہد جدید نہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے لکھا ہے نہ حواریوں نے؛ بلکہ ایک گم نام شخص نے اس کو لکھا اور اس کو حواریوں اور اس کے رفقاء کی طرف منسوب کردیا، اس خیال سے کہ مبادا اس کو ناواقف وجاہل سمجھ کر لوگ اعتبار نہ کریں، اس نے عیسیٰ کے متبعین کو بڑی تکلیف دی کہ ایسی کتاب جس میں تضاد وتناقض کثرت سے ہیں، ان کے نام سے منسوب کی۔

کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مریدوں کے ساتھ جو باہم متفق اور یک دل تھے، برائی کرنی نہیں ہے (انتہی)

جعل سازی کے کثرتِ رواج کی وجہ سے ان لوگوں نے صرف انجیل اور عہد جدید کتابوں میں تحریف کو محدود نہیں رکھا؛ بلکہ اپنے علماء کی کتابوں میں بھی تحریف وجعل سازی کرتے تھے، یوسی بیس تاریخ میں ڈیونیشیس کا قول نقل کرتا ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے بھائیوں کی درخواست پر خطوط لکھے اور ان شیطان کے خلیفوں نے اس کو گندگی سے بھر ڈالا بعض باتیں بدل دیں اور کچھ دوسری چیزیں داخل کر دیں۔

(۶) ان لوگوں میں اصلاح والحاق کا بڑا رواج تھا اور یہ بات بالکل معیوب نہیں تھی کہ اصلاح کے طور پر جملے کے جملے بڑھا دیے جائیں اور کچھ جملوں کو گھٹا دیا جائے، اسی طرح سنی سنائی روایت کو کوئی حاشیہ پر لکھ دیتا اور بعد میں آنے والا اس کو متن میں داخل کر دیتا تھا اور یہ بات اس قدر عام تھی کہ دوست تو دوست دشمن بھی ان حرکات کو جانتے تھے؛ اسی لیے دوسری صدی کا سلسوس نامی ایک بت پرست جس نے ابطالِ مسیحیت پر ایک کتاب لکھی، اس نے کتاب میں لکھا کہ عیسائیوں نے اپنی انجیل کو تین چار؛ بلکہ اس سے زائد بار اس طرح بدلا کہ اس کا مضمون بھی بدل گیا۔ لادرنر اپنی تفسیر کی جلد خامس میں لکھتا ہے کہ جس وقت مسالہ قسطنطنیہ کا حاکم تھا، اناجیل کے بارے میں فیصلہ ہوا کہ ان کے مصنفین نامعلوم ہیں اور خوب وبہتر بھی نہیں ہیں، اس فیصلہ کی بناء پر انا سیطیوس بادشاہ نے حکم دیا کہ دوبارہ اس کی تصحیح کی جائے؛ چنانچہ اس کی دوبارہ تصحیح ہوئی، اس سے یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ ان لوگوں کے نزدیک اس کی نسبت حواریوں اور ان کے متبعین کی طرف درست نہیں ہے، ورنہ اس کے مصنفین کے مجہول اور نامعلوم ہونے کے کیا معنی ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے علم کے مطابق جہاں تک ہوسکا اغلاط کی تصحیح کی۔

(۷) ایبونی اور ناصری فرقہ کے پاس انجیل متی تھی، جو اس انجیل متی سے بالکل

مختلف تھی، اس انجیل کی زبان عبرانی تھی، اس میں سرے سے اول کے دو باب نہیں تھے، اسی طرح اور بہت سے مقامات میں اس موجودہ انجیل سے مختلف تھی۔

انجیل مَرقُس (بفتح المیم وضم القاف)

یوحنا مرقس لقب ہے یہ برنابا رسول کے بھانجے ہیں، پولس اور برنابا کے ساتھ قبرص اور آسیہ وغیرہ شہروں میں تبلیغی دورے میں شریک رہے پھر پطرس رسول کے ساتھ بہت دنوں تک رہے۔ شاید پطرس رسول کے ہاتھ پر عیسائی ہوئے، اسی لیے پطرس ان کو بیٹا کہا کرتا تھا، اس تحقیق کی بناء پر یہ تابعی ہوں گے اور بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے ستر شاگردوں میں مرقس بھی ہیں حضرت عیسیٰ ان کے گھر جایا کرتے تھے اور انہوں نے اپنے حواریوں کے ساتھ عشاء ربانی انہیں کے گھر کھائی تھی، حضرت عیسیٰ کے رفع آسمانی کے بعد عیسائی انہیں کے گھر جمع ہوتے تھے، اس قول پر مرقس کا شمار شاگردوں پر ہوگا۔ رومن تفسیر مرقس میں ان کو تابعی بتایا گیا ہے کہ اگرچہ مسیح کے منہ سے اس نے کلام نہیں سنا؛ مگر پطرس کی صحبت میں رہ کر اچھی طرح خداوند کے حالات سے واقف ہو گئے تھے، پطرس کی جب روم میں شہادت ہوگئی تو وہاں سے ہجرت کر کے شمالی افریقہ پھر مصر چلے آئے اور وہاں پر تبلیغ کرتے رہے اور ۶۷ء میں شہید ہو گئے، مصری قبطی کلیسا اپنے آپ کو مرقس کا خلیفہ کہتا ہے۔

تاریخِ تدوین

ہارن اپنی تفسیر کی چوتھی جلد میں لکھتا ہے متقدمین مؤرخین کلیسا سے ہم کو انجیلوں کی تصنیف کے بارے میں جو معلومات ملی ہیں، وہ ایسی ابتر وغیر معین ہیں کہ کسی معین امر تک رسائی نہیں ہو رہی ہے پھر اس کی تصنیف وتدوین کے مختلف سن نقل کیے، ۵۶-۶۰-۶۳-۶۵۔ ارنیوس کہتا ہے کہ پطرس کا مرید ومترجم مرقس پطرس وپولس کے بعد جو کچھ پطرس سے سن رکھا تھا، اس کے مطابق لکھا اور ارنیوس کے موافق اور بہت سے علماء کا قول ہے اور جیروم کا قول ہے کہ پطرس کی زندگی میں اس کو لکھا تھا پطرس کو معلوم ہوا تو اس نے پسند کیا۔

زبان:

ڈاکٹر پوست اس انجیل کی زبان ''یونانی'' بتاتا ہے، ہندی تواریخ کلیسا میں اس کی زبان رومی نقل کی ہے اور لکھا کہ مرقس نے رومی عیسائیوں کے لیے اس انجیل کو لکھا تھا تو اس کی زبان بھی رومی ہوگی اور مفتاح الکتاب (ص:۱۴۱) میں بھی اس کی زبان کو ''رومی'' ہی بتایا ہے اور ''سریانی'' نسخہ کے حاشیہ میں لکھا ہوا ہے کہ مرقس نے ''لاطینی'' زبان میں انجیل لکھی تھی وینس شہر میں کچھ اس کا حصہ موجود ہے، وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہی اصل انجیل مرقس ہے۔

یہ انجیل مرقس کی نہیں ہے:

کسی کتاب کی نسبت کے استناد کے لیے ضروری ہے کہ مصنف کی شخصیت معلوم ہو، اور اس کی طرف نسبت کا ثبوت ہو مسیحیت کے ابتدائی دور میں اس کا کہیں وجود نظر نہیں آتا ہے، جیسا متی کی انجیل کے سلسلہ میں نورٹن کا قول نقل کیا جا چکا ہے، اسی طرح اناجیلِ اربعہ کے لکھنے والے کو ایک دوسرے کی انجیل کا کچھ پتہ نہیں اور اس کے علاوہ وہ تمام دلائل جو متی کی انجیل کے غیر مستند ہونے ذکر کیے گئے ہیں، ان میں سے بیشتر دلائل انجیلِ مرقس پر منطبق ہیں۔

انجیل لوقا

لوقا طبیب، یہ انطاکیہ میں پیدا ہوا اور طبابت کے فن میں ماہر تھا؛ مگر ڈاکٹر پوسٹ اس کو رومی بتاتا ہے، اسی طرح بعض مؤرخین اس کو فوٹوگرافر بتاتے ہیں، غیر قوم یہود سے ہے، پولس کا خاص شاگرد ہے، بہت سے تبلیغی اسفار میں پولس کا شریک رہا ہے، حضرت مسیح کو دیکھا نہیں ہے؛ اس لیے اس کو تابعی کہا جائے گا۔

تاریخِ تدوین

دیگر اناجیل کی طرح اس کی تاریخِ تصنیف میں مختلف اقوال ہیں ڈاکٹر ہارن کا قول

پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ قدیم مورخین کلیسا سے انجیلوں کی تصنیف کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئی ہیں، وہ نہایت ابتر ہیں، جس کی وجہ سے اس کے سنین مختلف نقل کیے گئے ہیں ۶۳ء ہیں ۶۴ء وغیرہ۔

کتاب کی زبان یونانی تھی

وجہ تصنیف تھیفلس نامی ایک شخص کی خاطر اس انجیل کو لکھا ہے اور اس شخص کے بارے میں اختلاف ہے، کوئی اس کو رومی کہتا ہے تو کوئی مصری بعض یونانی بتلاتے ہیں، لوقا اپنی انجیل کے دیباچہ میں لکھتا ہے؛ چونکہ بہتوں نے اس بات پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے، انہوں نے ہم تک پہنچایا؛ اس لیے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے دریافت کر کے ان کو تیرے لیے ترتیب سے لکھوں؛ تاکہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے، ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔ اس عبارت سے عیاں ہے کہ یہ کتاب ایک تاریخ ہے جو سنی سنائی باتوں کو ترتیب دے کر لکھی گئی ہے، اسکاٹ اپنی رومن تفسیر میں لکھتا ہے جو لوقا نے لکھا اس نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا وہ خود کہتا ہے کہ اوروں سے سنا ہوں، جیروم لکھتا ہے کہ اس انجیل کا بائیسواں باب اور اس کی کچھ آیات مشکوک ہیں، اسی طرح شروع کے دو باب ماسیون کی انجیل لوقا میں سرے سے ہے ہی نہیں۔

کیا یہ انجیل لوقا کی لکھی ہوئی ہے؟

جس طرح اور انجیلوں کا مسیحیت کے ابتدائی دور میں کوئی وجود وظہور نہیں تھا، یہی حال لوقا کی انجیل کا بھی ہے، اسی طرح اس انجیل میں اناجیلِ ثلاثہ میں سے کسی انجیل کا حوالہ نہیں ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اناجیل کا بھی اس کو کوئی علم نہیں ہے، نیز

اس کا کوئی سلسلۂ اسناد صحیح طور سے موجود نہیں ہے، جعل فریب کا بیان گزر چکا ہے، تو کیسے رجحان پیدا ہوسکتا ہے کہ اس کا کاتب لوقا ہے۔

انجیل یوحنا

یوحنا حواری ان کی ماں سالومہ حضرت مریم کی رشتہ دار ہیں، ان کے باپ زبدی ہیں یعقوب کبیر ان کے بھائی ہیں، ان کا پیشہ ماہی گیری تھا، رفعِ مسیح کے بعد برابر تبلیغ کرتے رہے، یہاں تک ۹۸-۱۰۰ء میں ان کا انتقال ہوگیا۔

تاریخِ تدوین

ہارن کا قول پہلے نقل کیا چکا ہے کہ قدیم مؤرخین کلیسا کا انجیلوں کی تصنیف کے بارے میں ایسا ابتر بیان ہے، جس سے کسی معین بات تک رسائی ممکن نہیں ہے، اس لیے حسب سابق اس کی تدوین کے سن میں بڑا اختلاف ہے سن ۹۵-۹۶-۹۸-۸۹-۶۹-۶۸- یوسف خوری کہتا ہے کہ ایشا اور دوسری جگہوں کے اساقفہ کے کہنے سے الوہیتِ مسیح کے اثبات کے لیے یوحنا نے یہ انجیل لکھی؛ تاکہ ان لوگوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نجات دہندہ اور کفارہ دینے والے کی الوہیت وبشریت کے عقیدہ کو راسخ کیا جاسکے۔

یہ انجیل یوحنا حواری کی نہیں ہے

(۱) حضرت مسیح کی تعلیم اپنے کانوں سے سننے والے اور ان کے حالات بچشمِ خود دیکھنے والے حواری کی اس کتاب میں کہیں سے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنا دیکھا حال بیان کررہا ہے بخلاف مکاشفاتِ یوحنا کے اس میں مصنف متکلم کا صیغہ اور کہیں کہیں اپنا نام ذکر کرتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انجیل یوحنا کی نہیں ہے؛ بلکہ اس کتاب میں یوحنا کا ذکر اس انداز سے آرہا ہے، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب یوحنا حواری کی نہیں ہے، مثلاً لکھتا ہے کہ یسوع مسیح نے اپنی ماں اور اس شاگرد (یوحنا) کو جس سے

محبت رکھتا تھا پاس کھڑے دیکھ کر ماں سے کہا: اے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے پھر شاگرد (یوحنا) سے کہا دیکھ تیری ماں یہ ہے، اسی وقت وہ شاگرد (یوحنا) اسے اپنے گھر لے گیا باب ۹-۲۶ پطرس نے مڑ کر اس شاگرد کو اپنے پیچھے آتے دیکھا، جس سے یسوع محبت رکھتا تھا، جس نے شام کے کھانے کے وقت اس کے سینہ کا سہارا دیکر پوچھا تھا (باب ۲۰-۲۱) یہ وہی شاگرد ہے جو ان باتوں کی گواہی دیتا ہے اور جس نے ان کو لکھا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے ان تمام عبارتوں میں وہ شاگرد خود یوحنا ہو، بالکل قرین نہیں ہے، اسی طرح ہم جانتے ہیں کہ اس کی گواہی سچی ہے، ہم جاننے والا جملہ یقیناً دوسرے شخص کا ہے، اسی طرح وہ شاگرد دوسرا اس سے یوحنا مراد نہ لینے کی ایک اور وجہ یہ ہے جس کو رومن تفسیر اسکاٹ صاحب نے بیان کیا کہ جب مسیح کو گرفتار کیا گیا اور سب ساتھی بھاگ گئے اور پطرس نے مسیح کا تین بار انکار کیا، ایسے موقع پر دوسرا شاگرد جو سردار کاہن سے کچھ جان پہچان رکھتا تھا باہر نکلا اور دربان سے کہہ کر پطرس کو اندر لے آیا (باب ۱۶-۱۸) اسکاٹ صاحب کہتے ہیں کہ یوحنا گلیلی والا ایک عام آدمی تھا، اس کی سردار کاہن سے اتنی جان پہچان کہاں ہوسکتی ہے کہ محض دربان سے کہہ کر پطرس کو اندر لے آئے بہتر گمان یہ ہے کہ کوئی عزت دار شخص یروشلم کا رہنے والا ہوگا، جس کو سردار کاہن جانتا تھا؛ مگر اس کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ بھی مسیح کا شاگرد ہے۔

(۲) شروع ہی سے اس انجیل کے بارے میں کلام رہا، ارنیوس کے زمانہ میں بہت سے لوگ اس کو یوحنا حواری کی انجیل تسلیم نہیں کرتے تھے؛ مگر ان کے جواب میں کبھی ارنیوس نے یہ نہیں کہا کہ میں نے اپنے استاد پولیکارب سے یہ سنا ہے کہ وہ کہتا تھا کہ یہ کتاب میرے استاد یوحنا کی ہے، اگر یہ یوحنا کی کتاب ہوتی تو یوحنا کے خصوصی شاگرد پولیکارب کو ضرور علم ہوتا اور وہ اس بات کو لازمی طور سے اپنے شاگرد ارنیوس کو بتلاتا؛ مگر ایسے موقع پر ارنیوس کا یہ حوالہ نہ دینا، جب کہ ارنیوس زبانی بات کا بڑا محافظ تھا، یہ بڑا

قرینہ ہے کہ یہ یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے۔

(۳) انجیل یوحنا کے فلسفیانہ مضامین یوحنا ماہی گیر کے مبلغِ علم سے بہت اوپر کے ہیں؛ چنانچہ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا میں اس سلسلہ میں تحریر ہے کہ یوحنا کی انجیل کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ ایک غیر معتبر کتاب ہے، جس میں یوحنا اور متی کے بیانات میں تضاد پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اور اس جعل ساز مصنف نے متن کتاب میں دعوی کو تسلم کرلیا ہے کہ وہی مسیح کا محبوب یوحنا ہے؛ مگر یہ کتاب تورات کی بعض منسوب کتابوں سے زیادہ نہیں ہے کہ ان کے اور منسوب الیہم کے درمیان کوئی ربط نہیں ملتا ہے، ہمیں ان لوگوں پر بڑا رحم آتا ہے جو کسی نہ کسی طرح فلسفی یوحنا کو یوحنا حواری بنا دینا چاہتے ہیں؛ لیکن ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوسکی، یعنی یوحنا حواری جو ارض گلیل کا ایک مچھلی پکڑنے والا، اس کے دماغ میں اسکندریہ اور یونان کے فلسفیانہ خیالات کیوں کر پیدا ہوگئے، نیز اگر مکاشفات یوحنا اور انجیل یوحنا کا موزانہ کیا جائے تو دو کتابوں کا مصنف ایک شخص کو قرار دینا دشوار ہے، اس کے علاوہ یوحنا یہودی ہے، یہودیوں کے لیے یہ ایک لغو و بے فائدہ کام ہے کہ عبرانی الفاظ کا ترجمہ کیا جائے اور یہودی رسموں کی تشریح کی جائے؛ مگر انجیل یوحنا کو پڑھتے ہیں، اس میں اس طرح کی باتیں ملتی ہیں، وہ لکھتا ہے کہ یہود کی ایک عید تھی، اگر کوئی یہودی لکھتا تو یوں لکھتا عید فصح تھی عید خیمہ تھی یا ہماری عید تھی۔

(۴) انجیل یوحنا بقیہ تینوں انجیلوں سے مختلف ہے، انجیل یوحنا کا مقصد پلا یعنی حلب والے ناصری اور ایبونی عیسائی سے الگ ایک ایسی جماعت تیار کرنا ہے، جس میں الوہیت مسیح کے اعتقاد اور اسکندریہ و یونان کے فلسفہ سے دلچسپی ہو اور یہ کہ مسیح کا مذہب یہودی مذہب سے بالکل مخالف ہے، اس کا اعتقاد رکھتی ہو اور انہیں امور میں زور پیدا کرنے کے لیے یوحنا حواری کی طرف منسوب کردیا ہے، ورنہ اس کا جعل بالکل نمایاں ہے؛ اس لیے

کہ یہ بقیہ انجیلوں سے اس قدر مختلف ہے کہ اس انجیل کا مسیح اور ہے اور بقیہ تینوں انجیلوں کا مسیح اور ہے۔

(۵) استادلن کہتا ہے کہ یہ انجیل اسکندریہ کے مدرسہ کے کسی طالب علم کی تصنیف ہے، یوحنا حواری کی تصنیف نہیں ہے، فرقہ الوجین اس کو یوحنا کی تصنیف تسلیم نہیں کرتے ہیں اسی طرح برطشنید ا ایک مشہور محقق ہے، اس کا بھی یہی قول ہے کہ کسی نے دوسری صدی میں یوحنا کے نام پر مشہور کردیا ہے۔ محقق کرونیس کہتا ہے کہ یہ انجیل بیس ابواب پر مشتمل تھی، افسس کی کلیسا نے اکیسویں باب کا اضافہ کردیا، مانی کیز فرقہ کا مشہور عالم فاسس کی بات پہلے بھی نقل کی جاچکی ہے کہ وہ کہتا ہے کہ عہد جدید کو نہ مسیح نے لکھا اور نہ ہی کسی حواری نے؛ بلکہ ایک مجہول شخص نے خود لکھ کر حواریوں کی طرف نسبت کردیا؛ تاکہ لوگ اس کا اعتبار کریں متی کی انجیل کی تحقیق کے سلسلہ میں اس دور کے عیسائیوں کے احوال جو ذکر کیے گئے ہیں اس کی روشنی میں فاسس کا قول بہت قوی نظر آتا ہے۔

بقیہ کتبِ عہد جدید

اعمال رسول اس کا مصنف لوقا ہے، اس کتاب میں بارہ باب تک پطرس حواری کے احوال کا تذکرہ ہے، اس کے بعد سے پولس رسول کے احوال کا ذکر ہے، اس کتاب کی حیثیت ایک تاریخی کتاب کی ہے۔

پولس کے چودہ خطوط

یوسی بیس نے ارجن کا قول نقل کیا ہے کہ پولس کے نام یہ خطوط سب جعلی ہیں، پولس نے کلیسا کے نام پر دو چار سطر لکھا ہے جن خطوط میں دث چار لائن پولس کی ہوں گی، وہی یوسی بیس اپنی تاریخ میں پولس کا چودھواں خط عبرانیوں کے نام والے اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ بعض لوگ جعلی بتاتے ہیں، اریجن سے نقل کیا ہے کہ لوگوں کے درمیان مشہور یہ ہے کہ وہ کلمنٹ کا لکھا ہوا ہے، جو روم کا پوپ تھا، بعض لوقا کا لکھا ہوا بتلاتے ہیں

اور ترتولین کا قول ہے کہ یہ برنابا کا لکھا ہوا ہے ارنیس ۱۷۸ء اور ہب لولی کس ۲۳۰ء اور فوتیس ۳۵۱ء یہ تینوں اس کو جعلی کہتے ہیں، راجرس بھی عبرانیوں کے نام والے خط کو کتبِ مقدسہ کی فہرست سے خارج کرتا ہے، نیقیہ کی کونسل نے بھی اس کو مشکوک قرار دے کر خارج کر دیا تھا، موجودہ دور کے محققین اس کے خطوط میں اول تین خطوط کی صحت کے قائل ہیں، اس کے بعد کے چار خطوط کو جعلی کہتے اور باقی کو مشکوک قرار دیتے ہیں۔

یعقوب کا خط

یہ یعقوب بن حلفی ہیں، یعقوب کبیر سے ممتاز کرنے کے لیے ان کو صغیر سے ملقب کیا جاتا ہے، یہ حواری اور مسیح کے عزیز اور رشتہ دار ہیں، مسیحی تاریخ میں یروشلم کی کلیسا کے پہلے پوپ ہیں، انہیں کی صدارت میں پہلی کونسل یروشلم میں منعقد ہوئی تھی اور انہیں کی تجویز پر غیر قوم عیسائیوں کے لیے ختنہ کو غیر لازم قرار دیا گیا تھا، اسی طرح ان کے لیے صرف تین چیزیں حرام کی گئیں اعمال باب ۱۵ یعقوب کے خطوط کو نیقیہ کی کونسل نے مشکوک قرار دیا اور آج تک سریانی بائبل میں اس کو داخل نہیں کیا گیا ہے، راجرس بھی اس کی نسبت کو جعلی بتاتا ہے، یوسی بیس نے اپنی تاریخ میں بہت سے متقدمین علماء عیسائی کا قول نقل کیا ہے، جو اس کو جعلی کہتے ہیں۔

پطرس کے دو خط

پطرس لقب سمعان نام ماہی گیری کا پیشہ پطرس یہ لقب حضرت مسیح کا دیا ہوا ہے، انہوں نے ان کو کیفا کہا اور کیفا کے معنی پتھر اور چٹان کے ہیں، اس کو یونانی زبان میں پطرس کہتے ہیں، یہ رئیس الحواری کہلائے عیسائیت کی تبلیغ وشاعت میں ان کی سعی کو بڑا دخل ہے، روم میں ایک کلیسا قائم کیا خود ہی اس کے سربراہ رہے؛ اسی لیے رومی کلیسا اپنے آپ کو پطرس کا خلیفہ کہتا ہے۔ نیرون بادشاہ کے زمانہ میں ۶۷ء میں روم میں شہید ہوئے۔

پطرس کا دوسرا خط اس کو نیقیہ کی کونسل نے مشکوک قرار دیا، سریانی بائبل میں اس

خط کو کتاب مقدس میں جگہ نہیں ملی بلسن اس کو جعلی خط کہتا ہے، یوسی بیس اپنی تاریخ میں تحریر کرتا ہے کہ دوسرا خط کتبِ مقدسہ کی فہرست میں نہیں شمار ہوتا ہے؛ مگر لوگ اس کو پڑھتے ہیں۔

یوحنا کے تین خط

نیقیہ کی کونسل نے صرف پہلے خط کو تسلیم کیا، بقیہ دونوں کو رد کر دیا؛ اسی لیے سریانی بائبل میں صرف پہلا خط جگہ پا سکا، بقیہ دونوں کو اس میں جگہ نہ ملی، راجرس بھی ان دونوں خطوں کو جعلی کہتا ہے، اسی طرح بلس کی بھی یہی رائے ہے۔

یہودا کا خط

یہودا یعقوب الصغیر کے بھائی مسیح کے رشتہ دار ہیں، ان کو تدی بھی کہا جاتا ہے، یہ حواری ہیں اور عسائیت کی تبلیغ کرتے ہوئے، عراق میں کورنیس کا قول نقل کیا ہے کہ یہ خط اس یعقوب کا ہے، جو یروشلم کی کونسل کا پندرھواں پوپ تھا اور قیصر ہڈریاں کے زمانہ میں مارا گیا۔

مشاہدات یوحنا

نیقیہ کی کونسل نے اس کو مشکوک قرار دیا یوسی بیس اپنی تاریخ میں نقل کرتا ہے، بہت سے متقدمین عیسائی علماء اس کو کتبِ مقدسہ کی فہرست سے خارج کرتے ہیں اور سر نتھس ملحد نے انجیل یوحنا اور مشاہدات یوحنا کو یوحنا کی طرف منسوب کر کے شہرت دی سریانی بائبل میں اس کو کتبِ مقدسہ میں جگہ نہیں ملی۔

عہدِ جدید کی ہیئت ترکیبی

مسیحیت کے ابتدائی دور میں بہت سی انجیلیں تھیں، خود لوقا اپنی انجیل کے دیباچہ

میں لکھتا ہے چونکہ بہتوں نے کمر باندھی کہ ان کاموں کو جو ہمارے درمیان واقع ہوئے ہیں ان کو ترتیب وار بیان کریں، جیسا کہ انہوں نے ہم کو پہنچایا، اس عبارت سے خود معلوم ہوتا ہے کہ لوقا کی انجیل سے پہلے بہت سی انجیلیں تالیف ہو چکی تھیں اور لوقا کے اعتقاد میں وہ صحیح تھی، مقدس جسٹن مارٹر کے زمانہ تک جس کسی مسیحی بزرگ نے اپنی تقریر یا تحریر میں کسی انجیل کا حوالہ دیا ہے، وہ ان چار انجیلوں کے سوا اور انجیلوں سے دیا ہے، ان چار انجیلوں کا نام ان زمانہ کی تحریروں میں نہیں ملتا ہے، مقدس کلیمنٹ کی تحریر میں جس انجیلی کا حوالہ ملتا ہے اس کی عبارتوں کو موجودہ انجیلوں کی عبارتوں سے موازانہ ومقابلہ کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ کے بزرگوں کے سامنے زمانہ حال کی انجیلیں نہیں تھیں، ان باتوں سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں کسی انجیل کا معین تصور قائم نہیں ہوا تھا، اسی طرح عہد جدید کا بھی کوئی معین تصور نہیں تھا، تقریباً چوتھی صدی کے شروع میں عیسائیوں کو اپنے مذہب کے لیے ایک معین کتاب مقرر کرنے کا خیال آیا، ان کے سامنے عہد قدیم موجود تھا، اس کو سامنے رکھ کر یہ کام تدریجی طور پر مکمل ہوا۔

اتھانا سیوس مجلس نیقیہ کا ایک اہم رکن مانا جاتا ہے، اس کی جدوجہد سے مجلس نے مسیح کی شخصیت میں الوہیت کا فیصلہ کیا تھا، اسی ہی کی جدوجہد سے مجلس نے چار اناجیل کو مقدس اور بقیہ کو غیر مستند قرار دیا، متروک انجیل کی تعداد کافی تھی، ان متروک اناجیل کے بارے میں قسطنطین اعظم اور تھوڈوڈیس بادشاہ نے جلا دینے کا حکم صادر کیا، جس کی بناء پر بہت سی انجیلیں جلا دی گئیں؛ اس لیے کہ جو لوگ اس حکم کی خلاف ورزی کرتے ان کو قتل کر دیا جاتا تھا، اسی طرح لیون اول جو چار سو چالیس سے چار سو اکسٹھ تک پوپ اعظم کے عہدہ پر رہا، اس نے اس طرح کی متروک اناجیل کو جلا دیا، اس کے باوجود تھوڑی بہت متروک انجیل باقی رہ گئیں اور کچھ کا نام صرف باقی رہا، کسی کسی انجیل کے دو چار جملے اور فقرے، دیگر کتابوں میں موجود پائے جاتے ہیں، مقدس جیروم کی کتابوں اور پوپ جے لار کے محکمہ سے بہت سی انجیلوں کا سراغ ملتا ہے، فیر بیس نے پچاس متروک

انجیلوں کی کیفیت لکھ کر شائع کی۔

جس طرح بہت سی انجیلیں تھی، اسی طرح حواریوں کی تبلیغی مساعی کے سلسلے میں اعمال رسول کے نام سے بہت سی کتابیں تھیں، جیسے یوحنا کے اعمال اندریاس کے اعمال لوقا کے اعمال وغیرہ۔

اسی طرح ایک بڑی تعداد ایسے مکتوبات کی بھی تھی، جو حواریوں کی طرف منسوب تھے ہر فرقہ اپنے اپنے مذہب ومسلک کی تائید میں ان کو پیش کیا کرتا تھا۔

نیقیہ کی کونسل منعقدہ ۳۲۵ء نے جہاں اناجیل میں انجیل مرقس ومتی ولوقا ویوحنا کا انتخاب کیا، اعمالِ رسول میں اعمالِ رسول لوقا کو منتخب کیا اور خطوط میں پولس کے تیرہ خطوط کو لیا اور چودھویں خط بنام عبرانیاں ترک کردیا، اسی طرح یعقوب کا خط پطرس کا دوسرا خط اور یوحنا کا دوسرا اور تیسرا خط اور یہودا کا خط اور مشاہدات یوحنا کو ترک کردیا، اس کے بعد لاذقیہ کی کونسل منعقدہ ۳۶۴ء میں ان چھ خطوط کو کتاب کی فہرست میں شامل کرلیا گیا؛ مگر مشاہدات یوحنا کو ان کونسل نے بھی اس کتاب کی فہرست میں شامل نہیں کیا اس کے بعد قرطاجنہ کی کونسل منعقدہ ۳۹۷ء میں میں مشاہدات یوحنا کو بھی، اس فہرست میں شامل کرلیا، اس کے بعد بھی عہدِ جدید کا معین تصور پختہ نہیں ہوا تھا؛ اس لیے کہ اس کے بعد بھی کوئی جماعت بعض کتابوں کو اس مجموعہ سے خارج کرتی ہے تو دوسری جماعت کچھ کتابوں کو اس مجموعہ میں داخل کرتی ۴۸۲ء میں روم میں کونسل ہوئی، اس نے موجودہ عہدِ جدید کے مجموعہ کو مستند تسلیم کیا اور پوپ گلاسیوس نے باضابطہ طور پر انہیں سندِ قبول عطاء کی، اس کے بعد مسیحی دنیا کے سوادِ اعظم نے ایک مکمل بائبل پر اتفاق کیا۔

موجودہ بائبل کو مستند قرار دینے کی وجہ الہامی ہونا نہیں ہے

انجیلوں اور اعمال رسول بارہ حواریوں کے خطوط کے انبار میں انجیل متی ومرقص ولوقا ویوحنا اور اعمال رسولِ لوقا۔ پولس کے چودہ خطوط اور یعقوب کا ایک خط پطرس کے دو خط اور یوحنا کے تین خط اور مشاہداتِ یوحنا کے منتخب کرنے اور اس کو مستند تسلم کرنے

اور بقیہ اناجیل اور اعمالِ رسول اور خطوط کو غیر مستند قرار دینے کی بہ ظاہر کوئی معقول وجہ سمجھ میں نہیں آتی ہے؛ اس لیے کہ اس انتخاب سے پہلے کے بزرگ مسیحی دوسری انجیلوں سے حوالہ دیا کرتے تھے اور خود لوقا کے بیان سے بھی ان بہتری انجیلوں کے صحیح ہونے کی شہادت مل رہی ہے؛ اس لیے اس مجموعہ کو مستند اور بقیہ کو غیر مستند کہنے کی اگر کوئی وجہ ہوسکتی ہے تو یہی ہوسکتی ہے کہ کلیسا کے لیے ضروری تھا کہ مخالفین کے سامنے تعلیماتِ مسیح کا ثبوت فراہم کرے اور ثابت کرے کہ یہ تعلیمات ومعجزاتِ حضرت مسیح کے ہیں اور شریعت میں کم از کم دو تین گواہ ثبوتِ مدعا کے لیے ضروری ہیں، جب کلیسا کو مرقس ومتی ویوحنا کے بارے میں معلوم ہوا کہ ان حضرات نے حضرت مسیح کے ملفوظات وحالات کو جمع کیا ہے، یہ حضرات خود حواری یا حواریوں کے رفیق ہیں اور ان کا بیان کردہ مضمون اپنے اعتقاد کے موافق اور قریب تر پایا تو کلیسا نے ثبوت کے چار گواہ کی حیثیت سے اس کو منظور کرلیا اور ایسی انجیل جس سے تثلیث کی جڑ کٹتی تھی یا جو موسیٰ کی شریعت کی اطلاعات کو لازم کہتی تھیں، اس کو بالکل چھوڑ دیا۔

اس انتخاب میں اس کے مضامین کے الہامی ہونے اور ان لوگوں کے مُلْهَمٌ مِنَ اللهِ ہونے کو بالکل دخل نہیں ہے؛ اس لیے کہ اگر الہامی ہونے کی بات ہوتی تو اس کے لیے ایک انجیل کافی تھی، خدا کا خطاب عام ہوتا ہے اور رسولوں کے الہام میں غلطی کا یا جھوٹ کا کوئی امکان نہیں، اس لیے ایک الہام کے بعد دوسرے الہام کی کوئی حاجت نہیں رہ جاتی، اسی وجہ سے تمام انبیاء سابقین پر کوئی کتاب مکرر نازل نہیں ہوئی، ورنہ لازم آئے گا کہ خدا کہ ایک مرتبہ الہام کرنے کے بعد اطمینان نہیں ہوا تو دوسرا الہام کیا۔

الہامی ہونے کی مزید تردید

ہارن اپنی تقریر کے جلد اول کے حاشیہ پر لکھتا ہے: جب ہم کہیں کہ کتبِ مقدسہ خدا کا کلام ہے تو ہماری مراد یہ نہیں کہ وہ سب خدا نے بولا یا لکھوایا، ہر چیز اس میں کی کلامِ

خدا ہے؛ بلکہ انصاف اور رحم اور زندگی کے پاکی کے احکام کے بیان اور ان تاریخی حصوں میں جن میں ایسی زندگی کا بیان ہے، جو ان اصول کے احکام کے خلاف ہیں، تفریق کرنا چاہیے، پہلا تو پاک خدا کا کلام ہے۔ دوسرا تاریخی حصہ ان میں بعض نیک آدمیوں کا اور بعض شریر کا اور بعض شیطان کا کلام ہے، انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کی جلد گیارہ میں الہام کے بیان میں لکھا ہے کہ اس بات میں گفتگو کہ آیا کتبِ مقدسہ کی ہر بات اور ہر معاملہ الہامی سے یا نہیں، جیروم اور گروٹیس اور راسمس اور پروٹسٹنٹ اور بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ کتبِ مقدسہ کی ہر بات الہامی نہیں ہے، اسی کتاب میں ایک دوسری جگہ تحریر ہے کہ جو لوگ کتبِ مقدسہ کی ہر بات الہامی کہتے ہیں، اور اپنے دعوی کو بہ آسانی نہیں ثابت کر سکتے اور ریس کی انسائیکلوپیڈیا میں الہامی ہونے کی نسبت گفتگو کی ہے کہ ان مؤلفین کے افعال وملفوظات میں غلطیاں ہیں اور اختلاف وتضاد ہے، اسی طرح حواری لوگ ایک دوسرے کو صاحبِ وحی نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ یروشلم کی کونسل اور پولس کا پطرس کو الزام دینے سے ثابت ہوتا ہے اور قدماء مسیحی ان کو خطاء سے خالی نہیں سمجھتے تھے اور بعض مرتبہ ان کے افعال پر روک ٹوک کی گئی ہے میکالیس نے طرفین کے دلائل تول کر فیصلہ کیا ہے کہ ناموں کے لیے تو الہام مفید ہے؛ لیکن تاریخی کتابوں کے واسطے، جیسے انجیلیں اور اعمال اگر الہام سے بالکل قطعِ نظر کر لیا جائے تو کچھ نقصان نہیں ہے اور تاریخی معاملوں میں حواریوں کی گواہی صرف انسانوں کی سی گواہی مانی جائے تو ایسا سمجھنے سے دینِ عیسوی کو کچھ نقصان لازم نہیں آئے گا۔ (پیغامِ محمدی ص: ۵۴)

عیسائیت کے مختلف فرقوں کی دینی واخلاقی حالت اور مسیحیت پر دینی مظالم کے بائبل پر اثرات

جس دور میں انجیل کا متعین وتصور قائم کیا جا رہا تھا اور عہدِ جدید کو متعین کیا جا رہا ہے،

اس دور اور اس سے پہلے دور میں عیسائیوں کے مختلف فرقوں اور جماعتوں کی اخلاقی اور دینی حالت ناگفتہ بہ تھی، راستی اور خدا پرستی کی ترقی کے لیے جھوٹ بولنا، فریب دینا، جعل کرنا، خود کتاب لکھ کر کسی حواری یا اس کے رفیق یا کسی بزرگ مسیحی کی جانب منسوب کر کے رواج دینا کسی مسئلہ وعقیدہ کو ثابت کرنے کے لیے الحاق کرنا، کسی اعتراض کو دفع کرنے کے لیے عبارتوں کو حذف کر دینا، عبارت میں سلامت پیدا کرنے کے لیے اپنے مذاق کے موافق عبارت تبدیل کر دینا اور اس کی اصلاح کر دینے کا عام رواج تھا، مسیحیت کی تحقیق کرنے والے کے لیے ان احوال کا مطالعہ ضروری ہے، اسی طرح مسیحیت اپنے ابتدائی دور میں جن دینی مظالم کا نشانہ بنی رہی جو انسانی شعور اور اس کی طاقت سے زیادہ تھے، ایک تحقیق کے طالب کے لیے اس کا بھی مطالعہ ناگزیر ہے؛ اس لیے کہ ان کے مطالعہ ہی سے تاریخ میں عیسائیت کا مقام اور اس کی حیثیت سے ان مظالم کو اجمالاً ذکر کیا جاتا ہے۔

دینی مظالم

پہلی چار صدیوں میں مسیحیوں پر جو ایذا رسانی اور دینی مظالم ہوئے تو اریخ مسیحی کلیسا میں ان کو دس دور پر منقسم کیا ہے، اس میں چار دور کو ظلم و بربریت کے اعتبار سے بہت ممتاز کہا جا سکتا ہے، اختصار کی وجہ سے ان چار دوار میں جو مظالم ہوئے ان میں بعض کو مثال کے طور پر ذکر کیا جا رہا ہے۔

رومی سلطنت کے قانون کی رو سے وہی قومی وشخصی مذاہب جائز سمجھے جاتے تھے، جن کو سرکار کی جانب سے اجازت ہو، چوتھی صدی عیسوی تک مسیحی مذہب قانون کی رو سے جائز نہیں تھا، اس لیے مسیحی مذہب کی پیروی خلاف قانون تھی، اس مذہب کو ایک خفیہ سوسائٹی سمجھا جاتا تھا، ان کا اکٹھا ہونا شبہ کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، ان کے خفیہ جلسے

سلطنت کے لیے نقصان کا باعث سمجھے جاتے تھے، اس بات کا اندیشہ ظاہر کیا جاتا تھا کہ جو لوگ سلطنت سے ناراض ہیں، اس جماعت میں شامل ہو کر سلطنت کے خلاف خفیہ سازشیں کریں گے، نیز مسیحیوں کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ دیوی دیوتاؤں کے منکر ہیں، ان کی نحوست کی وجہ سے ہر طرح کی مصیبتیں ملک پر آرہی ہیں، قحط سالی، زلزلہ، ہوا، کوئی وبائی بیماری ہوئی، جب کبھی اس طرح کا حادثہ ہوا تو ہر طرف سے شور اٹھتا کہ یہ سب مسیحیوں کی شامت سے ہوا ہے اور ان پر ہر طرح کا جبر وظلم روا رکھا جاتا، نیرو قیصر کے عہد میں جو ۵۴ء سے ۶۸ء تک تخت نشین تھا ۱۸ جولائی کو شہرِ روم پر ایک آفت آگئی، شہر میں سخت آگ لگ گئی جو متواتر نو دن تک رہی، جس سے سارا شہر جل کر خاکستر ہو گیا، اس آتش زنی کا الزام مسیحیوں پر آیا، پھر کیا تھا مسیحی اس سختی سے ستائے گئے کہ مورخین لکھتے ہیں کہ جانوروں کی کھال میں سی سی کر کتوں کے آگے ڈال دیا گیا، لوگوں کو پکڑ پکڑ کر تاڑ کول لگا کر سیدھا زمین میں گاڑ کر آگ لگا دی گئی، اسی طرح تماشا گاہ اور کھیل کے میدان میں چاروں طرف کھڑا کر کے جلا دیا گیا اور اس سے روشنی کا کام لیا گیا اس قدر سخت سے سخت سزائیں دی گئیں کہ عوام الناس کے اندر بھی مسیحیوں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو گیا، اگرچہ یہ ایذا رسانی اس کی شروعات روم سے ہوئی ہے؛ مگر بہت جلد دوسرے شہروں میں اس کی تقلید کی گئی، تراجن قیصر جس کا عہدِ حکومت ۹۸ء سے ۱۱۷ء تک ہے اس نے عیسائیوں کے ہر قسم کے اجتماع پر پابندی لگا دی حتی کہ انفرادی عبادت تک کو جرم قرار دے دیا اور اس سخت گیری کی وجہ سے لوگ اِدھر اُدھر فرار اور مجبور ہو گئے، جو مسیحی ہونے کا اقرار کرتا، اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، زبردستی ان لوگوں سے بتوں اور دیوی دیوتاؤں پر نذر ونیاز چڑھوائی جاتی جو انکار کرتا تھا، اس کو قتل کر دیا جاتا تھا، بہت تعداد مسیحیوں کی انہوں نے اپنے مسیحی ہونے کا انکار کیا؛ بلکہ کتنوں نے مسیح کو گالیاں

دیں تب جا کران کی جان بچی ڈیسی یس کے عہد میں تمام عیسائیوں کو ملازمت اور سرکاری خدمت سے علاحدہ کر دیا گیا اور ان کو زبردستی پکڑ پکڑ کر نذ و نیاز چڑھوایا جاتا اور جو کوئی انکار کرتا اس کو قتل کر دیا جاتا، عہد دقلد یوس میں مصریوں پر ظلم وستم کی انتہا ہوگئی انہوں نے رومی حکومت سے آزادی کا نعرہ لگایا، ایک لاکھ چالیس ہزار عیسائی قتل کیے گئے، بعض مورخین تو تین لاکھ بتاتے ہیں، ان کی تمام مذہبی کتابوں کو جلا دیا گیا۔ ایسے مظالم اور پُر آشوب دور میں مسیحیت کا تسلسل کس طرح باقی رہ سکتا ہے اور خود عیسائی اعتراف کرتے ہیں کہ مظالم کی وجہ سے ہمارے پاس ان کتابوں کا سلسلۂ اسناد مفقود ہے اور ایسی پریشانی اور اضطراب کی حالت میں دشمنوں کی نظروں سے بچ بچا کر خفیہ طور پر جو کتابیں لکھی گئیں اُن پر کیسے اعتماد واطمینان کیا جا سکتا ہے؟ ایسے موقعوں پر جو باتیں نہیں کہی جاتیں اور نہیں لکھی جاتیں اس کو بھی لوگوں کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے تو ان کتابوں میں آسمانی کتابوں کے اوصاف کیسے باقی رہ سکتے ہیں اور کتاب لکھنے والے کس طرح اپنی غیر جانب داری باقی رکھ سکتے ہیں۔

کلیسا کے انتخاب کے بعد بھی انجیل میں تحریف

کلیسا کے انتخاب کے بعد بھی ان میں ہر طرح کی تحریف لفظی ہوتی رہی، اس کو پہلے بھی بیان لیا گیا ہے؛ مگر اس جگہ اور طرح بیان کیا جاتا ہے (۱) مسیحی علماء نے عہد نامۂ جدید کے متن کی تصحیح کے لیے جان توڑ کوشش کی، جس سے امید تھی کہ ہمیشہ کے لیے ایک متن پر اتفاق ہو جائے گا، نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلا، ڈاکٹر مل نے عہد نامہ جدید کے متعدد نسخے جمع کر کے مقابلہ کیا تو تیس ہزار اختلاف شمار کیے جان جیمس وغیرہ نے مختلف ملکوں میں پھر کر متقدمین کی بہ نسبت بہت زیادہ اختلافات قرأت اور کتابت کے تھے؛ لیکن بکثرت ایسے بھی اختلاف تھے جن سے حق و باطل، اصلی وغیر اصلی عبارت اور مضامین کی تمیز اٹھ جاتی ہے بعض حصے الحاقی ہیں تو کہیں کچھ کم ہیں، کہیں عبارت کو بدل دیا گیا ہے، جس

نے انجیل سے متعلق متعدد مشکل مسئلے پیدا کردیے؛ مگر اتنی بات قطعی ہے کہ انجیل میں تحریف ہوئی اور مسیحیت کے ہر لمحہ بدلنے والے رویے اور مزاج نے نوشتوں کو ہر مرحلہ میں متاثر کیا ہے۔

تحریف بائبل کی اقسام

آدم کلارک نے اس کی چار وجہیں ذکر کیں ہیں (۱) ناقلوں کی غفلت اور ان کا سہو پھر اس کی متعدد صورتیں نقل کی ہیں، مثلاً عبرانی اور یونانی کے حروف، صوت وصورت میں مشابہ ہیں، جس کی وجہ سے بعض غافلوں اور ناقلوں نے ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ یا حرف لکھ دیا، قدیم نسخوں میں اختصار کے نشانات بکثرت موجود ہیں غفلت شعار ناقلوں نے اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھا اور کچھ کا کچھ نقل کردیا۔ قدیم نسخوں میں بین السطور اور حاشیہ پر مشکل مقامات کی شرح لکھنے کا عام رواج تھا، ان لوگوں نے اس کو متن کا حصہ بنالیا (۲) غلط نسخوں سے نقل اس کی بھی متعدد شکلیں ذکر کی، مثلاً بعض حروف کے شوشے کم ہوگئے یا مٹ گئے کاغذ یا چمڑا باریک تھا، ایک طرف کا لکھا ہوا، دوسری طرف آگیا اور اس کا جز معلوم ہونے لگا۔ (۳) اصل میں متن کو بالارادہ بہتر اور درست کرنے کے لیے از خود تصحیح کی کوشش کی گئی، میکلس لکھتا ہے کہ ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ ایک ہی واقعہ کا ذکر مختلف مقامات پر یا مختلف کتابوں میں مذکور ہے، ایک دوسرے سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے تبدیلی کردی گئی ہے، اسی طرح لاطینی ترجمہ سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے تبدیلی کردی گئی ہے، اسی طرح لاطینی ترجمہ سے مطابقت پیدا کرنے کے لیے بھی یہ کام کیا گیا (۴) یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ بعض لوگوں نے جان بوجھ کر ایسی تحریفات کیں؛ تاکہ جو مسئلہ تسلیم شدہ ہے، اس کو قوی اور مضبوط کیا جائے یا کسی مسئلہ پر اعتراض وارد ہوتا ہے تو اس تبدیلی سے اس کا جواب ہوجائے، اس کی متعدد مثالیں، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانویؒ نے ''اظہار الحق'' میں ان کتابوں سے نقل کیا ہے، وہاں ملاحظہ کیا جائے!

تمّت بالخیر

مآخذ

۱	قرآن کریم	
۲	بائبل قدیم	
۳	بائبل جدید	
۴	بائبل کا دیباچہ	پادری جے، آر، ڈبلیو مترجم پادری جے علی بخش
۵	اظہار الحق	مصنفہ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی
۶	النصرانیت	شیخ ابوزہرہ
۷	المسیحیت	دکتور احمد شبلی
۸	الاسفار المقدسہ فی الادیان السابقہ	دکتور علی عبدالواحد وافی
۹	المسیح فی القرآن والتورات والانجیل	عبدالکریم الخطیب
۱۰	الموافقات	علامہ شاطبی
۱۱	الفارق بین المخلوق والخالق	عبدالرحمٰن بک باجہ جی زادہ
۱۲	مسیحیت	یوسف چلپی اردو ترجمہ شمس تبریز خاں
۱۳	ازالۃ الشکوک	حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی
۱۴	نوید جاوید	مولانا ابوالمنصور
۱۵	امان الایمان	مولانا ابوالمنصور
۱۶	پیغام محمدی	حضرت مولانا محمد علی مونگیریؒ
۱۷	تحقیق اناجیل	محمد صادق علی اسسٹنٹ سرجن
۱۸	قسطنطین اعظم	جان بی فرتھ اسکوائر ترجمہ عنایت اللہ بی، اے
۱۹	تواریخ کلیسا مسیحی	پادری ڈبلیو، بی، ہیرس، بی، اے

MAKTABA DARUL-ULOOM
DEOBAND-247554 (U.P.)INDIA
مکتبہ دارالعلوم دیوبند

Pentone
9897869314